اساسِ آدمیت اور قرآن

حجۃ الاسلام
علامہ طالب جوہری مدظلہ

اساس آدمیت اور قرآن

حجۃ الاسلام علامہ طالب جوہری مدظلہ

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰۰۲ء

ناشر

پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

۲۷۹ - بریٹو روڈ ۔ کراچی فون: ۷۲۳۲۳۵۴

ملنے کا پتہ

محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

نام کتاب	:	اساس آدمیت اور قرآن
مقرر	:	علامہ طالب جوہری
مرتبہ	:	اے ایچ رضوی
صحت	:	سید فیضیاب علی
اشاعت اوّل	:	مارچ ۲۰۰۳ء
اشاعت دوم	:	جنوری ۲۰۰۴ء
تعداد	:	۱۰۰۰
ناشر	:	پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ، کراچی

ملنے کا پتہ

محفوظ بک ایجنسی — مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

محفوظ MBA

علامہ طالب جوہری کا پیغام
پاک محرم ایسوسی ایشن کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ کون نہیں جانتا کہ سیدالشہداء علیہ السلام کی عزاداری ہمارا ملی تشخص ہے۔ اس عزاداری کی بُنیاد خود آلِ محمدؐ نے رکھی ہے اور ائمہ علیہم السلام اس کی بقاء کے لئے کوشاں رہے ہیں۔ اور اپنے آثار و کردار سے اسکی اہمیت کو اجاگر کرتے رہے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ عزاداری یہ میراث نسلاً بعد نسلٍ ہم تک منتقل ہوتی رہی ہے جس کیلئے ہم خدائے قدوس کے شکرگزار ہیں۔

پاک محرم ایسوسی ایشن نے عزاداری سیدالشہداء کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں اس کے علاوہ تعلیم، تبلیغ اور نشرواشاعت کے سلسلے میں بھی اس کی خدمات گراں قدر اور قابلِ توجہ ہیں۔ اس ادارے کے افق پر پچاس سال کے عرصہ میں دیانتدار، معتبر اور روشن شخصیتوں کے شمس و قمر جگمگاتے رہے ہیں جن میں سے کچھ ہم میں نہ رہے اور آج جو چمک رہے ہیں خدا انہیں تادیر سلامت رکھے۔ ان میں خصوصیت سے غلام نقی رضوی صاحب وہ بزرگ ہیں جن کی کم و بیش پوری زندگی اس ادارے کے انصرام و استحکام میں صرف ہو رہی ہے۔

اس ادارے نے بحمداللہ اب کے برس اپنے پچاس سال انتہائی کامیابی کے ساتھ پورے کیے ہیں۔ اسکے تشکر کے طور پر یہ ادارہ یوم تکمیلِ دین کے نام سے ایک مقدس تقریب منعقد کر رہا ہے۔ میں اراکین گزشتہ کے بلندیٔ درجات کی دعا کے ساتھ ساتھ موجودہ اراکین کی توفیقاتِ دینی و دُنیوی کے لیے دعاگو ہوں کہ انہوں نے عزاداری سے متعلق ادارے کی تقریب کو تکمیلِ دین کے حوالے سے منعقد کرنا چاہا ہے۔ عزاداری کا تکمیلِ دین سے جو رابطہ محکم ہے وہ معصومؑ کے ایک جملہ سے نمایاں ہے۔ جب امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آپ محرم کو اتنی زیادہ اہمیت کیوں دیتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: لئلا تنسونہ کما نسیتم الغدیر، ہم اس لیئے اہمیت دیتے ہیں کہ کہیں تم غدیر کی طرح محرم کو بھی نہ بھول جاؤ۔
مجھے اُمید ہے کہ یہ ادارہ ترقی کے مراحل طے کرتا رہے گا اور اپنے موجود مشاغل کے ساتھ ساتھ دیگر علمی اور تحقیقی مرحلوں میں بھی اپنے مخصوص انداز سے ملک و ملت کی خدمت انجام دیتا رہے گا۔

طالب جوہری
۱۵ رجب ۱۴۰۸ھ

تقریظ

از الحاج سید غلام نقی رضوی

صدر پاک محرم ایسوسی ایشن (رجسٹرڈ) و

منیجنگ ٹرسٹی پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول الکریم و

آلہ الطیبین الطاہرین۔ امّا بعد۔

حسب سالہائے سابق ہم علامہ طالب جوہری صاحب مدظلہ کی مجالس کا مجموعہ جو آنجناب نے نشتر پارک کراچی میں ۱۴۲۳ھ کے عشرۂ اوّل کے دوران زیر عنوان ''اساس آدمیت اور قرآن'' نذر سامعین کی تھیں، پیش قارئین کر رہے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ یہ مجموعہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

ان مجالس میں آنجناب نے قرآن حکیم کے سورۂ البقرہ کی طویل آیت نمبر ۱۷۷

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

کو سرنامہ کلام قرار دیا اور فرمایا ''یہ نیکی نہیں ہے۔ یہ خیر نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کو مشرق کی یا مغرب کی طرف جھکا دو (شمال و جنوب کا تذکرہ نہیں ہے۔ نگاہ قرآن دیکھ رہی تھی کہ دنیا دو دھڑوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ایک دھڑا مشرق کہلائے گا اور دوسرا مغرب کہلائے گا)۔''

اساس آدمیت اور قرآن۔ جب آدمؑ زمین پر آئے اور احساس ہو گیا کہ ترکِ

اولیٰ ہوگیا۔ لغزش ہوگئی تو راتوں راتوں میں اور دنوں میں آدمؑ نے اپنی اس لغزش پر رونا شروع کیا۔ ایک دن جبرائیلؑ آئے۔ کیا آدمؑ چاہتے ہو کہ تمہاری توبہ قبول ہو جائے اور تمہاری یہ لغزش بخش دی جائے۔ کہا ہاں جبرائیلؑ میں یہ چاہتا ہوں۔ کہا دعا میں بتلاتا جا رہا ہوں تم دعا کو پڑھتے جانا۔

الٰھی بحق محمد وانت المحمور و بحق علی و انت الاعلیٰ و بحق فاطمه وانت فاطر السماوات و الارض و بحق الحسن وانت المحسن و بحق الحسین و انت قدیم الاحسان۔

یہ تاریخ انسانیت کی پہلی دعا ہے اور قبول ہو رہی ہے محمدؐ کے وسیلے سے، علیؑ کے وسیلے سے، فاطمہؑ زہرا کے وسیلے سے، حسنؑ کے وسیلے سے، حسینؑ کے وسیلے سے تو مجھے اب یہ جملہ کہنے کی اجازت دو گے کہ جب آدمیت کی پہلی دعا ان وسیلوں سے ہٹ کر قبول نہ ہوئی تو تمہاری عبادتیں ان سے ہٹ کر کیسے قبول ہو جائیں گی؟''

آگے جا کر آپ فرماتے ہیں۔

اس آیۃ مبارکہ کی روشنی میں آدمیت کی اساس ایمان لانا ہے۔ اللہ پر ایمان لانا ہے۔ روز قیامت پر ایمان لانا ہے۔ فرشتوں پر ایمان لانا ہے۔ اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں پر ایمان لانا ہے۔ اللہ کے بھیجے ہوئے نبیوں پر ایمان لانا ہے۔ یہاں تک ایمان کی فہرست تھی۔

اور ایک آواز دی کہ وہ اعمال جو آدمیت کی اساس ہیں وہ کیا ہیں۔ نماز کا قائم کرنا آدمیت کی اساس ہے۔ زکوٰۃ کا دینا آدمیت کی اساس، آدمیت کی بنیاد ہے۔ وعدے کو پورا کرنا آدمیت کی بنیاد ہے۔ مشکلوں میں صبر کرنا آدمیت کی بنیاد ہے۔ صداقت آدمیت کی بنیاد ہے۔ تقویٰ آدمیت کی بنیاد ہے۔ ایفائے عہد آدمیت کی بنیاد ہے۔

انسان جہت کا محتاج ہے۔ خدا جب ہر طرف ہے تو ہم اپنے سجدوں میں پراگندگی کا شکار ہو جاتے۔ اس لیے پروردگار نے یہ طے کیا کہ میں ایک گھر بناؤں گا اور تمہارے سجدے ادھر کی طرف ہوں گے۔ طے ہوگئی نا بات! گھر بن گیا۔ اب جو گھر کے قریب

ہو جائے۔ اللہ کے قریب ہو جائے۔ پورا دین ہے۔قربۃً الیٰ اللہ۔ٹھیک ہے نا۔ اس سے انکار تو نہیں۔ ہم اب اللہ کے قریب کیسے ہوں؟ اللہ نے تین چیزیں دیں کہ ان سے قریب ہو جاؤ۔ مجھ سے قریب ہو جاؤ گے۔

محمدؐ رسول اللہ۔ اس سے قریب ہو جاؤ۔ مجھ سے قریب ہو جاؤ گے۔

میرا قرآن۔ اس سے قریب ہو جاؤ۔ اس سے قریب ہو جاؤ۔ مجھ سے قریب ہو جاؤ گے۔

میرا گھر۔ اس سے قریب ہو جاؤ۔ مجھ سے قریب ہو جاؤ گے۔

تو اسلام میں قربت کے تین طریقے ہیں۔ رسولؐ سے قریب ہو جاؤ، اللہ سے قریب ہو جاؤ گے۔ قرآن سے قریب ہو جاؤ، اس سے قریب ہو جاؤ گے۔ خانہ کعبہ کا حج کرنے چلے جاؤ، اللہ سے قریب ہو جاؤ گے۔"

حج سے واپسی پر مقام غدیر پر ولادت حضرت علیؑ سے اعلان ولایت کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

اب جھوٹی سی جھوٹی روایت دکھلا دو کہ بنتِ اسد کے باہر آنے کے بعد خانہ کعبہ کی زمین کو دھویا گیا ہو!

ایسا ہو تو غدیر میں مولا ہے۔ ولادت علیؑ سے غدیر تک آیا ہوں۔ میں ایک اور جملہ ہدیہ کروں گا۔ آیت یاد ہے۔ سب کو یاد ہوگی یا ایھاالرسول بلغ آگے کیا ہے" ما انزل الیک من ربک"۔

"حبیبؐ پہنچا دے جو پہلے تجھ پر نازل ہو چکا ہے۔ اس کے لیے لفظ کیا استعمال کیا قرآن نے "ما انزل الیک" یہ تینوں لفظ ذہن میں رہیں گے کہ حبیب جو ہم تجھے پہلے ہی بتلا چکے ہیں۔ آج اس بات کو لوگوں تک پہنچا دے، اگر تم نے اس پر عمل نہیں کیا۔ تو تم نے رسالت نہیں پہنچائی۔ علیؑ کی مولائیت کا اعلان نہیں کیا تو تم نے رسالت نہیں پہنچائی۔ رسولؐ نے نماز پہنچائی، رسالت ہے۔ روزہ پہنچایا رسالت ہے۔ حج پہنچایا رسالت ہے۔ زکوٰۃ کا حکم پہنچایا رسالت ہے۔ اگر علیؑ کی مولائیت کا اعلان نہ کیا تو حج پہنچانا بے کار، نماز

پہنچانا بے کار۔ تو جب رسولؐ کے لیے پہنچانا بے کار ہوجائے گا تو مسلمان کے لیے پانا کیسے کارآمد ہوجائے گا۔"

آگے جاکر آپ فرماتے ہیں

"بھئی یہ تو علیؑ کا مقام ہے۔ علیؑ کا مقام سمجھ میں آ گیا تو اب مجھے جانے دو مصائب کی طرف۔ کربلا کے میدان میں جب اصغر کے علاوہ کوئی نہ رہا تو حسینؑ خیمہ میں گئے۔ رسولؐ کا عمامہ پہنا۔ رسولؐ کی عبا دوش پر ڈالی۔ رسولؐ کی تلوار اپنی بغل میں حمائل کی۔ رسولؐ کے ناقہ عصبا پر سوار ہوئے۔

حسینؑ میدان میں آ گئے۔ آنے کے بعد عبا کا دامن الٹا اور کہا اس بچے کی ماں تین دن سے بھوکی پیاسی ہے۔ اس بچے کو تین دن سے دودھ نہیں ملا۔ اگر تم میں کوئی حریت پسند ہو (جملہ یہی ہے حسینؑ کا) تو آئے میرے بچے کو پانی پلا دے۔ کوئی نہ آیا۔ کوئی نہیں آیا۔ اب جو تیر چلا تو بچہ باپ کے ہاتھوں میں منقلب ہوگیا۔

امامت کہہ رہی ہے کہ لاشہ لے جاؤ۔ باپ کی محبت کہہ رہی ہے کہ ماں برداشت نہ کر سکے گی۔ ماں کے پاس نہ لے جاؤ یہی وہ مرحلہ تھا جب حسینؑ اصغر کا لاشہ لے کر سات مرتبہ آگے بڑھے۔ سات مرتبہ پیچھے ہٹے۔ ایک مرتبہ حسینؑ جھکے عبا کا دامن ہٹایا اور کہا سکینہ تیرا بھائی پانی پی کے نہیں آیا۔ تیر کھا کے آیا ہے۔"

علامہ طالب جوہری مدظلہ نے بڑی جانفشانی سے، قرآن و احادیث کی روشنی میں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ جس کو سرنامہ کلام بنایا تھا، سامعین کو اس کے مطالب سے آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو عمر طویل عطا فرمائے۔ تاکہ بدیر وہ منبر رسولؐ کی خدمت اسی انداز سے کرتے رہیں۔ وہ قوم و ملت کا گراں قدر سرمایہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو دائم و قائم رکھے۔ آمین۔

خاکپائے اہل بیت
سیّد غلام نقی رضوی

سرنامہ کلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡہَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ ۙ وَ السَّآئِلِیۡنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ وَ الۡمُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِہِمۡ اِذَا عٰہَدُوۡا ۚ وَ الصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ

سورۂ البقرہ نمبر ۱۷۷

نیکی کچھ یہی تھوڑی ہے کہ (نماز میں) اپنے منہ مغرب یا مشرق کی طرف کرلو، بلکہ نیکی تو اس کی ہے جو خدا اور روز آخرت اور فرشتوں اور (خدا کی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اس کی اُلفت میں اپنا مال قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پردیسیوں اور مانگنے والوں اور لونڈی، غلام (کی گلوخلاصی میں) میں صرف کرے اور پابندی سے نماز پڑھے اور زکوٰۃ دیتا رہے اور جب کوئی عہد کیا تو اپنے قول کو پورا کرے اور فقر وفاقہ، رنج وسختی اور لڑائی کے وقت ثابت قدم رہے، یہی لوگ وہ ہیں جو (دعوائے ایمان میں) سچے نکلے، اور یہی لوگ پرہیز گار ہیں۔

پہلی مجلس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡہَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ ۙ وَ السَّآئِلِیۡنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ وَ الۡمُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِہِمۡ اِذَا عٰہَدُوۡا ۚ وَ الصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾

عزیزان محترم کل ۱۴۲۲ھ کے آخری دن کا سورج ڈوب گیا اور ۱۴۲۳ء کی پہلی رات کا چاند افق کراچی پر نمودار ہوا۔ یہ وہی چاند ہے جو کبھی حسینؑ کی بیمار بیٹی نے مدینے میں دیکھا تھا۔ یہ وہی چاند ہے جسے دوسری محرم کو کربلا پہنچ کر شہزادی زینبؑ نے دیکھا۔ جیسے ہی شہزادی خیمے میں آئیں چاند پر نگاہ پڑی تو ایک مرتبہ فضّہ کو آواز دی کہ فضّہ جا ذرا بھائی کو بلالا۔

جملہ سنو گے؟ دوسری محرم کا جملہ! شہزادی خیمے میں۔ بچی حسینؑ کی شہزادی کی گود میں۔ حسینؑ آئے: بہن تم نے کیسے یاد کیا؟ تو ایک بار رو کے کہنے لگیں بھیّا اس زمین سے

جتنی جلدی ہو دور نکل جاؤ اس لیے کہ اس کی مٹی میں تمہارے خون کی خوشبو موجود ہے۔

آج ۱۴۲۳ ھجری کا پہلا دن ہے اور اس دن سے ہمارے موسم عزا کا آغاز ہو رہا ہے۔ میں نے بار ہا کہا اور جب تک زندہ ہوں یہ کہتا رہوں گا کہ یہ عزاداری، یہ گریہ، یہ ماتم، یہ عباسؑ کا علم، یہ حسینؑ کا ذوالجناح ہماری پہچان ہے، ہمارا تشخص ہے۔ ماضی میں ملوکیتوں کی اور اقتدار کی لٹکتی ہوئی تلواریں ہمیں عزاداری سے نہ روک سکیں۔ ماضی میں ہم نے اقتدار کو بھی دیکھا ہم نے ملوکیتوں کو بھی دیکھا اور تاریخ انسانیت گواہ ہے کہ یہ تلواریں ہمیں حسینؑ کے ماتم سے اور حسینؑ کی عزاداری سے روک نہیں پائیں۔

یہ گریہ ہمارا تشخص ہے، یہ گریہ ہماری پہچان ہے۔ یہ رونا۔ ہمارا شعار ہے۔ رونا تہذیبِ مومن ہے۔ رونا ایک علامت ہے انسانیت کی۔ ہم احسان فراموش نہیں ہیں، احسان شناس ہیں۔

آلِ محمدؑ نے ہمیں دین دیا، ہمیں کتاب دی، ہمیں احکام دیے، ہمیں حلال خدا دیا، ہمیں حرام الٰہی کا پیغام دیا۔ تو ہم پر احسان شناسی کا حق یہ ہے کہ اب قیامت تک آلِ محمدؑ کے پیغام کی حفاظت کرتے ہیں۔

یاد رکھنا کہ آلِ محمد کا پیغام اسلام ہے۔ اسلام تہذیب ہے غنڈہ گردی نہیں ہے۔ اسلام تہذیب کا دین ہے غنڈہ گردی کا دین نہیں ہے۔ اسلام علم کا دین ہے۔ جہالت کا دین نہیں ہے۔ اسلام رواداری کا دین ہے، بے مروتی کا دین نہیں ہے۔ اسلام آدمیت کا دین ہے، شیطانیت کا دین نہیں ہے۔

تو اب تک اسلام پر گفتگو تھی اور اب ذرا اسلام آباد کے قابل حکمرانوں سے بات کی جائے۔ دیکھو! ہم اپنی ملت کی پالیسی کا اعلان کرتے ہیں کہ اب ہمارا سکون مظلومیت کا سکون ہے۔ ہم جو آج مطمئن بیٹھے ہوئے ہیں تو مظلوم بن کے بیٹھے ہیں، مجبور بن کے نہیں بیٹھے ہوئے۔ اب اگر آج کے بعد کوئی ہاتھ اٹھے گا تو اس ہاتھ کا وہی حشر ہوگا جو ابولہب کے دونوں ہاتھوں کا ہوا تھا۔

ہم بجا طور پر سندھ کے غفلت شعار اور تساہل پسند حکمرانوں کو یہ بتلا دینا چاہتے ہیں کہ اقتدار کی کرسی کسی کا ساتھ نہیں دیتی۔ کب تک اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے مصلحتوں سے کام لیتے رہوگے؟ اسلام میں مصلحت نہیں ہے حق گوئی اور بے باکی ہے۔

مجھے امید ہے کہ سندھ کی انتظامیہ ایام عزا میں اور ایام عزا کے بعد بھی امن وامان کو یقینی بنانے کی کوشش کرے گی۔ میں بجا طور پر اپنے صوبے کے حکمرانوں کو تنبیہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر تم نے اب بھی امن و امان کی کوششوں پر توجہ نہ دی تو کہیں وہ نہ ہوجائے جسے نہیں ہونا چاہیے۔

ہم شرافتِ انسانیت کے امین ہیں اور اگر ہمارا جملہ تمہارے ذہنوں کے اندر محفوظ ہو تو ہم نے کہا کہ ہم احسان شناس ہیں احسان فراموش نہیں ہیں۔ ذوالجناح نے اگر احسان کردیا تو ہم آج تک اس کا احترام کرتے ہیں۔ تم انسانوں کی بات کرتے ہو اگر کسی جانور نے احسان کردیا تو ہم نے اسے بھی یاد رکھا۔

تم پوچھو گے نا ذوالجناح کا احسان کیا تھا! تو دو احسان ہیں ذوالجناح کے۔ جب میرا مولا زخموں سے چُور، ذوالجناح کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا جھوم رہا تھا اور میرے مولا میں اترنے کی طاقت نہیں تھی تو ذوالجناح نے گھٹنے موڑ دیے۔

کتنا بڑا احسان ہے اس جانور کا جس کی پشت پر حسینؑ ابن علیؑ سوار تھے، سر زخمی، رخسار زخمی، پیشانی زخمی، گلا زخمی، سر سے پاؤں تک انیس سو سے زیادہ زخم ہیں، میرے مولا میں اترنے کی طاقت نہیں ہے۔ زین سے زمین پر نہیں آسکتے۔ ایک مرتبہ ذوالجناح نے گھٹنے موڑ دیے کہ مولا آسانی سے زمین پر آجائیں یہ ذوالجناح کا پہلا احسان ہے اور تم پوچھو گے کہ ذوالجناح کا دوسرا احسان کیا تھا۔ جب حسینؑ ابن علیؑ شہید ہوئے تو اک مرتبہ پسر سعد نے آواز دی: ارے یہ رسول کی سواری کا جانور ہے۔ اسے ہاتھ نہ لگانا۔ میرا محترم مجمع سوچ رہا ہوگا کہ کربلا کے میدان میں رسولؐ کی سواری کے جانور کا ایسا احساس اور وہ جو سوارِ دوشِ رسول تھا؟!

فوج یزید نے چاہا کہ ذوالجناح کو قتل کردیں۔ پسر سعد نے روکا ذوالجناح نے پوری طاقت کے ساتھ حملہ کیا فوج یزید پر تاکہ لوگ حسینؑ کے قریب نہ آنے پائیں، کسی کو ٹاپوں سے مارا کسی کو چبالیا۔ کسی کو پچھلی ٹانگوں سے مارا۔ مارتا رہا اور ایک مرتبہ جب فوجیں دور چلی گئیں تو اپنی پیشانی حسینؑ کے خون سے رنگین کی اور چلا خیموں کی طرف۔

تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس وقت تک بیبیاں خیموں میں بیٹھی ہوئی تھیں اور سوچ رہی تھیں کہ مولا کو گئے ہوئے بہت دیر ہوگئی۔ اب تک مولا کی کوئی خبر نہیں ملی۔ چھوٹی بچی کھڑی ہوئی تھی اور پھوپھی سے پوچھتی تھی کہ پھوپھی اماں میرا بابا اب تک نہیں آیا اسے کہاں دیر ہوگئی؟ ابھی یہ باتیں ہورہی تھیں کہ درِ خیمہ پر گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز آئی۔

مجھے معاف کردینا میرے دوستو! جی چاہتا ہے ایک جملہ اپنے سننے والوں کی خدمت میں ہدیہ کروں اور پھر اس مقام سے آگے بڑھ جاؤں۔ دیکھو اتنا بڑا مجمع ہے۔ مجمع میں کتنے وہ لوگ ہوں گے جن کے گھروں میں چھوٹے چھوٹے بچے ہوں گے۔ خدا اس مجمع کو نظر بد سے محفوظ رکھے عظیم الشان اجتماع ہے۔ کتنے لوگ ہوں گے جن کے گھروں میں چھوٹی بچیاں ہوں گی۔ چھوٹے بچے ہوں گے یہ تمہارا روز کا دستور ہے کہ جب تم اپنے کاروبار پر چلے جاتے ہو اور شام کو جب واپس آتے ہو تمہارا بچہ دوڑتا ہوا تم سے آکے لپٹ جاتا ہے۔ بچہ انتظار میں ہوتا ہے۔ چھوٹی بچی انتظار میں ہوتی ہے۔

(جیسے ہی گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز آئی سکینہ دوڑتی ہوئی آئی) اور پکار کر کہنے لگی پھپھی اماں میرا بابا آگیا۔ اب جو نگاہ پڑی زین ڈھلا ہوا تھا باگیں کٹی ہوئی تھیں۔ تمہیں یاد ہوگا جب حسینؑ جارہے تھے تو ذوالجناح کی پچھلی ٹانگوں سے لپٹ کر اس بچی نے کہا تھا: ذوالجناح میرے بابا کو مقتل میں نہ لیجا اور اب جو اکیلا ذوالجناح آیا تو پھر پاؤں سے لپٹ گئی۔ کہنے لگی: ذوالجناح میرے بابا کو کہاں چھوڑ کے آیا۔ ہم اس غم کے وارث ہیں ہم اس شعار گریہ کے وارث ہیں اور اسے کبھی بھی فنا نہیں ہونے دیں گے۔ ہم فنا

ہوجائیں گے۔ حسینؑ کا غم باقی رہے گا۔

میں نے اپنے سننے والوں کو زحمت دی اور اب اس سے زیادہ اپنے سننے والوں کو ان مرحلوں میں روکنا نہیں چاہ رہا ہوں۔ قرآن نے آواز دی۔

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعو قبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين (سورہ نحل آیت ۱۲۶)

دیکھو اگر کوئی تمہارے ساتھ ظلم کرے (قرآن کا یہ فارمولا قیامت تک کے لیے اپنے ذہنوں میں محفوظ کر لینا).....

..... اگر کوئی تم پر ظلم کرے تو تم اتنا ہی بدلہ لو جتنا اس نے ظلم کیا تھا۔

..... لیکن اگر بدلہ نہ لو اور صبر کر جاؤ تو ہماری نگاہ میں بڑا اچھا عمل ہے۔ اب مجھے مسلمانوں سے کہنے دو کہ جو قرآن جائز بدلے کو پسند نہ کرے تو وہ دہشت گردی کو کیسے پسند کرے گا؟ میرے جملے میرے سننے والوں کے ذہن میں محفوظ ہوجائیں کہ جو بھی عمارت سرزمین قرآن سے ہٹ کر کسی اور سرزمین پہ بنائی جائے گی وہ عمارت آدمیت کی اساس نہیں ہوگی شیطنت کی اساس ہوگی۔ اب میں اس ایک جملے سے اپنے عنوان سے متصل ہوا۔

اساس آدمیت اور قرآن۔ اساس آدمیت۔ آدمیت کی بنیاد۔ آدمیت کی نیو، آدمیت کی اساس اور قرآن کا فیصلہ۔ میں نے اپنے اس موضوع کو واضح کرنے کے لیے سرنامہ کلام میں سورۃ بقر کی ۱۷۷ ویں طویل آیت کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ آیت بہت طویل ہے اور میں بجا طور پر توقع رکھتا ہوں کہ میرے محترم سننے والے اس آیۂ مبارکہ کے ترجمہ کو ہمیشہ اپنے ذہنوں میں محفوظ رکھیں گے۔

ليس البر ان تُولّوا وجوهكم قِبلَ المشرِق و المغرِب.

نیکی یہ نہیں ہے۔ خیر یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کو مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف جھکا دو۔ (شمال جنوب کا تذکرہ نہیں ہے نگاہ قرآن دیکھ رہی تھی کہ دنیا دو دھڑوں

میں تقسیم ہو جائے گی ایک دھڑا مشرق کہلائے گا اور دوسرا مغرب کہلائے گا۔)
یہ خیر نہیں ہے، یہ نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے آپ کو مشرق یا مغرب کے آگے جھکا دو۔ ولکن البِرّ من آمن ہم بتاتے ہیں کہ نیکی کیا ہے اور نیک کام کرنے والا کون ہے۔ نیکی یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔

والیوم الاخر۔ قیامت پر ایمان لاؤ۔

والملا ئکۃ و الکتٰب۔ اور ملائکہ پر ایمان لاؤ اور اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں پر ایمان لاؤ۔

والنبیّن اور اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء پر ایمان لاؤ۔

ایمان لانا ہے یعنی ماننا ہے، دل سے تسلیم کرنا ہے، اللہ کو، قیامت کے دن کو، اللہ کے فرشتوں کو، اللہ کی کتابوں کو، اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کو۔ اور دیکھو صرف مان لینا ہی کافی نہیں ہے اس کی محبت میں اپنا مال خرچ کرو۔

واٰتی المال علیٰ حُبہ اس کی محبت میں، اللہ کی محبت میں اپنا مال خرچ کرو۔

ذوی القربیٰ اپنے قریبی غریب رشتہ داروں تک مال پہنچاؤ۔

و الیتمٰی یتیموں تک مال پہنچاؤ۔

والمساکین جن کے گھروں میں کھانے کے لیے نہیں ہے ان تک مال پہنچاؤ۔

وابن السّبیل جو سفر میں ہو گھر میں شاید پیسے والا ہو لیکن اگر سفر میں غریب ہو جائے تو اس تک بھی مال پہنچاؤ۔

والسّائلین سوال کرنے والوں تک مال پہنچاؤ۔

وفی الرقاب جو غلام ہیں ان کی غلامی ختم کرنے کے لیے ان کے مالک کو مال دے دو۔ جب تو تم نیکوکار ہو ورنہ نیکوکار نہیں ہو۔

واقام الصّلوٰۃ واتی الذکوٰۃ نماز کو قائم کرو۔ زکوٰۃ دیتے رہو۔

عجب مرحلہ فکر ہے مال دو، وہ الگ مال ہے زکوٰۃ دیتے رہو یہ الگ زکوٰۃ ہے یعنی واجب ٹیکس زکوٰۃ ہے زکوٰۃ دو لیکن تنہا زکوٰۃ کا دے دینا کافی نہیں ہے۔غریبوں تک مال پہنچاؤ، اقربا تک مال پہنچاؤ، غلاموں تک مال پہنچاؤ۔ جو تم سے ہاتھ پھیلا کے مانگ لیں ان تک مال پہنچاؤ۔ جو تمہارے غریب رشتہ دار ہوں ان کو مال پہنچاؤ۔ جو تمہارے معاشرے میں یتیم ہوں ان تک مال پہنچاؤ۔

تنہا زکوٰۃ دے دینا کافی نہیں ہے۔

والموفون بعهدهم اذا عاهدوا اور نیکوکار، نیک عمل کرنے والے وہ ہیں جب عہد کریں تو عہد کو پورا کریں۔

والصابرين فی الباسآء والضرآء وحين الباس، اور نیک عمل کرنے والے وہ لوگ ہیں جو بیماری میں صبر کریں، تنگی کے وقت صبر کریں، جنگ کے عالم میں صبر کریں۔

اولئک الذين صدقوا۔ سچے لوگ وہی ہیں۔

واولئک هم المتقون اور صاحبان تقویٰ وہی ہیں۔

عمل کرنے والوں کے لیے اللہ نے دو لفظ استعمال کیے۔

اولئک الذين صدقوا۔ وہی ہیں سچے **واولئک هم المتقون** متقی وہی ہیں۔

یعنی جہاں سچائی ہوگی وہیں تقویٰ ہوگا اور جہاں تقویٰ ہوگا وہی سچائی ہوگی۔ میں نے آیہ مبارکہ کا ترجمہ پوری تفصیل سے سمجھا دیا اور آج پہلی گفتگو میں جو ظاہر ہے کہ تمہیدی ہے ذرا سا بات کو سطح عمومی سے بلند کرنے جا رہا ہوں۔

تم مجھ سے اچھی طرح واقف ہو اور میں نے یہ بات بار بار کہی ہے کہ مسلمانوں میں دو نقطۂ نظر ہیں ایک نقطۂ نظر یہ کہ جو کرواتا ہے اللہ کرواتا ہے اور انسان مجبور ہے۔ اور دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جو کرتا ہے انسان خود کرتا ہے۔تو اب یہ بات بعد میں طے

ہوگی کہ ان دو نقطہائے نظر میں صحیح کون سا ہے۔ ایک نے کہا انسان مجبور ہے دوسرے نے کہا نہیں انسان صاحب اختیار ہے۔

آیت کا آغاز ہے لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب نیکی یہ نہیں ہے کہ مغرب کے آگے جھک جاؤ۔ نیکی یہ نہیں ہے مشرق کے آگے جھک جاؤ۔ تو اللہ منع کر رہا ہے اور تم کر رہے ہو اگر مختار نہ ہوتے تو کرتے کیسے؟ تو دیکھو آج تمہیدوں کو استوار ہو جانے دو۔ تو پہلا نظریہ کیا تھا کہ جو کرواتا ہے۔ اللہ کرواتا ہے۔ اس کے مقابلے میں نظریہ کیا ہے کہ جو کرتا ہے۔ بندہ کرتا ہے یہی ہے نا! اور آیت نے آواز دی کہ

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب۔ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم مشرق یا مغرب کے آگے جھک جاؤ۔ ٹھیک ہے نا! یعنی جو تم کر رہے ہو وہ نیکی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود کر رہے ہو تو تم مجبور نہیں ہو مختار ہو۔ اسی فلسفے نے ایک دوسرا فلسفہ دیا کہ اللہ جو چاہے کرے۔ تمہارے سامنے ڈیڑھ ہزار سال کی علم کلام کی تاریخ پیش کر رہا ہوں۔ کہنے لگے کہ اللہ جو چاہے وہ کرے فعال لمایرید جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

جو اس کی مشیت میں آیا وہی کرتا ہے۔ آپ جانتے ہیں اس جملہ کی مار کہاں تک جاتی ہے؟ کہنے لگے کہ جو چاہے کرے۔ وہ کسی اصول کا پابند نہیں ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جو چاہے کرے لیکن تم نے یہ جملہ کہہ دیا کہ وہ کسی اصول کا پابند نہیں ہے تو ہمیں اس جملہ سے اتفاق نہیں ہے۔

میں بات کو واضح کر دوں۔ ہم بھی مانتے ہیں کہ وہ جو چاہے کرے اور جو چاہے وہ کر سکتا ہے اس میں دو رائے نہیں ہیں یعنی وہ کہنا یہ چاہ رہے ہیں کہ اگر چاہے متقی کو جہنم میں بھیج دے اور چاہے تو فاسق کو جنت میں ڈال دے۔ نہ معلوم اپنے کن فاسقوں کو بچانے کے لیے یہ نظریہ دیا گیا۔

میں آج تک نہ سمجھ سکا کہ کن فاسقوں کو بچانا تھا اور جنت میں بھیجنا تھا اور کسی متقی

کو جنت سے دور رکھنا تھا۔ تو میں متفق ہوں کہ وہ جو چاہے کرسکتا ہے لیکن اس پڑھے لکھے مجمع کے سامنے ایک سوال پیش کروں گا کہ کیا خدا ظلم چاہ سکتا ہے۔

بڑی نازک منزل فکر ہے جہاں میں اپنے سننے والوں کو لے آیا کہ یہ فارمولا تو درست ہے کہ جو چاہے وہ کرسکتا ہے مگر یہ بتلاؤ کہ کیا اللہ ظلم پسند کرسکتا ہے؟ کیا اللہ گناہ کو پسند کرسکتا ہے؟ کیا اللہ عدل کے خلاف کوئی کام کرنا پسند کرسکتا ہے؟ تو جب اس نے اپنے اوپر یہ ذمہ داری ڈال لی۔

ان اللّٰہ لیس بظلام للعبید (سورہ انفال آیت ۵۱) اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر۔

تو اب خلاف عدل کسی کام کا امکان نہ رہا۔ اب جو بھی اس کا مطالبہ ہوگا عینِ عدل ہوگا وہ اگر مطالبہ کرے نماز پڑھو عین عدل۔ اگر مطالبہ کرے روزہ رکھو عین عدل۔ اگر مطالبہ کرے حج کے لیے جاؤ عین عدل۔ اس کی مرضی کی تلاش میں رہو جتنا مرضی پر عمل کروگے نیکی کی راہ میں آگے بڑھتے جاؤ گے۔ اس میں دو رائے تو نہیں ہیں نا!۔ میں جو ایک بات اپنے سننے والوں کو پیش کر رہا ہوں اس بات کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھنا کہ نیکی کی تلاش بس مرضی الٰہی ہی کی تلاش ہے۔

جتنا اللہ کی مرضی کے قریب ہوجاؤ۔ اتنے نیک ہو اور جتنے اللہ کی مرضی سے دور ہوجاؤ، اتنے بد ہو۔ کیا اس اصول سے کوئی انکار کرسکتا ہے کہ اس کی مرضی کے مطابق زندگی کو ڈھال لو، یہ نیکی ہے۔ اس کی مرضی کی نافرمانی کرو اس کے خلاف کرو یہ بدی ہے۔ اس لیے قرآن مجید نے جو پیغمبروں کے ساتھیوں کا تذکرہ کیا تو آواز دی

يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً (سورہ فتح آیت ۲۹)

رسول کے ساتھی وہ ہیں جو اپنی زندگی کے ہر لمحے میں اللہ کی مرضی تلاش کرتے رہتے ہیں۔

محمد رَّسول اللّٰہ ط والذین معہٗ اشدآءُ علی الکُفار رحمآءُ بینھم تراھم رکعًا سجداً یبتغون فضلاًمن اللّٰہ ورضواناً (سورہ فتح آیت ۲۹)

رسول کا بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنی زندگی کے ہر لمحے میں اللہ کی مرضی تلاش کرتا رہے تو ساتھی وہ جو اللہ کی مرضی تلاش کرے اور نفسِ محمدؐ وہ کہ بستر پہ لیٹے تو نفس بیچے اور مرضی کو خرید لے۔

اپنی زندگی کو مرضی الٰہی کے مطابق ڈھالتے جاؤ یہی نیکی ہے "تکبیر ۃالاحرام" کہا، سورۃ الحمد پڑھی پھر ایک اور سورۃ پڑھا پھر رکوع کیا، سجدہ کیا، تشہد پڑھا، سلام پڑھا۔ ترتیب جو دے دی ہے اس ترتیب سے چلنا ہوگا۔

دیکھو! اللہ نے کہا: "تکبیرۃ الاحرام" تو ہم نے اللہ اکبر کہا۔ اس کے بعد کہا: سورۃ حمد پڑھو ہم نے سورۃ حمد پڑھا اس نے کہا: اس کے بعد ایک اور سورۃ پڑھو، ہم نے پڑھا۔ اس نے کہا: رکوع میں جاؤ، ہم گئے۔ اس نے کہا: سجدے میں جاؤ، ہم گئے۔ اس نے کہا: پھر دوسری رکعت میں تشہد پڑھو، ہم نے پڑھا۔ اس نے کہا: چوتھی رکعت یا تیسری رکعت (آخری رکعت) میں تشہد بھی پڑھو اور سلام بھی پڑھو۔

ہم نے سب کیا۔ مرضی الٰہی کے مطابق عمل کیا، جو ترتیب بتلائی اس ترتیب سے نماز پڑھی۔ مرضی الٰہی کے مطابق ہے لیکن اگر پہلے سجدہ کرلوں، پھر رکوع کروں، پھر تشہد پڑھوں، پھر تکبیرۃ الاحرام پڑھوں تو ساری دنیا کا مسلمان کہے گا کہ تم نے ترتیب الٹ دی۔ تو جب تمہیں ترتیب بدلنے کا حق نہیں ہے تو اپنے آدمیوں کے لانے کا حق کہاں سے مل گیا۔

میرے عزیزو! میرے دوستو! آج تمہیدیں استوار ہو رہی ہیں میرے ساتھ ساتھ چلتے رہنا۔ اچھا۔ تم آزاد ہو نماز پڑھو یا نہ پڑھو۔ شیطان کے ٹائم پر چلے گئے نماز نہیں پڑھی، اللہ کے ٹائم پر آگئے نماز پڑھ لی۔ آزاد ہو۔ پڑھو یا نہ پڑھو۔ لیکن جب پڑھنے پر آمادہ ہوگئے تو اب مجبور ہوگئے کہ جیسی کہہ رہا ہے ویسی پڑھو۔ یعنی تم آدھے مجبور آدھے مختار۔ یہ تو ملوکیت کو جواز بنا کے پیش کیا گیا تھا کہ سارے کام اللہ کرواتا ہے تاکہ ہر بادشاہ کے غلط کام کے لیے ایک جواز اللہ کی طرف سے موجود ہو۔

بہت تھوڑا سا وقت جبر و اختیار میں لوں گا اور بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ جاؤں گا۔ لیکن یہ جملہ رائیگاں نہ جانے پائے۔ منافق کا وجود دلیل ہے کہ انسان مختار ہے۔ کافر کا وجود دلیل ہے کہ انسان اپنے اختیار سے انکار کرتا ہے۔ مشرک کا وجود جو بتوں کو پُوج رہا ہے دلیل ہے اس بات کی کہ وہ مختار ہے مجبور نہیں ہے۔

اک جملہ کہنا چاہ رہا ہوں میں اور وہ جملہ اگر پہنچ گیا تو میں سمجھوں گا میری آج کی محنت سوارت ہے۔ ڈیڑھ ہزار سال ہوگئے اب تک طے نہ ہوا کہ انسان مجبور ہے یا مختار ہے۔ ایک جملہ میں فیصلہ کروں گا اگر مجبور ہوتا تو اللہ کو ہادی بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر انسان مجبور ہوتا تو ضرورت کیا تھی کہ اللہ کسی کو ہادی بنا کر اس دنیا میں بھیجے۔ تو کہنے لگا سورۃ والیل میں۔ ان علینا للھدی۔ ہدایت کی ساری ذمہ داریاں ہماری ہیں۔

گزشتہ سال یہ سورت پڑھ کے گیا ہوں۔ اللہ نے اعلان کیا: ہدایت میں کروں گا اور اگر آ جائے تو خدا نہ رہے۔

ہدایت کی ذمہ داریاں ہماری ہیں کسی اور کو حق ہدایت نہیں ہے تو جب ہدایت کی ذمہ داریاں اللہ کی ہیں تو اللہ ہی بھیجے تو ہماری ہدایت ہو۔ ہم کسی کو بنا کے اس سے ہدایت نہیں لے سکتے۔ توجہات مبذول رہیں اس لیے کہ بڑے نازک مسئلے پر لے آیا اور اس مرحلے پر آج کی تمہیدی گفتگو تمام ہو جائے گی۔ تو آدمؑ کا آنا یاد ہے نا!

اساسِ آدمیت اور قرآن۔ آدم کا آنا ہدایت کے لیے۔ پہلا انسان بھی ہے پہلا ہادی بھی ہے دلیل ہے اس بات کی کہ انسان مختار ہے مجبور نہیں ہے اور ابلیس کا سجدے سے انکار کر دینا دلیل ہے اس بات کی کہ وہ مجبور نہیں تھا مختار تھا۔

ایک جملہ سنو اور اس جملہ کو اپنے ذہنوں میں محفوظ رکھ لینا۔ ابلیس نے انکار کر دیا کہ سجدہ نہیں کروں گا اور جب سجدے کا انکار کر کے وہ چلا ہے تو اس نے مہلت مانگی تھی کہ پروردگار مجھے قیامت تک کی مہلت دیدے۔ پروردگار نے کہا کہ نہیں قیامت تک کی مہلت نہیں دوں گا بلکہ تجھے ایک معین وقت تک میں نے مہلت دے دی۔ تو کیا کہنے

لگا؟ پروردگار میں مہلت مانگ رہا ہوں لوگوں کو بہکانے کے لیے یہی کہا ہے نا!

لا غوینکم اجمعین۔ مالک میں مہلت مانگ رہا ہوں لوگوں کو بہکانے کے لیے۔ یہ نہیں کہا کہ مالک مجھے مہلت دے دے تو میں کسی جماعت میں شریک ہو کر تبلیغ کروں گا۔ دیکھو وہ کہہ سکتا تھا نا! ابلیس کا تو کام ہی ہے دھوکا دینا وہ دھوکہ دینے کے لیے کہہ دیتا کہ پروردگار مجھے مہلت دے دے میں جاؤں گا تیرے دین کو پھیلاؤں گا لوگوں سے نمازیں پڑھواؤں گا، لوگوں کو مسجد تک لے جاؤں گا، میں خوب تبلیغ کروں گا۔ اب بعد میں جو چاہتا وہ کرتا تو اس نے دھوکہ دے کے مہلت نہیں لی۔ ابلیس کا اصول یہ ہے کہ میں انکارِ سجدہ کر کے ابلیس تو بن سکتا ہوں دھوکہ دے کر منافق نہیں بننا چاہتا۔

مسئلہ جبر و اختیار کو اس مرحلہ پر سمیٹ دینا ہے۔ اور سمیٹ کر نتیجہ دے دینا ہے تو ادھر اس نے انکار سجدہ کیا اور نکالا گیا اور ادھر آدمؑ بنے ہی تھے زمین کی خلافت کے لیے انہیں بھی جنت سے باہر کیا گیا۔ جاؤ۔ دونوں جاؤ۔

اساس آدمیت و قرآن۔ جب آدمؑ زمین پر آئے اور احساس ہو گیا، کہ ترک اولیٰ ہو گیا۔ لغزش ہو گئی تو راتوں میں اور دنوں میں آدمؑ نے اپنی اس لغزش پر رونا شروع کیا۔ ایک دن جبریلؑ آئے۔ کہا: آدمؑ چاہتے ہو کہ تمہاری توبہ قبول ہو جائے اور تمہاری یہ لغزش بخش دی جائے کہا کہ ہاں جبریل میں یہ چاہتا ہوں۔ کہا، میں دعا بتلاتا جا رہا ہوں تم دعا کو پڑھتے جانا:

الٰهی بحق محمدٍ وانت المحمود وبحق علی وانت الاعلی وبحق فاطمة وانت فاطر السماوات والارض وبحق الحسن وانت المحسنُ وبحق الحسینِ وانت قدیم الاحسان۔

مالک تو محمود ہے تجھے محمدؐ کا واسطہ، مالک تو اعلیٰ ہے تجھے علیؑ کا واسطہ، مالک تو آسمان و زمین کا خلق کرنے والا ہے تجھے فاطمہ زہراؑ کا واسطہ، مالک تو، محسنؑ ہے تجھے حسنؑ کا واسطہ، مالک تو قدیم الاحسان ہے تجھے حسینؑ کا واسطہ۔

یہ تاریخ انسانیت کی پہلی دعا ہے اور قبول ہو رہی ہے محمدؐ کے وسیلہ سے، علیؑ کے وسیلے سے، فاطمہ زہراؑ کے وسیلے سے، حسنؑ کے وسیلے سے، حسینؑ کے وسیلے سے۔ تو مجھے اب جملہ کہنے کی اجازت دو گے کہ جب آدمیت کی پہلی دعا ان وسیلوں سے ہٹ کر قبول نہ ہوئی تو تمہاری عبادتیں ان سے ہٹ کے کیسے قبول ہو جائیں گی؟

میں نے کبھی کہا تھا کہ آدمؑ میرا بھی باپ ہے آدمؑ تمہارا بھی باپ ہے۔ جتنے آدمی اس کرہ ارض کے اوپر بستے ہیں ان سب کے باپ آدم علیہ السلام ہیں اور آدم علیہ السلام کی زندگی کی یہ پہلی دعا ہے۔ یعنی پوری نسل انسانی کی پہلی دعا ہے جب پوری نسل انسانی کی پہلی دعا وسیلے کے بغیر قبول نہ ہو تو تمہارے دوسرے اعمال وسیلے کے بغیر کیسے قبول ہو جائیں گے۔

تو اب یہ پنجتن کے نام آدمؑ کی پہلی دعا میں آدمؑ کی زبان سے نکلے تو آدمؑ کی جتنی بھی وراثتیں آئی ہیں آدمیوں تک ان میں ایک وراثت پنجتن کے نام بھی ہیں۔ یہ وراثت ہے آدم علیہ السلام کی تو اب ناخلف کو اور فرمانبردار کو پہچاننے کے لیے زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے نام لے کے دیکھ لو۔ اگر خوش ہو جائے تو فرمانبردار ہے اگر منہ پھیر لے تو ناخلف ہے۔

وسیلہ! سمجھ میں آ گیا، واسطہ! سمجھ میں آ گیا۔ آدمؑ کے بعد پہلا اولوالعزم رسول نوحؑ ہے لیکن نجات نوح کے حوالے سے نہیں ہے کشتی کے حوالے سے ہے۔

نجات ہے! نجات ہے! مگر نوحؑ کے حوالے سے نہیں ہے کشتی کے حوالے سے ہے۔ جو نجات پائے گا نوحؑ کی امت میں سے، اس کے تین ایمان ہوں گے۔

اللہ پہ ایمان، نوحؑ پہ ایمان، نوحؑ کی کشتی پر ایمان۔

جو نجات دینے والی ہے اگر اس کشتی پہ ایمان نہ ہوتا تو سوار ہی کیوں ہوتے؟ چنانچہ جو سوار ہو گئے وہ بچ گئے۔ جو سوار ہو گئے وہ نجات پا گئے۔ کشتی چلی ہے لیکن بیوی کشتی سے باہر رہ گئی۔ کشتی سے انکار کر کے رہ گئی۔ اچھا تو بس اب دو صورتیں تھیں کہ یا تو

بیوی اس کشتی پہ ایمان نہ لاتی لیکن اپنے شوہر کی محبت میں (جو نبی ہیں) کشتی میں سوار ہو جاتی۔

دیکھو اس سے زیادہ احتیاط سے یہ جملہ میں کہہ بھی نہیں سکتا اس لیے کہ PRE-HISTORIC AGE کی بات ہے ماقبل تاریخ کی بات ہے خود میرے علم میں بھی details نہیں ہیں۔ دیکھو نوحؑ کی بیوی کشتی میں سوار نہیں ہوئی تو اب میرے دل میں یہ خیال آیا کہ چلو بھئی تم نبی نہیں مانتی ہو تو ٹھیک ہے کم سے کم شوہر تو مانتی ہو۔ شوہر کی محبت سے سوار ہو جاؤ۔

تو کشتی سے دشمنی، نبی سے بھی دشمن بنا دیتی ہے۔ تو یا نبی اللہ وہ راضی نہیں ہے۔ کشتی میں آنے پر تو ایسا کریں کہ ہاتھ پکڑ کے لے آئیں۔ آپ کی بیوی ہے۔ کہا: نہیں۔ اگر میں انسان کو مجبور سمجھتا تو لے آتا انسان مجبور نہیں ہے۔ مختار ہے۔ لا اکراہ فی الدین دین میں جبر نہیں ہے ہدایت میں جبر نہیں ہے۔

اب کشتی چلی۔ تو کیا ایسا ہوا تھا کہ نوح علیہ السلام نے کشتی میں ایک رسی باندھ دی تھی اور خود کنارے کنارے کھینچتے ہوئے چلے تھے۔ اک سوال ہے کہ ساری امت کو کشتی میں سوار کر دیا۔ اور خود کشتی کے باہر رہ کے ایک رسی باندھ دی اور اسے کنارے کنارے کھینچتے ہوئے لے چلے۔ ایسا تو نہیں ہوا۔ خود نوحؑ بھی کشتی میں سوار ہوئے۔

یہیں تو لانا تھا آپ کو، کہ تم اپنی نجات کی بات کر رہے ہو، نبوت کو بھی نجات کشتی میں ملتی ہے کشتی سے باہر نہیں ملتی۔ یہ Message پہنچ گیا نا میرے سننے والوں تک کہ نبوت کو بھی نجات کشتی کے اندر ہونے پر ملتی ہے کشتی کے باہر ہونے پر نہیں ملتی۔

یعنی نوحؑ کشتی میں داخل ہوئے تو نجات ملی۔ Message دینا چاہ رہا ہوں نوحؑ نے اپنے آپ کو کشتی سے الگ نہیں کیا کہ کشتی اور ہے نوحؑ اور ہے نہیں نوحؑ کشتی کے اندر ہے۔ یہی سبب ہے کہ جب میرے نبی نے چادر کی کشتی بنائی تو خود چادر کے باہر نہیں رہے۔ اندر آ کے بیٹھے۔

بس میرے دوستو! میرے عزیزو! گفتگو اس مرحلے پر تمام ہوئی اور اب میں مصائب تک جانے کے لیے کسی غرض کا محتاج نہیں ہوں۔ علیؑ کی شان میں کہا گیا کہ یہ نوحؑ کی کشتی ہے۔ حسنؑ کے لیے کہا گیا کہ یہ نوحؑ کی کشتی ہے۔ حسینؑ ابن علیؑ کے لیے کہا گیا کہ یہ نوحؑ کی کشتی ہے اور اگر تم حسینؑ ابن علیؑ کی ولادت کے واقعات پڑھو گے تو تمہیں اندازہ ہوجائے گا کہ حسینؑ کو بڑے ہونے کے بعد کشتی نوحؑ نہیں کہا گیا۔ بلکہ جب حسینؑ ایک دن کا بچہ تھا تو اسے میرے نبی نے گود میں لے کر کشتی نوحؑ کہا تھا۔ بچہ پیدا ہوا فرشتے مبارک باد کے لیے آئے۔ حضرت امّ سلمہ کو تو پہچانتے ہونا! اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

پیغمبر اکرمؐ ام سلمہؓ کے حجرے میں تھے، ام سلمہؓ سے کہا کہ تم باہر بیٹھو میرےؐ نواسے کی مبارک باد کے لیے فرشتے آئے ہوئے ہیں۔ ام سلمہؓ اپنے حجرے کی ڈیوڑھی پر بیٹھی ہوئی پیغمبر اکرمؐ کے چہرہ انور کو دیکھ رہی تھیں۔

دیکھا کہ چہرے پر بڑی خوشی ہے۔ نواسہ گود میں ہے اور ایک مرتبہ پیغمبرؐ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ پکار کے کہا: یا رسولؐ اللہ یہ خوشی کا موقع ہے، اللہ نے آپ کو ایک نواسہ دیا ہے رونے کا سبب کیا ہے؟ تو ہچکیاں لے کر میرے نبیؐ نے کہا کہ ام سلمہؓ یہ فرشتے جو آئے تھے نا مبارک باد دینے کے لیے ان میں سے ایک فرشتے نے بتایا کہ میر بیٹا تین دن کا بھوکا پیاسا کربلا کے میدان میں شہید کیا جائے گا۔

جب حسینؑ ابن علی ۲۸ رجب کو تیار ہوئے تو ملنے کے لیے حضرت عبداللہؓ ابن جعفر طیارؓ آئے، حضرت عبداللہؓ بن عباس آئے، حضرت محمد حنفیہؓ آئے۔ نبی ہاشم کے بڑے لوگ آئے جب مرد خدا حافظ کہہ کے چلے گئے تو علیؑ کی بہن ام ہانیؓ، حسینؑ کی پھوپھی وہ آئیں کہنے لگیں: بیٹے تجھے سفر مبارک ہو لیکن میری خواہش یہ ہے کہ تو کچھ دنوں کے لیے اپنے سفر کو ملتوی کردے۔

کہا: پھوپھی اماں۔ بات کیا ہے؟

کہا: بیٹے بات یہ ہے کہ ہم بنی ہاشم کا یہ دستور ہے کہ جب ہمارے گھر میں کوئی مصیبت آنے والی ہوتی ہے تو جنوں کی عورتیں نوحہ و ماتم کرتی ہیں، نظر نہیں آتیں۔

تو بھتیجے سن! جب تمہارے نانا رسول اللہ کا انتقال ہوا تھا تو تین دن تک ان کے گھر سے جنوں کی عورتوں کے رونے کی آوازیں آتی رہیں تھیں۔

جب تیری ماں کا انتقال ہوا تو تین دن پہلے سے وہ ماتم شروع ہوگیا تھا۔

جب علیؑ مرتضٰی دنیا سے گئے جب بھی ماتم کی آوازیں آرہی تھیں۔

جب حسنؑ اس دنیا سے گیا جب بھی نوحہ اور ماتم کی آوازیں آرہی تھیں۔

اب بیٹے تو آج جارہا ہے لیکن میں تین راتوں سے کچھ بیبیوں کے رونے کی آوازیں سن رہی ہوں، جو نظر نہیں آتیں تو بیٹے نہ جا۔

بس یہ سننا تھا کہ کہا: پھوپھی اماں اناللّٰہ و انا الیہ راجعون۔ ام ہانی کو تسلی دی۔ خدا حافظ کہا۔ اتنے میں زوجہ رسول ام سلمہؓ آئیں۔

مجلس تمام ہوگئی لیکن ابھی تو میں مصائب تک پہنچا نہیں بس یہ جملہ سنو اور پھر مجھے اجازت دے دو۔ ام سلمہؓ آئیں۔ اس دن جب رسولؐ روئے تھے اور ام سلمہؓ نے پوچھا تھا کہ یارسولؐ اللہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے تو آپ نے کہا کہ یہ بچہ تین دن کا بھوکا پیاسا مارا جائے گا۔ اس وقت رسولؐ نے انہیں تھوڑی سی مٹی دی اور کہا تھا:

ام سلمہؓ اسے شیشی میں رکھنا جب تک یہ مٹی ہے میرا بیٹا زندہ ہے اور جس دن یہ مٹی خون بن جائے۔ سمجھ لینا میرا حسینؑ دنیا سے چلا گیا۔

ام سلمہؓ آئیں کہا: بیٹا کہیں بھی جاؤ لیکن عراق نہ جانا۔ تیرے نانا ہائے عراق کہہ کے رویا کرتے تھے۔ مجھے سرزمین کربلا کی مٹی دی ہے۔ ایک مرتبہ حسینؑ نے اشارہ کیا سرزمین کربلا بلند ہوئی ساری زمینیں پست ہوئیں اور اپنے ہاتھ سے ایک چٹکی مٹی اٹھائی اور کہا: نانی اماں اسی مٹی میں یہ مٹی بھی رکھ لیں۔ وہ مٹی ام سلمہ کے پاس محفوظ رہی۔

حسینؑ نے کوچ کیا۔ شعبان گزرا۔ رمضان گزرا۔ شوال گزرا۔ ذیقعد کا مہینہ

گزرا۔ ذی الحجہ کا مہینہ گزرا۔ افق مدینہ پر محرم کا چاند نمودار ہوا اور اب ام سلمہؓ کے دل کا عجیب عالم تھا۔ بار بار حجرے میں جاتیں اور اس شیشی کو دیکھتیں۔ خاک ہے۔ دل مطمئن ہوجاتا پھر حجرے میں جاتیں شیشی کو دیکھتی خاک ہے پھر دل مطمئن ہوجاتا۔ عاشور کے دن ظہر کی نماز سے پہلے ام سلمہؓ نے شیشی دیکھی مٹی تھی۔ عصر کے وقت دیکھا خون ہوچکی تھی۔

مجلس دوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡہَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ ۙ وَ السَّآئِلِیۡنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ وَ الۡمُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِہِمۡ اِذَا عٰہَدُوۡا ۚ وَ الصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾

اساس آدمیت اور قرآن کے عنوان سے ہم نے جس سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا ہے وہ اپنے دوسرے مرحلے میں داخل ہورہا ہے۔ اس کے لیے ہم نے سورہ بقرہ کی ایک طویل آیت کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ اس آیت میں پروردگار عالم نے انسانیت کے لیے بنیادی ایمان اور بنیادی اعمال کا اعلان کیا۔ ارشاد فرمایا کہ

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب۔

نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے کو مشرق یا مغرب کی طرف جھکا دو۔

ولکن البر من اٰمن باللّٰہ۔ نیکی یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔

والیوم الآخر اور روز قیامت پر ایمان لاؤ
والملئکۃ اور اللہ کے فرشتوں پر ایمان لاؤ۔
والکتٰب اور اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں پر ایمان لاؤ۔
والنبین اور اللہ کے نبیوں پر ایمان لاؤ۔ ان چیزوں کو ماننا ہے اور اب کرنا کیا ہے؟

واتی المال علی حبہ ذوی القربیٰ اور اپنا مال اُس کی محبت میں غریب رشتہ داروں تک پہنچاؤ۔ یتیموں تک، مسکینوں تک، سوال کرنے والوں تک اور وہ غلام جنہیں معاشرے نے غلام بنالیا ہے ان کو آزاد کرنے کے لیے اپنا مال ان تک پہنچاؤ۔ اور فقط یہ کافی نہیں ہے۔

واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ
نماز قائم کرو، زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور یہ بھی کافی نہیں ہے۔
والموفون بعھدھم اذا عاھدوا
اگر کوئی عہد کرو تو اس کی پابندی کرو اس عہد کو پورا کرو اور یہ بھی کافی نہیں ہے۔

والصّٰبرین فی الباساء و الضراء وحین الباس۔ اگر بیماری آجائے، اگر کوئی پریشانی آجائے، اگر جنگ کی کیفیت پیدا ہوجائے تو ان کیفیتوں میں صبر کرو، بے چینی کا مظاہرہ نہ کرو۔ جو مذکورہ چیزوں کو مانیں اور مذکورہ باتوں پر عمل کریں۔

اولٰئک الذین صدقوا سچے وہی ہیں۔
واولٰئک ھم المتقون اور صاحبان تقویٰ وہی ہیں۔

میرے نبیؐ نے اس آیت کے نزول کے بعد فرمایا: من آمن بھذہ الآیۃ فقد استکمل الایمان جس نے اس آیت پر عمل کرلیا اس کا ایمان کامل ہوگیا۔

اب میں اپنے سارے سننے والوں سے ایک سوال کرنا چاہ رہا ہوں کہ جب اللہ نے ہمیں عقل دی ہے تو ہم خود یہ کیوں نہ طے کریں کہ نیکی کیا ہے کیا نہیں ہے۔ اور پھر

یہیں دوسرا سوال کہ وہ جو کہہ رہا ہے کہ اللہ کو مانو روز آخرت کو مانو، اللہ کے فرشتوں کو مانو، اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں کو مانو، اللہ کے انبیاء کو مانو، تو مان لیں تو کیا فائدہ؟ اور نہ مانیں تو کیا نقصان؟ یہ دو سوال ہیں جو ذہن انسانی میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ بہت آسان ہے ان کا جواب!

سوال کیا ہے کہ ہمیں یہ حق کیوں نہیں دیا کہ ہم طے کریں کہ نیکی کیا ہے اور نیکی کیا نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اگر تم مستغنی بالذات ہو، اگر محتاج نہیں ہو، اگر بے نیاز ہو تو تمہیں حق ہے یہ طے کرنے کا کہ نیکی کیا ہے کیا نہیں ہے۔ لیکن اگر بے نیاز نہیں ہو، کسی کے محتاج ہو تو اس سے پوچھنا ہوگا کہ نیکی کیا ہے کیا نہیں ہے۔

دنیا میں بچہ آیا تو علم کے بغیر آیا۔ غذا کے بغیر آیا۔ لباس کے بغیر آیا، اسے غذا فراہم کی ماں نے، لباس دیا باپ نے، علم فراہم کیا استاد نے۔ تو وہ محتاج تھا یا نہیں؟ تو اس کو بھی مانو کہ جب آئے تو ہدایت کے محتاج تھے ہدایت لے کر نہیں آئے۔ تو آدمیت ہدایت کی محتاج ہے، ہر آنے والا بچہ زبان حال سے پکارتا ہے۔ ''ہمیں ہدایت چاہیئے۔'' تو اگر یہ بات طے ہے کہ ہر آنے والے کو ہدایت چاہیئے تو پھر کچھ ایسے بھی ہونا چاہئیں جو ہدایت لینے کے لیے نہ آئیں بلکہ ہدایت دینے کے لیے آئیں۔

تو بچہ ماں کا محتاج، کھانے کا محتاج، استاد کا محتاج، جو کتابیں اس نے پڑھیں ان کتابوں کا محتاج۔ لیکن جب بڑا ہوا تو ماں کا محتاج نہ رہا۔ دوسری غذائیں مل گئیں۔ بچپن میں جو لباس ماں نے پہنا دیا پہن لیا لیکن جب بڑے ہو گئے تو اس لباس سے مستغنی ہو گئے۔ اب دوسرا لباس چاہیئے۔

اور بڑے ہوئے تو استاد کے محتاج ہو گئے۔ لیکن جب پڑھ لیا تو استاد سے بے نیاز ہو گئے۔ بے نیاز ہوئے جا رہے ہو۔ جب تم پڑھ رہے تھے تو کتابوں کے محتاج تھے جب کتابیں پڑھ لیں تو کتابوں سے بے نیاز ہو گئے۔ لیکن اگر زندگی جاری ہے تو خالق سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

تم کہہ سکتے ہو، میں کہہ سکتا ہوں کہ ماں اور باپ نے ہمیں پیدا کر دیا ان کا کردار ختم ہوگیا اسی طرح اللہ نے ہمیں خلق کر دیا اب اللہ کی ضرورت کیا ہے؟

تو یہ وقت جو گزر رہا ہے غیر محسوس طریقے پر گزر رہا ہے۔ صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے پھر دوسری صبح آ جاتی ہے اور ہمیں احساس نہیں ہوتا لیکن وقت گزرتا رہتا ہے۔ ایسے غیر محسوس طریقے سے وقت گزرتا ہے کہ جیسے سر کے بال بڑھتے ہیں بڑھتے ہوئے نظر نہیں آتے، ناخون بڑھتے ہیں بڑھتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ اسی طرح سے وقت گزرتا ہے گزرتا ہوا نظر نہیں آتا۔

وقت کی سب سے چھوٹی اکائی کا نام ہے سیکنڈ۔ اسے لمحہ کہہ لو، آن کہہ لو۔ تو ہمارے اوپر سے قطرہ قطرہ کر کے لمحوں کی صورت میں وقت گزر رہا ہے۔

بڑا نازک مرحلۂ فکر ہے۔ میں بھی عادی ہوگیا ہوں اس منبر سے مشکل مسائل بیان کرنے کا اور تم بھی عادی ہو اس منبر سے مشکل مسائل سننے کے۔

اب اگر سوچو تو جو لمحہ تم پر سے گزر گیا، وہ تمہارا ماضی ہے۔ جس میں بیٹھے ہو وہ تمہارا حال ہے اور جو گزرنے والا ہے وہ تمہارا مستقبل ہے۔ میں پوری عالم انسانیت سے پوچھوں کہ جس لمحے میں تم بیٹھے ہو تو اسی میں تم زندہ ہو نا! تو تمہاری زندگی ایک لمحے کی ہے۔ یہ ایک لمحے کی زندگی سو سال کی کون بناتا ہے۔ اگر تم چاہو تو ایک لمحے سے زیادہ زندہ نہ رہ سکو۔ اس ایک لمحے کو سانسوں سے منطبق کر کے دیکھ لو۔ اگر رک جائے تو مر جاؤ۔ اگر باہر آ گئی اور پھر اندر نہ گئی تو مر جاؤ۔ تو ایک ہی سانس کے تو ہو نا!

تو تمہارا وجود ایک ہی سانس کا ہے نا! تو وہ اگر سانس روک لے تو زندہ نہ رہ سکو۔ تو جب تک زندہ ہو اسی کے محتاج ہو۔

پوری عالم انسانیت اپنی بقاء کے لیے اس کی محتاج ہے۔ عالمین بھی اللہ کے محتاج، انسان بھی اللہ کے محتاج، اسی لیے جب قرآن شروع ہوا تو آواز دی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیمo الحمد للّٰہ رب العالمینo

عالمین کو باقی رکھنے والا اللہ۔

اور جب قرآن ختم ہوا تو آواز دی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیمo قل اعوذ برب الناس۔

تو اب کائنات ہو وہ بھی اللہ کی محتاج، انسان ہو وہ بھی اللہ کا محتاج۔ جانور اپنی بقا کے لیے اللہ کا محتاج ہے لیکن زندگی گزارنے کے لیے قرآن کا محتاج نہیں۔ لیکن انسان اپنی بقا میں اللہ کا محتاج اور اپنی زندگی گزارنے میں معاشرہ کا محتاج۔ تو آدمی وہ ہوگا جو ایک طرف اللہ سے رابطہ رکھے ایک طرف معاشرہ سے رابطہ رکھے۔ اللہ سے رابطہ ہوگا نماز قائم کرو۔ بندے سے رابطہ ہوگا زکوٰۃ دیتے رہو۔

ہم اللہ کے محتاج رہیں گے اس کے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔ میرے پاس ایک چھوٹی سے دلیل ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ تم ماں کے محتاج تھے بچپن میں۔ جب تم بڑے ہوئے تو تمہیں اچھی غذائیں مل گئیں اب ماں کے محتاج نہیں رہے۔ بدلہ مل گیا نا!

اچھا تم لباس کے محتاج تھے جب بڑے ہوئے تو اس لباس کے محتاج نہ رہے۔ بدلہ مل گیا۔ تم علم کے محتاج تھے۔ تمہیں علم دے دیا استاد نے، تمہیں علم دے دیا کتابوں نے۔ بدلے میں کچھ مل گیا۔ تم اللہ کے محتاج تھے۔ اگر دو اللہ ہوں تو اس کے بدلے اس کے پاس چلے جاؤ۔ مجبوری یہ ہے، کہ ہے ایک تو اُسی کو ماننا ہے۔

اب میری گفتگو تلخیص پا رہی ہے کہ اس اللہ سے رشتہ کو جوڑ لینا، نیکی یہی ہے کچھ اور نہیں ہے وہ اللہ جو تمہاری بقا کا ضامن ہے جو تمہارے وجود کا ضامن ہے اس سے رشتہ کو استوار کرنا یہی نیکی ہے۔

ایک رشتہ اللہ سے، ایک رشتہ معاشرہ سے۔

اقام الصلوٰۃ وایتائ الزکوٰۃ نماز قائم کرو زکوٰۃ دیتے رہو۔ چیلنج کر رہا ہوں کہ پورے قرآن میں یہ کہیں نہیں ہے کہ زکوٰۃ نکالتے رہو۔

نکالنے میں اور دینے میں فرق کیا ہے؟ ... اگر نکالو گے تو غریب تمہاری ڈیوڑھی پر آئے گا اور اگر دینے جاؤ گے تو تم اس کی ڈیوڑھی پر جاؤ گے۔

زکوٰۃ ادائیگی کا حکم ہے زکوٰۃ نکالنے کا حکم نہیں ہے۔ ایک طرف غریب کو روکا تو نہ نکل مانگنے کے لیے اور اس طرح اس کی احساس کمتری کو دور کیا اور دوسری طرف امیر کو مجبور کیا کہ غریب کے دروازے پر آئے تاکہ احساس برتری کا خنّاس دماغوں سے نکل جائے۔

پوری فقہ اسلامی کا خلاصہ ہے کہ جو صاحبِ نصاب ہو وہ مستحق تک پہنچائے۔ لیکن پوری تاریخ اسلام میں صرف ایک نظر آیا جو زکوٰۃ لینے کے لیے آیا ہے۔

میں نے آج سے اٹھارہ (۱۸) سال پہلے اس منبر سے ایک جملہ کہا تھا کہ علیؑ دینے کے لیے نہیں گئے۔ انگوٹھی دے دی۔ یہ وہی انگوٹھی تھی جو سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ میں تھی۔

جب تک وہ انگوٹھی سلیمانؑ کے ہاتھ میں رہی وہ بادشاہ رہے۔ اور ایک دن وہ نہانے کے لیے دریا پر گئے اتفاق سے وہ انگوٹھی ضائع ہوگئی۔ بادشاہت چھن گئی اور پھر کسی مچھلی کے پیٹ سے وہ انگوٹھی سلیمان کو واپس ملی تو بادشاہت واپس آئی۔ تو یہ وہ انگوٹھی تھی جس پر سلیمانؑ کی بادشاہت کا مدار تھا۔ علیؑ نے وہ انگوٹھی زکوٰۃ میں دے دی۔

زکوٰۃ مال کے چالیسویں حصہ کو کہتے ہیں۔ تو جس نے سلیمان کی بادشاہت زکوٰۃ میں دے دی ہو اس کی پوری بادشاہت کیا ہوگی؟!

لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے کو مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف جھکا دو۔

تو میں نے کیا سوال قائم کیا تھا کہ مالک ہمیں یہ حق کیوں نہیں ہے کہ ہم طے کریں کہ نیکی کیا ہے اور نیکی کیا نہیں ہے۔ اس لیے حق نہیں ہے کہ ہم محتاج ہیں اور جب محتاج ہیں تو جو ہماری احتیاجات کو پورا کرنے والا ہے حق فیصلہ اس کے پاس ہوگا کہ نیکی

کیا ہے نیکی کیا نہیں ہے۔ تو اب ربط رکھنا ہے اللہ سے اور اسی ربط رکھنے کا نام نیکی ہے۔

اس نیکی کا انفرادی نام ہے عبادت اور عبادت ہوتی ہے قربةً الی اللّٰہ۔ اللہ کے قریب ہونے کے لیے، تو نیکی وہ عمل ہوگا جو تمہیں اللہ سے قریب کردے۔ جو عمل اللہ سے دور کرے وہ نیکی نہیں ہوتی۔

کمال کی بات یہ ہے کہ روزہ نیکی ہے بہت بڑی، خمس وزکوٰۃ نیکی ہے بہت بڑی، حج بہت ہی بڑی نیکی ہے۔ نماز بہت بڑی نیکی لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ان سب نیکیوں میں اللہ نے نماز کو ایک خاص اہمیت دی ہے۔

اور میرے نبیؐ نے کہا: الصلوٰۃ عمود الدین۔ نماز دین کا ستون ہے۔

روزہ کو نہیں کہا دین کا ستون حالانکہ بہت بڑی عبادت ہے، خمس وزکوٰۃ کو نہیں کہا، حج وجہاد کو نہیں کہا، نماز کو دین کا ستون کہا۔

پوری زمین پر جتنی بھی مخلوقات پائی جاتی ہیں، کچھ وہ ہیں جو رینگتی ہوئی چلتی ہیں، کچھ وہ ہیں جو چار پیروں سے چلتی ہیں، کچھ وہ مخلوقات ہیں جو قیام میں چلتی ہیں۔ انسان کھڑا ہو کر چلتا ہے، گائے، بھینس، گھوڑے، گدھے چار پیروں پر چلتے ہیں، سانپ، بچھو، حشرات الارض یہ رینگتے ہوئے چلتے ہیں۔ چوتھی کیفیت نہیں ہے۔ یا قیام کی حالت میں چلے یا چاروں پیروں سے چلے یا سینے کے بل چلے۔

نماز میں قیام رکھا کہ انسانیت کی نمائندگی ہو جائے، رکوع رکھا کہ چوپاؤں کی نمائندگی ہو جائے، سجدہ رکھا کہ حشرات الارض کی نمائندگی ہو جائے۔ تو یہ نماز تمام مخلوقات کی نمائندگی ہے اللہ کی بارگاہ میں۔

تو روزہ دین کا ستون نہیں ہے، حج دین کا ستون نہیں ہے۔ بہت بڑی عبادتیں ہیں کہ جن کا نام لے رہا ہوں خمس وزکوٰۃ دین کے ستون نہیں ہیں۔ بات کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ ہر ایک عمر میں ایک ایک مرتبہ واجب ہے یعنی حج اللہ سے قریب کرتی ہے لیکن عمر میں ایک مرتبہ۔ خمس وزکوٰۃ اللہ سے قریب کرتے ہیں لیکن سال میں ایک مرتبہ، روزہ

اللہ کے قریب کرتا ہے لیکن سال میں ایک مرتبہ تیس دن۔ اور نماز اللہ کے قریب کرتی ہے چوبیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ۔

تو اصول ملا کہ جو عبادت اللہ سے زیادہ قریب کرے وہ زیادہ اہم۔ تو انسانوں میں بھی وہ انسان زیادہ اہم ہوتا جو بندوں کو زیادہ اللہ سے قریب کردے۔

(اب سوال یہ ہے کہ) اگر اللہ سے قریب ہوگئے تو کیا عبادتوں کی ضرورت نہیں؟ رسولؐ قاب قوسین پر گئے۔ اب اور قربت کا مرحلہ نہیں ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ رسول کو اب عبادتیں نہیں کرنی چاہئیں؟

دیکھو نماز کیوں پڑھتے ہو: اللہ سے قریب ہونے کے لیے،

روزہ کیوں رکھتے ہو؟ اللہ سے قریب ہونے کے لیے۔

حج کیوں کرتے ہو؟ اللہ سے قریب ہونے کے لیے۔

خمس و زکوٰۃ کیوں دیتے ہو؟ ... اللہ سے قریب ہونے کے لیے۔

تو سارے کام کر رہے ہو اللہ سے قریب ہونے کے لیے۔ تو جب اللہ سے قریب ہوگئے تو اب تو عبادت کی ضرورت نہیں۔ اسی اصول کو توڑا ہے میرے نبیؐ نے کہ میں قرب کی آخری منزل پر ہوں، قاب قوسین پر پہنچ گیا۔ لیکن اتنا قریب اب بھی نہیں ہوا کہ عبادت سے بے نیاز ہو جاؤں۔

جانے کے بعد سجدہ کیا کہ تجھ سے قریب تو ہوگیا ہوں لیکن اور قریب ہونے کے لیے سجدہ کر رہا ہوں۔ تو یہ ولی دلیلیں دیتے ہیں کہ ہم اللہ سے قریب پہنچ گئے ہیں اب نماز کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے ولی بناؤ گے تو ایسے ہی احمق ملیں گے۔

میرے نبیؐ کی پوری زندگی دیکھو۔ غار حرا میں کیوں رہا؟ ... اللہ کے لئے۔

مکہ کی زندگی میں پتھر کیوں کھائے؟ اللہ کے لئے۔

طائف کی پہاڑیوں میں زخمی کیوں ہوا؟ اللہ کے لئے۔

بدر کی جنگ میں کیوں گیا؟...... اللہ کے لیے۔

ہجرت کیوں کی؟ اللہ کے لیے

مباہلہ کیوں کیا؟ اللہ کے لئے

توجب بھی میرے نبی کے کسی فعل کے لیے سوال کروگے کہ یہ کیوں کیا۔

تو جواب آئے گا "اللہ کے لئے !!"

اور اب میں نبی کے بعد پوچھ رہا ہوں کہ علیؑ کہاں پیدا ہوا؟ اللہ کے گھر میں

علیؑ کہاں شہید ہوا؟ اللہ کے گھر میں تو ان سے موازنہ کروگے جو میٹرنٹی ہوم میں پیدا ہوتے ہیں؟

میں یہی سمجھانا چاہ رہا ہوں اپنے محترم سننے والوں کو: کہ مکّہ کے چوراہوں پر پیدا ہونے والے اور ہیں، اللہ کے گھر میں پیدا ہوانے والا اور ہے۔ یہ پہلا انسان ہے تاریخ آدمیت کا کہ جس کی پوری زندگی اللہ کے دوگھروں کے درمیان گزری ہے۔

تو اس زندگی میں وہ کرتا کیا رہا؟ یا خدا کے رسول کی حفاظت کرتا رہا یا خدا کے دشمنوں سے لڑتا رہا۔ پوری زندگی گزری ہے خدا کے لیے تو کیا اس کا ذکر خدا کا ذکر نہیں ہوگا اور اس کو پکارنا خدا کو پکارنا نہیں ہوگا؟ کب تک غیر اللہ کی مدد کو شرک اور بدعت کہتے رہوگے۔تم چیخ رہے ہو کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا بدعت ہے اور اللہ کہہ رہا ہے:

اِن تنصروا اللّٰہ ینصرکُم (سورۃ محمدؐ آیت ۷)

اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ ارے غیر اللہ سے مدد مانگنا اللہ کی سُنّت ہے۔

سورہ بقرہ آیت ۲۴۵ میں ارشاد ہوا من ذاالّذی یقرضُ اللّٰہ قرضاً حسناً۔

اللہ قرض بھی مانگتا ہے غیر اللہ سے اور ہم نے اللہ کے نبی کی سنت کی طرف نظر کی۔

ایکم یھاجرونی فی ھٰذا الامر۔ امر نبوت میں میری مدد کرنے والا کون ہے؟

تو یارسول اللہ آپ تو نبی اللہ ہیں اللہ نے بھی مدد مانگی ہے۔ تو یہ علیؑ سے مدد

مانگنا شرک کیسے ہوگیا؟ نبی نے براہ راست نہیں کہا کہ یا علیؑ تم میری مدد کو آ جاؤ بلکہ عمومی طور پر کہا کہ تم میں سے کون ہے جو میری مدد کرے گا۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ جانبداری سے مددگاری کا عہدہ دے دیا۔

یہ "ایکم" قرآن مجید میں بھی ہے۔ جب حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے تخت کو لانے کے لیے درباریوں سے کہا۔

ایکم یا تینی بعَرشِھا (سورہ نمل آیت ۳۸) تم میں سے کون ہے جو اس کے تخت کو لے کر آئے۔

قال عفریت من الجن جنوں کا ایک سردار بولا کہ میں دربار کے برخواست ہونے سے پہلے اس تخت کو لے آؤں گا۔

قال الذی عنده علم من الکتاب اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا۔ کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔ تو سلیمانؑ پہلے ہی کہہ دیتے کہ تم لے آؤ! نہیں بلکہ مجمع سے پوچھا کہ تم میں سے کون ہے لانے والا تاکہ کھوٹے کھرے کی پہچان ہوجائے۔

یہی جملہ دعوتِ ذوالعشیرہ کے روز کہا اور یہی جملہ "ای کم" کے ساتھ میرے نبیؐ نے ہجرت کی شب سے پہلے شام کو کہا کہ تم میں سے کون ہے جو آج کی رات میرے بستر پر سو جائے

یہ جملہ کیوں کہا؟ معلوم ہے کہ علیؑ کو سونا ہے۔ تو سلا دیجیے یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ تم میں کون ہے جو آج کی رات میرے بستر پر سو جائے؟ تو یہ کہہ کر بتانا یہی تھا کہ دوسرے کام کرنے والے بہت مل جائیں گے سونے والا ایک ہی ملے گا۔

بعض لفظ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی بلاغت کی ضرورت نہیں ہوتی لفظ خود بولتے ہیں۔ ذوالعشیرہ میں کہا۔

ایکم یھاجرونی فی ھذا الامر تم میں وہ ایک کون ہے۔ جو میری مدد کرنے

والا ہے۔

تو رسولؐ نے مانگا ہی ایک تھا تو دوسروں کو پریشانی کیوں؟

تو زندگی بھر مدد کی رسولؐ کی علیؑ نے۔ اور کیا تمہاری مدد نہیں کی؟ ...

کیا بھول گئے ناد علی مظهر العجائب کل همٍ وغمٍ

دنیا کے سارے مسائل حل ہوں گے علیؑ کو پکارنے سے۔ اب وہ نبی ہوں یا امت ہو علیؑ کو پکارے بغیر مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

تم اُدھر سے اِدھر آئے ہو والدین کے ذریعے۔ آغاز کا انجام سے ربط ہوتا ہے۔ اور اِدھر سے اُدھر جاؤ گے امام کے ذریعے۔

یوم ندعوا کل اُناسٍ باما مهم (سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۱)

قیامت میں ہم لوگوں کو بلائیں گے ان کے اماموں کے ذریعے۔ خلیفہ کے ذریعے نہیں بلایا جائے گا۔ بادشاہ کے ذریعے نہیں بلایا جائے گا۔ خلیفۃ المسلمین کے ذریعے نہیں بلایا جائے گا۔ صدر مملکت کے ذریعے نہیں بلایا جائے گا۔ جنہیں انتخاب کیا ہے اپنی مرضی سے، ان کے ذریعے نہیں بلایا جائے گا۔

اللہ نے تمہیں بلایا ہے امام کے ذریعے اگر ''صدر'' کے ساتھ چلے گئے تو حشر کیا ہوگا؟

تو اللہ امام کے ساتھ بلائے گا اب وہ اچھا امام ہو یا برا امام۔ دنیا میں نہیں کھلا لیکن وہاں جا کر پتہ چلے گا کہ اچھا امام کون ہے برا امام کون ہے۔ لیکن نبی دین کے لیے بتا گیا۔ کندھے پر ہاتھ رکھ کے کہہ گیا۔

انت امام المتقین انت قسیم النار و الجنة۔

تو ہے متقین کا امام اور تو ہے جنت اور دوزخ کا تقسیم کرنے والا۔

اور پھر اس کے بیٹوں کے بارے میں کہا: **الحسن و الحسین امامین قاما او قاعدا۔**

حسنؑ و حسینؑ دو امام ہیں، جنگ کریں تب بھی امام ہیں۔ صلح کریں تب بھی امام

ہیں، صلحِ حسنؑ بھی امامت ہے جنگ کربلا بھی امامت ہے۔

بھیا عباس! اب مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہا۔

عباسؑ نے سامانِ سفر کی تیاری کی۔ جب سامانِ سفر تیار ہوگیا تو ابو الفضلِ العباسؑ دولت سرا میں گئے، ایک کرسی لائے۔ کرسی بچھائی اور حسینؑ کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔

ناقے لائے گئے، سامان بار ہوا۔ ناقے بڑھتے رہے۔ بیبیاں سوار ہوتی رہیں۔ جب پورا قافلہ تیار ہوگیا تو حسینؑ ابن علیؑ نے ام ھانی کو رخصت کیا۔ حضرت حنفیہ کو رخصت کیا اور تمہیں یاد ہے ناکہ ایک بیمار بیٹی جسے حسینؑ مدینے میں چھوڑ کے گئے تھے۔ اس سے رخصت ہوئے۔

جب حسینؑ ذوالجناح پر بلند ہوئے تو نبی ہاشم کی عورتوں نے آکر حسینؑ کے ذوالجناح کو گھیر لیا۔ کہا: فرزند رسولؐ ہم یہ تو کہنے نہیں آئے کہ آپ سفر کو ملتوی کردیں لیکن ایک چھوٹی سی خواہش یہ ہے کہ ہم دو رویہ قطار بنا کر کھڑے ہوجائیں اور شہزادی زینبؑ کی سواری ہمارے درمیان سے گزر جائے۔

یہ نبی ہاشم کی عورتوں کی خواہش تھی اور وہ وقت بھی آیا جب کوفہ کے بازار میں شہزادی کی سواری گزر رہی تھی اور منادی آواز دے رہا تھا تماشا دیکھنے والوں! یہ نبی ہاشم کے قیدی ہیں۔

قافلہ چلا آگے آگے ذوالجناح پر حسینؑ ہیں۔ ان کے پیچھے انصار واحباب کا مجمع ہے ان کے پیچھے خاندان کے مرد، ان کے پیچھے سیدانیوں کی سواریاں اور سب سے آخر میں ابوالفضل العباسؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہیں۔ سر جھکا ہوا ہے۔

قافلہ محلّہ نبی ہاشم سے اس شان سے برآمد ہوا۔ ابھی مدینہ ختم نہیں ہوا۔ مدینہ باقی تھا۔ کہ اتنے میں عباسؑ نے کچھ دیکھا۔ گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ سیدانیوں کے ناقوں سے گزرے، احباب کے گھوڑوں سے گزرے حسینؑ کی خدمت میں آئے اور کہا: مولا کچھ

دیر کے لیے رُک جائیں۔

حسینؑ نے کہا: ہم تو ابھی چلے ہیں رکنے کا سبب کیا ہے؟ تو عباسؑ نے اپنی زبان سے کچھ نہیں کہا مڑ کر پیچھے دیکھا۔ اب جو حسینؑ نے پیچھے دیکھا تو دیکھا بیمار بیٹی نانی کا ہاتھ تھامے ہوئے یہ کہتی ہوئی آ رہی ہے:

محلاً محلاً یا ابی۔ اے بابا ٹھہر جائیں۔

قریب آئی بابا کو سلام کیا اور کہا: بابا میں اس لیے نہیں آئی کہ میں آپ سے اصرار کروں کہ آپ مجھے لے چلیں، بابا میں تو اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھنا چاہتی تھی۔

صغرا نے باپ کو سلام کیا، پھوپھی کو سلام کیا، ماں کو سلام کیا، بھائی کی طرف ہاتھ اٹھائے۔ بچہ ہمک کر بہن کی گود میں آ گیا۔ بیمار بیٹی بھائی کو پیار کرنے لگی۔

ایک مرتبہ حسینؑ نے آواز دی قافلے کو روانہ کیا جائے۔ شہزادی زینبؑ آگے بڑھیں۔ بیٹا اصغر گود میں آ جا۔ اصغر گود میں نہ آیا۔ ماں آگے بڑھیں بیٹے میری گود میں آ جا۔ بیٹا نہ آیا۔ بہن سے چمٹا رہا۔ ایک مرتبہ حسینؑ آگے بڑھے۔ اصغر کے کان میں کہنے لگے: بیٹے کیا تیر کھانے کے لیے پیدا نہیں ہوا تھا؟

بیٹا باپ کی گود میں آ گیا۔

مجلس سوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝
لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡہَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ ۙ وَ السَّآئِلِیۡنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ وَ الۡمُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِہِمۡ اِذَا عٰہَدُوۡا ۚ وَ الصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾

عزیزان محترم! سورۂ بقر کی ۱۷۷ ویں آیت کے ذیل میں یہ ہمارا تیسرا سلسلہ گفتگو ہے جس کے لیے عنوان معین ہے ''اساس آدمیت اور قرآن۔'' کل گفتگو اس مرحلے پر رکی تھی کہ اس آیہ مبارکہ میں پروردگار عالم نے نیکی کی تعریف بیان فرمائی۔

لیس البران تولو اوجوھکم قبل المشرق وَالمغرب۔ یہ نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے کو مشرق یا مغرب کی طرف جھکا دو۔

ولکن البرّ من آمن باللّٰہ والیوم الآخر والملائکۃ والکتاب والنبین۔
نیکی یہ ہے کہ خدا پر ایمان لاؤ، قیامت پہ ایمان لاؤ، فرشتوں پر ایمان لاؤ، خدا کی

بھیجی ہوئی کتابوں پر ایمان لاؤ اور خدا کے بھیجے ہوئے نبیوں پر ایمان لاؤ اور تنہا حقیقتوں کو مان لینا کافی نہیں ہے بلکہ جو کمایا ہے اسے اللہ کی بارگاہ میں خرچ کرو۔

وآتیٰ المال علیٰ حبُه۔ اللہ کی محبت میں اپنے مال کو خرچ کرو۔ کن پر خرچ کرو؟

ذوی القربیٰ۔ غریب رشتہ داروں پر۔

والیتٰمیٰ والمساکین۔ مسکینوں پر، مسافروں پر، مانگنے والوں پر اور ان غلاموں پر خرچ کرو جن کی زندگیاں غلامی میں گزر رہی ہیں۔

اور یہی کافی نہیں ہے نماز کو قائم کرو زکوٰۃ دیتے رہو۔ اب یہ نماز اور زکوٰۃ بھی کافی نہیں۔ اگر کوئی وعدہ کرو تو وعدہ کو پورا کرو۔ اسلام کی بنیاد بد دیانتی نہیں ہے ایفائے وعدہ ہے۔

والصابرین فی البآساءِ والضراءِ اور دیکھو وعدہ کو پورا کرلینا ہی کافی نہیں ہے۔ اگر مرحلہ آئے صبر کرو، اگر پریشانی آئے صبر کرو، اگر جنگ کے حالات پیدا ہوجائیں صبر کرو۔

اگر اس پورے ایجنڈے پر عمل کیا تو اولٰئک الذین صدقوا۔

سچے وہی ہوں گے۔ متقی وہی ہوں گے۔ سچے وہی کہلائیں گے۔ متقی وہی کہلائیں گے۔ اس طرح آیہ مبارکہ میں نیکیوں کی فہرست دے دی۔ تو کچھ چیزوں کو ماننا ہے، کچھ چیزوں کو کرنا ہے۔

گفتگو اپنے تیسرے مرحلے میں داخل ہوئی۔ "برّ" کہتے ہیں نیکی کو "ب" "ر" پر تشدید ہے۔ "برّ" یعنی نیکی۔ کچھ چیزوں کو ماننا نیکی ہے، کچھ حقیقتوں کو ماننا نیکی ہے اور کچھ کاموں کو کرنا نیکی ہے۔

اب تلخیص دے رہا ہوں۔ تم اسے نیکی کہو ..... خیر کہو ..... دین کہو ..... اسلام کہو عبادت کہو۔ لفظ الگ الگ ہیں مفہوم ایک ہے۔ ذرا میں قریب ہوجاؤں اپنے

سننے والوں سے، دیکھو لفظ الگ الگ ہیں۔

ایک لفظ ہے ''عبادت''، ایک لفظ ہے ''خیر''، ایک لفظ ہے ''نیکی''، ایک لفظ ہے ''دین''۔ ایک لفظ ہے ''اسلام''، ایک لفظ ہے ''صراطِ مستقیم''، جو نیکی ہے وہی دین ہے، وہی عبادت ہے۔ وہی صراطِ مستقیم ہے۔

اچھا تو اب میں نے یہ جملہ کیا کہا؟ جو نیکی ہے وہی خیر ہے، وہی تقویٰ ہے، وہی عبادت ہے، وہی دین ہے، وہی اسلام ہے، وہی صراطِ مستقیم ہے۔ بھئی پانچ وقتوں میں آواز دے رہے ہو۔

اھد نا الصراط المستقیم ۔ کھڑے ہو اللہ کی بارگاہ میں اور کہہ رہے ہو پروردگار سیدھا راستہ دکھلا دے۔

صراط الذین انعمت علیھم کچھ لوگ ہیں جن پر تو نے نعمتیں اتاری ہیں۔ مالک انکا راستہ دکھلا دے۔ یعنی اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہوئے تم اللہ کا راستہ نہیں مانگ رہے ہو لوگوں کا راستہ مانگ رہے ہو۔ کتنی عجیب وغریب بات ہے کہ کھڑے ہیں اللہ کے سامنے تو دعا مانگو اللہ پروردگار اپنا راستہ دکھا دے۔ نہیں اپنا نہیں۔ نعمت پانے والوں کا راستہ دکھلا دے۔ بھئی ہزاروں مرتبہ تم نے یہ آیت پڑھی ہوگی۔ ہزاروں مرتبہ سنی ہوگی۔

اچھا جو صراطِ مستقیم نعمت پانے والوں کا راستہ ہے اسی صراطِ مستقیم کے لیے پروردگار نے قرآن میں آواز دی۔

وان ھذا صراطی مستقیما۔ (سورہ انعام آیت ۱۵۳)

یہ راستہ جو نعمت پانے والوں کا راستہ ہے ''صراطی'' یہ میرا بھی راستہ ہے۔ اللہ کہہ رہا ہے یہ جو میرا راستہ ہے یہ مستقیم ہے۔ ''فاتّبِعوہُ'' اسی راستے پر چلتے رہو۔ بھئی راستہ کسے کہتے ہیں؟ جس میں چلا جائے۔ اللہ کہہ رہا ہے یہ میرا راستہ ہے۔ تو کب آیا چلنے کے لیے؟ تو ہیں کچھ اللہ جیسے جو چلتے رہے اس راستے پر۔

اب دیکھو ہزاروں مرتبہ تم نے یہ آیہ مبارکہ سنی ہوگی لیکن اب مجھ سے سنتے جاؤ یہ

تمہارے کام آ جائے گی۔ تو کچھ ہیں ایسے جن کا چلنا اللہ کا چلنا ہے۔ وہ ہیں کون؟

صراط الذین انعمت علیهم۔

پروردگار ان کا راستہ جن پر تم نے اپنی نعمتیں اتاری ہیں۔ تو نعمت والوں کا راستہ مانگ رہے ہونا!

تو نعمت کیا فرعون پر نہیں اتری؟ نعمت کیا نمرود پر نہیں اتری؟

نعمت قارون پہ بھی آئی، نعمت ابولہب کو بھی آئی۔ آئی یا نہیں؟

رزق نعمت ہے، دین نعمت ہے۔ اولاد نعمت ہے۔

دنیا میں زندگی گزارنا، سانس لینا نعمت ہے۔

تو یہ نعمتیں فرعون اور نمرود کو نہیں ملیں؟ پوری طرح محسوس کرو تو پھر میں اس مقام سے آگے بڑھوں گا۔

رزق نعمت ہے۔ اولاد نعمت ہے۔ سایہ نعمت ہے۔

مکان نعمت ہے۔ کثرتِ نسل نعمت ہے۔

رزق واسع نعمت ہے۔ زمین پہ چلنا نعمت ہے۔

سانس لینا نعمت ہے۔

کچھ لوگوں کو اپنا پابند بنا لینا نعمت ہے۔ تو یہ نعمت تو فرعون کے پاس بھی تھی،

یہ نعمت تو نمرود کے پاس بھی تھی،

ہامان کے پاس بھی تھی، قارون کے پاس بھی تھی۔

تو اب یہ کون سی نعمت مانگ رہے ہو؟ تو آدھا جملہ کہہ کر سوال کرتے ہو۔ بھئی جملہ پورا کرو۔

صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم و الضالین۔

مالک نعمت والوں کا راستہ دیدے، غضب والوں کا نہیں، گمراہوں کا نہیں۔ اب جو نعمت والا ہوگا وہ غضب والا نہیں ہوگا؟ گمراہ نہیں ہوگا؟ یہ نہیں کہا کہ پروردگار نعمت

والوں کا راستہ بتلا دے اس لیے کہ نعمت والوں میں فرعون بھی ہے، ہامان بھی ہے، قارون بھی ہے، ابولہب بھی ہے، ابوجہل بھی ہے۔

یہ سب وہ ہیں جنہوں نے نعمتیں پائی ہیں تو اب اللہ نے قید لگادی کہ فرعون غضب والا ہے، فرعون گمراہ ہے۔ نمرود غضب والا ہے، نمرود گمراہ ہے۔ نعمتیں ہوں لیکن غلطیاں ساتھ میں، گمراہی ساتھ میں تو اور اب ایسے تلاش کرو جن کے پاس فقط نعمتیں ہوں غضب نہ ہو۔ فقط نعمتیں ہوں گمراہی نہ ہو۔ تو اب میں ایک جملہ سے انکا تعارف کراؤں گا اور آگے بڑھ جاؤں گا۔

دیکھو جہاں غضب ہوگا وہاں رحمت نہیں ہوگی اور جہاں رحمت ہوگی وہاں غضب نہیں ہوگا دو ہی صورتیں ہیں۔ میں واضح کرنا چاہ رہا ہوں کہ وہ ہیں کون نعمت والے جن پر غضب نہیں آیا اللہ کا اور جو گمراہی کا کبھی شکار نہیں ہوئے۔ یہ ہیں کون؟ تو یا دن ہوگا یا رات ہوگی دونوں متضاد ہیں۔

اگر دن ہوگا تو رات نہیں ہوگی اگر رات ہوگی تو دن نہیں ہوگا۔

اگر خیر ہے تو شر نہیں ہوگا اگر شر ہے تو خیر نہیں ہوگا۔

اگر غضب ہے تو رحمت نہیں ہوگی۔

اگر رحمت ہے تو غضب نہیں ہوگا۔ اب کہاں تلاش کریں جن کے پاس فقط رحمت ہو غضب نہ ہو، بھئی ایک آیت نے بتلادیا۔ ان اللّٰہ وملائکۃ یصلون علی النبی یا ایھاالذین اٰمنو اصلوعلیہ وسلمو تسلیما۔

اللہ درود بھیج رہا ہے، اللہ رحمتیں نازل کر رہا ہے۔ فرشتے رحمتیں دے رہے ہیں؟

نبی پر ایمان لانے والے تم بھی نزول رحمت کی دعا کرو۔

رک جاؤ اس مرحلے پر درود ہے نبی کے لیے محمدؐ کے لیے نہیں۔

ان اللّٰہ وملائکۃ یصلون علی النبی۔ اللہ نبی پر رحمتیں نازل کر رہا ہے، فرشتے ان رحمتوں کو لے کر آ رہے ہیں۔ نبی پر رحمتیں آ رہی ہیں محمدؐ پر نہیں۔ اچھا اللہ نے کہا۔

سبحان الذی اسریٰ بعبده لیلاً میں اپنے عبد کو، اپنے بندہ کو معراج میں لے گیا، کہہ دے کہ نعمتیں عبد پہ آ جائیں۔ نہیں نبی پر۔ محمدؐ پر نہیں، عبد پر نہیں۔ اچھا تو کہہ دے کہ میں رحمتیں نازل کرتا ہوں اپنے رسولؐ پر۔ کہا: نہیں رسولؐ پہ نہیں نبی پر۔

فرق کیا ہے؟! محمدؐ اس دن سے ہیں جس دن پیدا ہوئے۔ رسول اس دن بنے جب اعلان رسالت کیا عبد اس وقت بنے جب معراج میں گئے۔ تو اگر عبد پر ہوتی نزول رحمت تو معراج کی رات سلامت ہوتی۔ اگر رسول پہ رحمت آتی تو رسالت کے دن پر رحمت ہوتی۔ اگر محمد پہ رحمت ہوتی تو پیدائش کے دن سے ہوتی۔ نہیں نبی پہ رحمت ہے اب نبوت کب سے؟

کنت نبیاً و آدم بین الماء والتین۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

سلسلہ فکر طویل ہے تو نزول رحمت نبی پر عبد پر نہیں۔ محمد پہ نہیں۔ رسول پر نہیں ۔ نبی پر اور نبی کب سے۔ جب آدمؑ نہیں بنا تھا وہ نبی تھا۔ میرے نبی نے آواز دی کہ اے میرے ساتھیو!

لا تصلوا علیّ صلاۃً بترا مجھ پر درود ایسے نہ بھیجو جس کی دم کاٹ دی گئی۔ ''بِترا'' جس کی نسل نہ چلے اس کا مذکر ہے ابتر۔ تو بات واضح ہوئی ابتر جو بے نسل ہو۔ جو مرد بے نسل ہو اس کا نام ہے ابتر جو عورت بے نسل ہو اس کا نام ہے بترا۔ تو چونکہ صلاۃ مونث ہے اس لیے پیغمبر نے کہا لا تصلو اعلیّ صلاۃ بتراً مجھ پر ابتر درود نہ بھیجو۔ ابتر تو میرے دشمن ہیں۔

مجھ پر ابتر درود نہ بھیجو۔ دم بریدہ درود نہ بھیجو۔ جس کی دم کٹی ہوئی ہو ایسی درود نہ بھیجو۔ ان شانئک ھوالابتر مشرک نے کہا تھا کہ رسول بے نسل ہے۔ وہ تین آیتوں کا تو سورہ ہے۔ جب کہا گیا کہ رسول بے نسل ہے۔ رسول کی نسل آگے نہیں بڑھ رہی ہے۔ تو قرآن نے کیا آواز دی، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ان اعطیناک

الکوثر حبیب ہم نے تمہیں کوثر عطا کر دیا۔

فصل لربک اپنے رب کی نماز پڑھ۔

وانحر قربانی دیدے۔

ان شانئک ھوالابتر حبیب تو ابتر نہیں ہے تیرا دشمن ابتر ہے۔ اب وہ چھپا دشمن ہو یا کھلا دشمن ہو۔ چھوٹی دشمنی کرے یا بڑی دشمنی کرے۔ جسم رسول سے دشمنی کرے یا نفس رسول سے دشمنی کرے۔ جو دشمن ہے وہ ابتر ہے۔ تو مشرک کیا کہہ رہا تھا؟ رسول نعوذ باللہ بے نسل ہے اس کی ذریت نہیں ہے اس کی اولاد نہیں ہے۔

مشرک کا دعویٰ تھا کہ رسول بے نسل ہے اور اللہ نے وعدہ کیا کہ حبیب تیری نسل کو دوام دوں گا۔ تو اگر آل محمدؐ کو درود میں شامل نہیں کرو گے تو درود ابتر رہ جائے گی۔ تو اگر رسول کو ابتر سے بچانا ہے تو قیامت تک درود میں محمدؐ کے بعد آل محمدؐ کو رکھنا۔

ذرا مسائل کو مختلف طریقے سے اپنے سننے والوں کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ اب میں نیکی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ نیکی کرنا ہے نا مجھے! میں چاہتا ہوں کہ مجھے نیکی دکھلائیں۔ میں نیکی دیکھنا چاہتا ہوں مجھے نیکی دکھلا دو۔

اس بھرے ہوئے مجمع سے ایک چھوٹا سا مطالبہ ہے میرا مجھے نیکی دکھا دو میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ نیکی کی شبیہ کیسی ہے، اس کا قد کیا ہے، اس کا رنگ روپ کیسا ہے۔ تو ساری دنیا مل کے کہنے لگے گی کہ نیکی دیکھی نہیں جا سکتی۔ تو جب نیکی دیکھی نہیں جا سکتی تو میں نیکی کروں کیسے؟

بڑا نازک مرحلہ ہے اور اس نازک مرحلہ پر میں اپنے سننے والوں سے سوال کروں گا مجھے نیکی دیکھنی ہے دکھلا دو نیکی۔ نماز نیکی ہے۔ روزہ نیکی ہے۔ حج نیکی ہے جہاد نیکی ہے یہی تو ہے نا ساری چیزیں عبادت بھی ہیں اور نیکی بھی ہیں تو میں نیکی دیکھنا چاہ رہا ہوں تو اب نیکی تو نظر نہیں آئے گی تو میں نے کہا پھر میں کیسے پہچانوں کہ نیکی کیا ہے؟ کہا: محمدؐ کو عمل کرتے دیکھو۔ نیکی کو پہچانتے چلو۔ تو اب نیکی کی تعریف مجھے مل گئی۔ نیکی تو

نظر نہیں آئی کہیں۔ البتہ نیکی کی تعریف مجھے مل گئی۔

میرے نبی کا قول نیکی، میرے نبی کا عمل نیکی، جو وہ کرتا جائے کرو نیکی ہے۔

میرے نبی نے آواز دی صلوا کما اصلی جیسے میں نماز پڑھتا ہوں ویسے نماز پڑھو، جیسے میں حج کرتا ہوں، ویسے حج کرو، جیسے میں جہاد کرتا ہوں ویسے جہاد کرو۔ تو نیکی کی اب تعریف مل گئی کہ محمدؐ کے حرکات وسکنات کا نام ہے نیکی، محمدؐ کے قول وفعل کا نام ہے نیکی۔ کون نیکی؟ میرا رسول جو کہہ دے وہ نیکی، میرا رسول جو کر دے وہ نیکی۔ اب جو کہتا جائے وہ نیکی، جو کرتا جائے وہ نیکی۔

ایک دن ایسا ہوا کہ یہ کہنا اور کرنا دونوں جمع ہو گئے ہاتھوں پر بلند کیا اور زبان سے کہا: من کنت مولا فھذا علی مولا۔ اب جو جتنا قول رسول پہ عمل کرے اتنا بڑا نیکو کار۔ یہی سبب ہے کہ جب قرآن نے آواز دی۔

ھوالذی بعث فی الامین رسول یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم (سورۃ جمعہ آیت ۲)

ہم نے اسے اس لیے بھیجا کہ منہ سے آیتیں سنائے۔ عمل سے تزکیہ کرے اب جو جتنا قریب ہوتا جائے میرے نبی سے اتنا دین سے قریب ہوا۔

یہی سبب ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، نمونہ ہیں تربیت محمدؐ کا۔ دیکھو پڑھا لکھا آیا ہے میرا نبی۔ نفسوں کو پاک بناتا ہے میرا نبی۔ کتاب کی تعلیم میرا نبی دے گا۔ حکمت کی تعلیم میرا نبی دے گا۔ تو تعلیم دینے والا نبی ہے اگر کوئی تعلیم لینے والا نہیں ہوگا تو مشن ناکامیاب ہو جائے گا۔ تو جنہوں نے تعلیم لی۔ جنہوں نے تزکیہ کروایا۔ ان کا نام ہے صحابی۔ قدر کرو میں نے کبھی یہ جملہ کہا تھا اور یہ جملہ تمہیں ہدیہ کر کے میں آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔

دیکھو آج میں رسول کی دہرائی ہوئی آیتیں دہرا رہا ہوں۔ بھئی یہی تو ہے۔ رسول نے جو آیتیں پڑھیں اپنے زمانے میں میں انہیں دہرا رہا ہوں اور تم جمع ہو کر ان آیتوں کو میری زبان سے سن رہے ہو۔ آج میں حدیث رسول تمہیں سنا رہا ہوں تم ان حدیثوں کو

مجھ سے سن رہے ہو۔ یہی ہے نا!

آج میں اپنے نبی کی سیرت کے کچھ گوشے تمہارے سامنے واضح کر رہا ہوں اور تم ان گوشوں کو سن رہے ہو۔ مجھے بیان کرنے کا ثواب مل رہا ہے تمہیں سننے کا ثواب مل رہا ہے۔ تو ڈیڑھ ہزار سال کے بعد اگر میں نبی کی صفت کا کوئی گوشہ تمہارے سامنے بیان کردوں تو تمہارا سننا بھی ثواب میرا بولنا بھی ثواب۔ تو وہ جو نبی کو دیکھ رہے تھے۔ وہ کتنے بڑے عابد اور زاہد ہوں گے، کتنے بڑے متقی و پرہیز گار ہوں گے تو میرا نبی کُل کا سر کا تاج ہے۔ لیکن اک فرق ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا۔

یہ میرے نبی کی خدمت میں بیٹھنے والے۔ دین انہی سے ملا ہے۔ شریعت انہی سے ملی ہے۔ آیات الٰہی ہم تک ان ہی کے ذریعے آئی ہیں۔ آج ڈیڑھ ہزار سال کے بعد میں اپنے اس نبی کا تذکرہ کروں تمہیں بھی سلام ہو مجھے بھی سلام ہو اور جو میرے نبی سے پہلو ملا کے بیٹھے رہے تو ان کا شرف کتنا ہوگا؟ جو میرے نبی کے شانے سے شانہ ملا کے بیٹھے رہے ان کا شرف کتنا ہوگا؟

لیکن ایک فرق رکھنا کہ شانہ ملانے والے اور ہیں کاندھے پہ کھڑا ہونے والا اور ہے۔ اب صحابیت اور عترت کا فرق سمجھ میں آیا؟ صحابیت نمونہ ہے تربیت رسول کا اور عترت نمونہ ہے سیرت رسول کا۔ میں نے اپنے سننے والوں کو زحمت دی اور ظاہر ہے کہ پھر مجھے واپس جانا ہے اپنے موضوع کی طرف۔

لیس البران تولوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من امن بالله واليوم الاخر۔

نیکی یہ نہیں ہے کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف اپنے منہ کو جھکا دو۔

نہیں ایمان لاؤ اللہ پر، ایمان لاؤ روز قیامت پر۔

دیکھو اللہ کے فوراً بعد روز قیامت کا تذکرہ ہے۔ نبیوں کا بعد میں ہے کتابوں کا بعد میں تذکرہ ہے۔ فرشتوں کا بعد میں تذکرہ ہے۔

لیس البر ان تولوا وُجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللّٰہ و الیوم الاخر۔

اللہ پر ایمان لاؤ روزِ آخرت پر ایمان لاؤ، یعنی دونوں ایمانَ جڑواں ہیں۔

اگر آخرت سمجھ میں آ گئی خدا سمجھ میں آجائے گا۔ اگر خدا سمجھ میں آ گیا تو آخرت سمجھ میں آجائے گی۔ محشر یقینی ہے۔ موت یقینی ہے۔ قبر میں جانا ہر انسان کے لیے یقینی ہے۔ قبر کا سوال و جواب یقینی ہے۔ دنیا میں دنیا کے نظام دینے والے تو بہت ملے لیکن آخرت کی ضمانت لینے والا کوئی نہیں ملا۔

یہ جملہ تم تک پہنچ رہا ہے کہ دنیاوی نظام دینے والے بہت ملے لیکن آخرت کی ضمانت لینے والا کوئی نہ ملا اور جو ضمانت لینے والے ملے ان کے نام کو بھی چھپا دیا گیا کہ کہیں وفا داریاں تبدیل نہ ہو جائیں۔

پوری دنیا کو معلوم ہے وہ جس نے نظریہ اضافیت دیا وہ بھی جان رہا تھا کہ مرنا ہے۔ قبر میں جانا ہے۔ وہ جس نے کمپیوٹر ایجاد کیا وہ بھی جانتا تھا کہ قبر میں ایک دن جانا ہے وہ جس نے ہوائی جہاز بنائے وہ بھی جان رہا تھا کہ ایک دن قبر میں جانا ہے۔ تو دنیا کے لیے تو سب نے نظام دیے آخرت کے لیے نظام دینے والا کوئی نہ ملا۔

سمجھ رہے ہو بات کو۔

میرے علیؑ نے عجیب جملہ کہا نہج البلاغۃ میں کہ جب انسان مرتا ہے تو وارث دیکھتے ہیں "ما ترک" اس نے چھوڑا کیا۔ اور فرشتے دیکھتے ہیں "ما تقدم" وہ لایا کیا۔ علیؑ نے کہا جب انسان مرتا ہے تو وارث یہ دیکھتا ہے کہ چھوڑا کیا۔ قبر کے فرشتے یہ دیکھتے ہیں کہ لایا کیا، تو اگر کچھ نہ لے جا سکو قبر میں تو کم سے کم آلِ محمدؐ کے ساتھ وفاداری تو لے جاؤ نا! اس لیے کہ آلِ محمدؐ کے علاوہ کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہم قیامت میں بخشوا لینگے۔

دیکھو پڑھ لکھ کے بولنے کا عادی ہوں، کتابیں کھنگال کے بولنے کا عادی ہوں،

پوری تاریخ اسلام میں جو ڈیڑھ ہزار سال کی تاریخ ہے نا اس کی بات کررہا ہوں۔ صوفیا گزرے۔ اولیا گزرے۔ فقہا گزرے۔ بڑے بڑے مشائخ گزر گئے۔ بڑے بڑے راویان حدیث گزر گئے۔ کتنے خلفاء گزر گئے۔ خلیفۃ المسلمین، سلجوقی بادشاہ، ساسانی بادشاہ، نبی عباس کے خلفاء، نبی امیہ کے خلفاء ان کے آگے۔ سارے گزر گئے لیکن ان میں سے کسی نے دعویٰ نہیں کیا کہ ہم قیامت میں بخشوالیں گے سوائے آل محمدؐ کے۔

اس لیے کہ دعویٰ تو وہ کرے جسے اپنے بخشے جانے کا یقین ہو۔ ایمان باللہ، ایمان فی الیوم الآخر دونوں ایمان ہیں اگر خدا پر ایمان ہے تو قیامت پر ہوگا اگر قیامت پہ ایمان ہے تو خدا پر ہوگا اور قبر یقینی ہے۔ لیکن پروردگار نے کیا عجب بات کہی۔

واللہ خلقکم ثم یتوفاکم و منکم من یرد الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علمٍ شیئاً (سورۂ نحل آیت ۷۰)

کیا عجیب وغریب آیت ہے۔ اور یہ آیت اپنے سننے والوں کو ہدیہ کررہا ہوں۔ سورۂ نحل سولہواں سورۂ قرآن کا اور اس میں اللہ نے ایک عجیب جملہ کہا۔ کہنے لگا! اللہ نے تمہیں خلق کیا۔ اللہ تمہیں موت دیتا ہے بہت سے لوگوں کو بوڑھا کردیتا ہے۔

لکی لایعلم بعد علم شیئاً۔ تاکہ وہ جب قبر میں جائیں تو جاہل بن کے جائیں۔

میں نے کبھی کہا تھا کہ آئے ہو تو جاہل آئے ہو۔ پہلے پڑھ لکھ کے تو نہیں آئے۔ دنیا میں علم حاصل کیا اور جب جاؤ گے اس دنیا سے تو جو بھی پڑھا لکھا تھا وہ اس دنیا ہی میں رہ جائے گا۔ قبر میں جاؤ گے جاہل جاؤ گے۔

سن لیا تم نے بڑے سکون اور بڑے اطمینان کے ساتھ۔ تم نے منطق پڑھی تھی۔ تم نے فلسفہ پڑھا تھا۔ تم نے سوشیا لوجی پڑھی تھی۔ تم نے عمرانیات پڑھی تھی۔ تم نے معاشیات پڑھی تھی۔ لیکن اب بڑھاپا آیا اور آپ کے ذہن سے یہ علوم مٹنے لگے اور جب قبر میں گئے تو جاہل آئے تھے جاہل چلے گئے۔

پوری طرح محسوس کرو تو میں ایک جملہ کہوں **لکی لا یعلم بعد علمٍ شیئاً**

تم بہت بڑا علم رکھتے تھے۔ تم نے نظریہ اضافت ایجاد کیا۔ یہ جو ایٹم بم کے دھماکے ہیں نا اس نظریہ اضافیت کی ایک شعاع ہیں، اک کرن ہیں، تو کتنا بڑا ہوگا وہ عالم جس نے اضافیت کا نظریہ دے دیا لیکن جب قبر میں گیا تو جاہل بن کے گیا معاشیات کی کتابیں لکھنے والے جب قبر میں گئے تو جاہل گئے۔ فلسفہ پر کتابیں لکھ کر تم نے انبار لگا دیا لیکن بڑھاپا آیا سب بھول گئے قبر میں گئے۔ تو جاہل گئے۔ تو قبر میں جانے والا جاہل گیا۔ پروردگار کے پاس جاہل جا رہا ہے۔

بھئی دیکھو! یہ پرابلم ہے یہ پوری انسانیت کا مسئلہ ہے جو تمہارے سامنے ڈسکس (Discuss) کر رہا ہوں۔ بھئی! جو بھی قبر میں گیا، بہت بڑا تیس مار خاں ہوگا زندگی میں، بہت بڑا عالم ہوگا، بہت بڑا دانشور اور فلسفی ہوگا لیکن قبر میں جاہل گیا اور جب قبر میں جاہل گیا ہے تو اب جاہل سے سوال کیسا؟

سوال ہے نا یہ! اب کیا پوچھنا ہے جاہل سے؟ جاہل آیا تھا گیا ہے قبر میں تو جاہل گیا ہے اب اس سے کیا پوچھنا؟ تو کہا: نہیں۔ جو تم نے اس دنیا میں پڑھا تھا وہ اس دنیا ہی میں بھول کے جاؤ گے اور جو ہم نے عالم ارواح میں پڑھا دیا تھا وہ قبر میں بھی یاد رہے گا۔

تمہارا رب کون ہے؟ اللہ!

تمہاری کتاب کیا ہے؟ قرآن!

تمہارا نبی کون ہے؟ محمدؐ!

تمہارا امام کون ہے؟ علیؑ!

یہ باتیں تم عالم ارواح سے سیکھ کے آئے ہو۔ تو دنیا کے سارے علم دنیا میں بھول جاؤ گے لیکن یہ باتیں قبر میں بھی یاد رہیں گی کہ رب اللہ ہے، کتاب قرآن ہے، محمدؐ نبی ہیں، علیؑ ولی اللہ امام ہیں۔ تو جسے عالم ارواح سے مانتے چلے آ رہے تھے اسے آج امام ماننے میں تکلیف کیوں ہے۔

عجیب مرحلہ ہے نا! بھئی ظاہر ہے کہ موضوع کو Justify ہونا ہے جس سبجیکٹ (Subject) پر گفتگو ہو رہی ہے اس سبجیکٹ (Subject) کو آگے جانا ہے۔

نیکی کرو۔ حقائق کا ماننا نیکی ہے اچھے کاموں کا کرنا نیکی ہے۔ اچھا بھئی نیکی کرنے جا رہا ہوں جو مثال دوں گا اس سے پریشان نہ ہونا۔ میں نے ڈاکہ مارا اور ڈاکہ مار کے جو پیسہ مجھے ملا وہ پیسہ میں نے اللہ کی راہ میں دے دیا۔ بھئی نیکی کی نا! اچھا میں نے اپنی مثال دی ہے تاکہ کسی کو یہ بات بری نہ لگ جائے۔ حالانکہ ڈاکہ مارنا بھی اس معاشرے میں بڑا محترم پیشہ ہے اور میں فقط ان ڈاکوؤں کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ ہر سطح پہ ڈاکے مارے جا رہے ہیں۔ ہر شخص اپنی اپنی سطحوں سے ڈاکے مار رہا ہے۔

تو اب مجھے دینی ہے اللہ کی راہ میں زکوٰۃ۔ زکوٰۃ دینا نیکی ہے۔

اقیمو اصلواۃ واٰتی زکوٰۃ نیکیوں کی فہرست میں زکوٰۃ شامل ہے۔ مجھے زکوٰۃ دینی ہے میں تمہارے گھر میں ڈاکہ مار کے نعوذباللہ۔ من ذالک اور زکوٰۃ دے دی۔ یہ نیکی ہوئی؟ نیکی تو ہوئی۔ زکوٰۃ دی ہے میں نے! لیکن نیکی تک پہنچنے کا ذریعہ بھی نیک ہونا چاہیئے۔ جب تو نیکی ہے۔

دیکھو یہیں تو فرق ہوا قرآن میں اور انسانوں کے بنائے ہوئے نظام میں۔ جاؤ دیکھو ۱۹۱۶ء کے پہلے کی کتابیں۔ نام نہیں لوں گا۔ ۱۹۱۶ء سے پہلے یورپ میں جو کتابیں لکھی گئیں اور ۱۹۱۶ء سے لے کر ۲۰۰۲ء تک جو کتابیں لکھی گئیں ان میں انہوں نے کہا کہ اگر مقصد نیک ہے، اگر مقصد جائز ہے تو ضروری نہیں ہے کہ ذریعہ بھی جائز ہی ہو۔ نیک مقصد ہے ناجائز ذریعہ سے لے لو۔

یہ آدمیت کی تھیوری ہے اور اس پر آج کی آدمیت کی بنیاد ہے کہ اگر مقصد نیک ہے تو ناجائز ذریعہ سے بھی اس مقصد کو حاصل کرو۔ اگر مقصد اسلام کو پھیلانا ہے تو جسے چاہو مارو۔ میں تمہارے سامنے اصول رکھنا چاہ رہا ہوں، فارمولے اسلام کے کہ اگر مقصد نیک ہے تو ذریعہ بھی نیک ہو۔ اگر ذریعہ غلط ہو اور مقصد نیک ہو تو مقصد بھی غلط

ہو جائے گا۔

بھئی یہی تو سبب ہے کہ جب علیؑ کو حکومت نہیں ملی تو ایک بڑے بزرگ نے آ کر مدینے میں کہا کہ یا علیؑ تم اپنے گھر میں کیوں بیٹھ گئے۔ باہر نکلو۔ میں تمہاری مدد کے لیے مدینہ کی گلیوں کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔ علیؑ کا نکلنا نیک مقصد ہے لیکن ذریعہ ہے اس بزرگ کا کہنا۔ تو علیؑ مسکرا کے کہنے لگے کہ آپ کب سے اسلام کے ہمدرد بن گئے؟ تو اگر مقصد نیک ہے تو ذریعہ بھی نیک ہو ورنہ ثواب۔ عذاب بن جائے گا۔

مکہ میں رسول نے پتھر کھائے، رسولؐ کی راہ میں کانٹے بچھائے گئے، رسول پر ڈھیلے مارے گئے، قتل رسول کی سازش کی گئی۔ یہاں تک کہ رسول کو ہجرت کرنی پڑی بھئی! بہت توجہ رہے ۔اب تک رسول نے تلوار نہیں اٹھائی ہے۔ میرا نبی مصیبتیں برداشت کر رہا ہے۔ میرے نبی کے ساتھی مصیبتیں برداشت کر رہے ہیں، نہ نبی نے تلوار اٹھائی اور نہ نبی کے ساتھیوں نے اٹھائی۔ اس لیے کہ نبی کے ساتھی وہ جو حکم نبی کے پابند ہوں۔

بھئی! نبی کے ساتھی وہ جو حکم نبی کی پابندی کریں۔ نہ نبی نے تلوار اٹھائی اور نہ نبی کے ساتھیوں نے تلوار اٹھائی۔ اب جب صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ تو سورۂ حج میں پروردگار نے جہاد کی اجازت دی۔

اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا (سورہ حج آیت ۳۹)

یہ مسلمان جو مظلوم ہیں۔ ہم نے انہیں اجازت دے دی اب یہ جہاد کریں۔ تو مجاہد کے لیے پہلے مظلوم ہونا شرط ہے ظالم مجاہد نہیں بن سکتا۔

پتھر کھائے۔ کانٹے بچھائے گئے، سرِ مطہّر پر کوڑا پھینکا گیا، کتنی اذیتیں دی گئیں مکہ میں پیغمبر اکرم کو لیکن تلوار نہیں کھینچی۔ صلح کے ساتھ رہے یہ جملہ کہنا چاہ رہا ہوں پیغمبر مکہ میں صلح کے ساتھ رہے۔ مدینہ ہجرت کی۔ اب مدینے میں اگر مشرکوں نے رہنے دیا ہوتا تو میرا نبی تلوار نہ اٹھاتا۔ مدینے میں رسول ہیں اور کفار مکے سے چل کے گئے ہیں لڑنے

کے لیے رسول سے۔

بدر چاہ بدر پر ہوئی۔ احد مدینے کے باہر ہوئی۔ جنگ خندق مدینے کے اندر ہوئی یعنی آ گئے ہیں لڑنے کے لیے۔ تو اب تو مجبوری ہے نا کہ تلوار اٹھائیں اور جب مشرک تلوار اٹھا کے ہار گیا تو سن چھ ہجری میں مشرک نے صلح کی رسول سے یا نہیں؟ تو اب رسول میں اور مشرک میں فرق واضح ہو گیا۔

رسول پہلے صلح کرتا ہے بعد میں جنگ کرتا ہے اور مشرک پہلے جنگ کرتا ہے بعد میں صلح کرتا ہے۔ دیکھو یہ وہ مسائل ہیں جو عام طریقے سے منبر سے بیان نہیں کیے جاتے۔ تو رسول پہلے صلح جوئی کرتا ہے آخری حربہ کے طور پر تلوار کو استعمال کرتا ہے اور مشرک پہلے تلوار کو استعمال کرتا ہے اور جب ہارنے لگتا ہے تو امن کی کمیٹیاں بناتا ہے۔ مصالحت کی میز پر بیٹھ جاتا ہے۔

یہ جملہ رائگاں نہ ہونے پائے۔ اگر مقصد نیک ہے تو ذریعہ کا نیک ہونا ضروری ہے۔ جب حُر نے روکا تھا تو حسینؑ حملہ کر کے اسی وقت حر کو قتل کر دیتے اور جنگ کو جیت لیتے۔ کہا: نہیں اپنے مقصد کو غلط ذریعے سے حاصل نہیں کروں گا۔ پہلے صلح جوئی کی کوشش ہوگی آخری حربہ کے طور پر تلوار اٹھے گی۔

آج گفتگو کو اس مقام پر میں روک دوں گا۔ دیکھو حر کے کردار سے تم واقف ہو۔ بہت بڑا بہادر تھا۔ عاشور کے دن فوج یزید نے ظہر سے پہلے پانچ حملے کیے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں تمہاری خدمت میں اس صورت حال کو پیش کروں۔ درمیان میں تھے خیام حسینی اور یزید کی فوجیں کمان کی طرح چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں حر، شمر ابن ذی الجوشن کے رسالے میں ایک چھوٹے سے گروہ کا سردار تھا۔ ایک ہزار سواروں کا سردار تھا۔ بڑا بہادر تھا۔

مہاجر ابن عوف کہتا ہے حر سے کہ حر تو اس وقت کانپ کیوں رہا ہے تو تو بڑا بہادر ہے۔ اگر کوئی مجھ سے کوفہ میں پوچھتا کہ اسی وقت دنیا کا سب سے بڑا بہادر کون ہے تو

میں کہتا۔ حُر۔ میں نے کئی جنگیں دیکھی ہیں۔ میں نے تیری بہادری کے معرکے دیکھے ہیں تو کانپ کیوں رہا ہے۔ حر نے گھور کے مہاجر کو دیکھا۔ کہا: کچھ نہیں۔ ایک مرتبہ بیٹے کے سامنے آیا کہا: بیٹے وہ آوازیں، سن رہا ہے؟

(یہ کن آوازوں کی طرف اشارہ تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچے اپنی ننھے ننھے ہاتھ میں کوزے لیے ہوئے۔ العطش ! العطش !کی صدائیں بلند کررہے تھے) بیٹے تمہیں کچھ یاد ہے۔

حر نے کہا تھا کہ فرزند رسول آپ کے پیچھے میں نے نمازیں پڑھی ہیں لیکن ایک بات طے ہے کہ میں ہوں فوج یزید کا ملازم۔ آپ جہاں جائیں گے میں ساتھ جاؤں گا۔ آپ کو روکوں گا نہیں۔ ایک مرحلے پر جب حسینؑ نے اپنے گھوڑے کو موڑا کسی طرف جانے کے لیے تو آگے بڑھ کر حر نے حسینؑ کے گھوڑے کی لگام تھام لی۔ حسینؑ نے گھور کر حر کو دیکھا اور کہا: حر تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تیری یہ مجال!

جملہ سنو یہ بڑا شدید جملہ ہے کہ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ یعنی تو مرجائے۔ لیکن جو کام کیا تھا نا حر نے وہ اس سے بڑا کام تھا۔ اس زمانے میں عرب کے سماج میں کسی کے گھوڑے کی لگام کا تھام لینا۔ یہ بہت بڑی توہین تھی اگر یہ ایک طرف حر کی بہادری ہے تو دوسری طرف یہ بہت بڑی توہین بھی ہے حسینؑ کی۔

اسی لیے حسینؑ نے یہ جملہ کہا: حر تیری یہ مجال کہ تو میرے ذوالجناح کی لگام تھام لے۔ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔

یہ سننا تھا کہ حر نے گھبرا کے لگام چھوڑ دی۔ کانپنے لگا۔ کہا: مولا آپ نے تو میری ماں کا نام لے لیا۔ لیکن مولا میں کیا کروں میں تو آپ کی والدہ مکرمہ کا نام وضو کے بغیر لے بھی نہیں سکتا۔

تم نے گریہ کیا۔ مجلس تمام ہوگئی۔ لیکن اس واقعہ کا اختتامیہ تو سنتے جاؤ۔ کیا کہا حر نے؟ دیکھو بڑا انکسار ہے اس جملہ میں۔ بڑی فروتنی ہے۔ بڑا تواضع ہے۔ بڑا انکسار کہ

مولا آپ نے تو میری ماں کا نام لے لیا لیکن میں کیا کروں آپ کی والدہ مکرمہ کا نام میں وضو کے بغیر لے بھی نہیں سکتا۔

زبان سے یہ جملہ نکلا نا حر کے! عباسؑ دور کھڑے ہوئے تھے۔ جیسے ہی حر نے یہ جملہ کہا ایک مرتبہ تلوار کھینچی گھوڑے کو بھگاتے ہوئے آئے۔ کہنے لگے کہ حر یہ کس کی ماں کا نام لے رہا تھا اب اگر تیری زبان سے یہ جملہ نکلا تو تیری زبان کو کاٹ کر ہتھیلی پر رکھ دوں گا۔

بس میرے عزیزو! تو حر کے دل پر اثر تو تھا کہ میں نے حسینؑ کو روکا ہے۔ عاشور کے دن جب پانچواں حملہ ہوا ہے فوج یزید کا تو اس وقت حسینؑ نے اپنے خیموں کے باہر آ کے کہا:

هل من ناصر ینصرنا ہے کوئی ہماری مدد کرنے والا۔

یہ وہ وقت تھا جب حر نے گھوڑا بڑھایا اور کہا بیٹے میں جنت کی طرف جا رہا ہوں اگر آنا ہو تو آجا حر چلا۔ حر کا بھائی مصعب چلا۔ حر کا بیٹا علی وہ چلا اور حر کا غلام چلا۔ اب سنو گے حر حسین کی خدمت میں کیسے آیا۔

جب قریب پہنچا ہے خیام حسینی کے تو عمامہ اتار کے پھینک دیا۔ تلوار چمکاتا ہوا آیا تھا، قریب پہنچ کر تلوار نیام میں رکھی۔ گھوڑے سے اتر آیا۔ زرہ اتاری اتارنے کے بعد الٹی پہن لی کہ میں جنگ کے ارادہ سے نہیں آیا ہوں۔ یہ طریقہ تھا عربوں کا اور وہیں سے پکار کے کہا مالک گناہ تو ہو گیا۔ پروردگار گناہ تو ہو گیا اب میری توبہ کو قبول کر لے یہ کہہ کے حر نے پیشانی زمین پہ رکھی اور آواز دی۔

السلام علیک یا ابا عبداللہ۔ حسینؑ آئے۔

کہا: مولا بخشش کا کوئی امکان ہے؟ میں ہی تو آپ کو گھیر کے لایا تھا نا!

کہا: حر ہم نے تجھے معاف کیا۔

کہا: مولا میں جب مانوں گا کہ آپ نے مجھے معاف کیا کہ آپ میرے بیٹے کو

جنگ میں جانے کی اجازت دے دیں۔

حسینؑ نے منع کیا۔ حر نے اصرار کیا۔ جب اصرار کیا تو کہا:

اچھا حر ہم تمہاری خواہش کو رد نہیں کریں گے۔ جاؤ ہم نے تمہارے بیٹے کو اجازت دی۔

علیؑ ابن حر گھوڑے پر سوار ہوا۔ حسینؑ کی خدمت میں آیا۔ کہا مولا جا رہا ہوں زندہ واپس نہیں آؤں گا۔ بس اتنا بتلا دیں کہ میرے باپ کی خطا معاف ہوئی یا نہیں۔

کہا: حر کے بیٹے میں نے تیرے باپ کی خطا معاف کی اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ میرے نانا محمد مصطفیٰؐ نے بھی معاف کیا۔ میری ماں فاطمہ زہراؑ نے بھی معاف کیا۔ میرے بابا علیؑ مرتضیٰ نے بھی معاف کیا۔

کہا: مولا اب میں اطمینان قلب کے ساتھ میدان میں جا رہا ہوں۔ حر کا بیٹا میدان میں آیا حملہ کیا۔ کہا کہ مجھے پہچان لو میں حر کا بیٹا ہوں یہ کہتا جاتا ہے اور حملہ کرتا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک گرز لگا۔ حر کا بیٹا زمین پر آیا آواز دی، بابا مدد کو آؤ۔ حر نے شیر غضب ناک کی صورت میں تلوار کھینچی اور چاہتا تھا کہ اپنے بیٹے کے لاشے پر جائے۔

حسینؑ نے کہا: حر بیٹھ جا۔ کسی باپ میں یہ ہمت نہیں ہے کہ جوان بیٹے کے لاشے پہ جائے۔ حسینؑ چلے اور پیچھے پیچھے حر چلا اس نے تلوار کھینچی۔ فوج یزید پر حملہ کیا۔ میرے لال کہاں ہے؟ میرے بیٹے کہاں ہے؟ میرے بیٹے آواز دے کہ میں تیرے لاشے پہ پہنچ جاؤں۔

ایک مرتبہ حسینؑ کی آواز آئی: حر میرے قریب آجا۔ اب جو حر پہنچا تو حر کے بیٹے کا سر حسینؑ کے زانو پہ تھا۔

کہا: مولا آپ نے بڑی عزت بڑھائی۔

حر کے بیٹے کا لاشہ آیا۔

حر نے کہا: مولا اب مجھے اجازت ہے؟

کہا: ہاں حر ہم نے تمہیں اجازت دی۔

حر گھوڑے پر سوار ہوا اور کہنے لگا کہ فرزند رسول مجھے ایک بات کی اور اجازت دے دیں۔

کہا: کیا بات ہے۔

حر نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ سیدانیوں کے خیمے کے پاس سے گزر جاؤں۔

کہا: جاؤ حر ہم نے تمہیں اجازت دی۔

حر چلا۔ عباس چلے۔ علی اکبر چلے۔ سیدانیوں کے خیمے کے پاس آئے۔

السلام علیکن یا بنات رسول اللّٰہ

اے رسول کی بیٹیوں تمہیں سلام ہو۔ تم نے مجھے معاف کیا یا نہیں۔ ایک مرتبہ خیمہ سے سیدانیوں کے رونے کی آواز آئی۔

کہنے لگا: پروردگار یہ کیسا میرا مقدر ہے کہ جب روکا تھا جب بھی یہ بیبیاں روئی تھیں آج میں مدد کے لیے جا رہا ہوں جب بھی یہ بیبیاں رو رہی ہیں۔

وسیعلمواالذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ ربنا تقبل منا اِنک انت السمیع العلیم۔

مجلس چہارم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○
لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالۡكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِيۡلِ ۙ وَالسَّآئِلِيۡنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا ۚ وَالصّٰبِرِيۡنَ فِى الۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾

عزیزان محترم! اساس آدمیت اور قرآن کے عنوان سے ہمارا سلسلہ گفتگو اپنے چوتھے مرحلے میں داخل ہوا۔ پروردگار عالم نے اس آیہ مبارک میں نیکیوں کی فہرست بیان کی کہ نیکیاں کیا ہیں اور اس تفصیل کے ساتھ وہ فہرست دی کہ کن چیزوں کو ماننا ہے اور کن کاموں کو انجام دینا ہے۔

وہ چیزیں جنہیں ہمیں دل سے ماننا ہے وہ ایمان باللہ، ایمان بالیوم الآخر، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتاب اور ایمان بالنبّین ہے۔

لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق و المغرب۔

دیکھو یہ نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کو مشرق یا مغرب کی طرف جھکا دو۔

ولکن البّر من آمن باالله ۔نیکی یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔

اللہ کے نام کئی ہزار ہیں۔ اللہ رحمٰن ہے، اللہ رحیم ہے، اللہ ستار ہے ، اللہ غفار ہے، اللہ رؤف ہے۔ کتنے ہی نام ہیں۔ اللہ قہار ہے، اللہ جبار ہے، اللہ متکبر ہے۔

سینکڑوں نام ہیں ہزاروں نام ہیں پروردگار عالم کے لیکن یہاں کہا:

ولکن البر من آمن باللّٰہ ۔نیکی یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔

رحمان پہ نہیں۔ رحیم پہ نہیں حالانکہ یہ الفاظ اسی کی صفتیں ہیں۔

ولکن البرمن آمن باللّٰہ نیکی یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔

تو رحمان اللہ، رحیم اللہ، ستار اللہ، غفار اللہ، جبار اللہ، متکبّر اللہ۔ یہ نہیں کہا کہ

ولکن البرمن امن الرحمان، من آمن باالرحیم، من آمن باالستار۔

نہیں آمن باللّٰہ تو اس لفظ اللہ میں وہ خوبی کیا ہے کہ پروردگار نے ایمان کے لیے لفظ اللہ کو منتخب کیا۔

تو میں اپنے سننے والوں کی خدمت میں گزشتہ سال یہ عرض کر چکا ہوں کہ اللہ کے ایک مخصوص معنی ہیں۔ جس میں سارے کمال ہوں وہ اللہ کہلاتا ہے۔ جو سارے کمال رکھتا ہو اور سارے عیبوں سے پاک ہو اسے کہتے ہیں اللہ!

رحمانیت! ایک صفت ہے، رحیمیت! ایک صفت ہے، ستاریت! ایک صفت ہے، غفاریت! ایک صفت ہے۔ جبّاریت ! ایک صفت ہے۔ اللہ میں سارے کمال آ گئے۔ اللہ پہ ایمان لاؤ۔ تو پہلا سبق یہ ہے کہ جس پر ایمان لاؤ وہ کمال والا ہو عیب دار نہ ہو۔ تو بنیادی اور پہلا ایمان ایمان، باللہ۔ اللہ پہ ایمان لاؤ۔

عجیب وغریب بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں سب کچھ ہے اللہ پہ ایمان نہیں ہے۔ یہ جملہ میں نے کیا کہا کہ ہمارے معاشرے میں سب کچھ ہے اللہ پر ایمان نہیں ہے! تو اگر چھوٹے ہو تو اگر تمہیں یہ احساس ہو کہ تمہارا بزرگ تمہیں دیکھ رہا ہے تو تم

اپنے اعمال کو کنٹرول میں رکھو گے۔ بچہ کو جب تک یہ احساس ہے کہ باپ دیکھ رہا ہے اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھتا ہے اور جب یہ احساس ہو جائے کہ وہ نہیں دیکھ رہا ہے تو وہی بچہ جو کنٹرول میں تھا بے لگام ہو جاتا ہے۔

یہ بے لگام معاشرہ دلیل ہے کہ اللہ پہ ایمان نہیں ہے۔ دنیا میں جتنے معاشرے آئے اور جتنی تحریکیں آئیں ان سب نے یہ دعویٰ کیا کہ ہم معاشرے کی اصلاح کے لیے آئے ہیں۔ اس کے مفکرین کا دعویٰ ہے کہ ہم معاشرے کی اصلاح کے لیے آئے ہیں۔ لیکن میں بڑی ذمہ داری سے یہ جملہ کہہ رہا ہوں کہ تاریخ انسانیت کو شروع سے دیکھو آج تک جس نے بھی انسانیت کی اصلاح کا دعویٰ کیا وہ اصلاح کرنے میں ناکام ہوا۔ تم کسی بات کو اچھا سمجھتے ہو دوسرا اسی بات کو برا سمجھتا ہے۔ یعنی ایک معاشرہ کسی بات کو اچھا سمجھتا ہے دوسرا معاشرہ اسی بات کو برا سمجھتا ہے۔

تو اب یہ کہنے کی اجازت دو کہ یہ رشوتوں کا معاشرہ، یہ غیبت کا معاشرہ، یہ سود کا معاشرہ، یہ بے پردگی کا معاشرہ، یہ جھوٹ کا معاشرہ تمہارے نزدیک اچھا ہے لیکن کسی کے نزدیک فاسد ہے۔ میں تمہیدیں استوار کر رہا ہوں۔ یہ تلخ حقائق ہیں اور یہ تلخ حقائق بھی تمہیں سننے چاہئیں۔

تمہارا معاشرہ! غیبت کا معاشرہ ہے، تمہارا معاشرہ! سود کا معاشرہ ہے۔

تمہارا معاشرہ! شاہ خواہی کا معاشرہ ہے۔ تمہارا معاشرہ! جھوٹ کا معاشرہ ہے۔

تمہارا معاشرہ! بے حیائی کا معاشرہ ہے۔ اور تمہارا معاشرہ! بے پردگی کا معاشرہ ہے۔ اور تم اسے اچھا سمجھتے ہو قرآن نے آواز دی۔

واذا قیل لھم لاتفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون (سورۂ بقرہ آیت ۱۱)

اور جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں ہم فساد کہاں پھیلا رہے ہیں ہم تو اصلاح کے لیے آئے ہیں۔ تو اصلاح کے نام پر نہ معلوم کتنے

مفسد معاشرے میں گھس آئے۔ تو یہ معاشرے میں فساد پیدا کیوں ہیں؟ یہ بگڑے ہوئے معاشرے کیوں ہیں؟ ان معاشروں میں ایمان باللہ کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

بہت عجیب وغریب مرحلے پر اپنے سننے والوں کو لے کے آ گیا ہوں ان معاشروں میں ایمان باللہ کا کوئی مقام نہیں ہے اب میں روکنا چاہوں گا۔ تم اپنے دام خود معین کرتے ہو۔ تم اپنے حلال خود معین کرتے ہو، اللہ سے نہیں پوچھتے کہ حرام کیا ہے اور حلال کیا ہے؟

عجیب بات یہ ہے کہ اگر بچہ جتنا پیارا ہو، تمہیں محبوب ہو، تمہارا چہیتا بچہ ہو اگر وہ سردی کے موسم میں، برف ڈال کر شربت پینا چاہے تو تم اس کی ضد کو پورا کرو گے؟

تو تربیت کرنے والے کا فرض ہے کہ کچھ دے، کچھ چیزوں سے روکے۔ تربیت دینے والے کا یہ فریضہ ہے کہ جب تربیت دے رہا ہے بچے کی تو کچھ دے، کچھ سے روکے۔ کیا دے؟ جو بچے کے لیے فائدہ مند ہو اور کس سے روکے؟ جو بچے کے لیے نقصان دہ ہو۔ تو نفع نقصان کا فیصلہ کہ کیا فائدہ مند ہے کیا نقصان دہ ہے بچہ نہیں کرے گا، تربیت دینے والا کرے گا۔

بس اسی لیے حلال اور حرام کا کنٹرول رب العالمین نے رکھا تمہارے ہاتھوں میں نہیں چھوڑا۔ وہ ہے سپریم اتھارٹی جسے یہ حق ہے کہ وہ بتلائے کہ جائز کیا ہے ناجائز کیا ہے۔ حلال کیا ہے حرام کیا ہے۔ لیکن اس بات کو یاد رکھنا اگر تم نے حلال کیا وہ خوش ہوگا۔ اگر حرام کیا وہ ناراض ہوگا۔ لیکن دنیا میں سزا نہیں دے گا۔ چھوڑ دے گا۔ رحمت کی دو قسمیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ الحمد للہ رب العالمین ○ الرحمن الرحیم ○ مالک یوم الدین ○

وہ رحمان بھی ہے۔ وہ رحیم بھی ہے۔ رحمان اور رحیم میں فرق کیا ہے وہ رحمان ہے دنیا میں نمرود کو بھی دیتا ہے، ابراہیمؑ کو بھی دیتا ہے۔

ٹھیک ہے نا: وہ دنیا میں رحمان ہے اس کی رحمتیں کافر اور مومن دونوں کے لیے برابر ہیں۔ نمرود کو بھی دیتا ہے ابراہیمؑ کو بھی دیتا ہے، وہ موسیٰ کو بھی دیتا ہے فرعون کو بھی دیتا ہے، وہ دنیا میں محمدؐ رسول اللہ کو بھی دیتا ہے، ابولہب کو بھی دیتا ہے۔ لیکن آخرت میں صرف اپنے والوں کو دے گا۔ دشمنوں کو نہیں دے گا۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیمo الحمد للّٰہِ رب العالمین o الرحمن الرحیمo

دنیا میں رحمان کافر مشرک مومن دیکھ کر نہیں دیتا۔ آخرت میں رحیم ہے فقط اپنے والوں کو دے گا۔

میرے محمدؐ کے لیے کہا: وما ارسلناک الا رحمت اللعالمین۔

جیسی رحمت میرے پاس ایسی رحمت میرے محمدؐ کے پاس۔ دنیا میں جو چاہے آگے بڑھ جائے۔ قیامت میں صرف اپنا والا آگے آئے گا۔ الحمد للّٰہ رب العالمین۔

ہزاروں ہزار مرتبہ تم نے نمازوں میں یہ آیتیں پڑھی ہیں۔ حمد کے معنی تعریف۔ ایک زاویہ فکر ہے سورۂ حمد کے سلسلہ میں یہ تمہیں ہدیہ کرنا چاہ رہا ہوں۔

الحمدللّٰہ رب العالمین۔ ساری تعریف ہے اس اللہ کے لیے جو رب العالمین ہے۔ عالمین کو نعمتیں دے رہا ہے۔ کون دے رہا ہے؟ اللہ!

اللہ! کسے کہتے ہیں؟ کمال والے کو۔ تو کمال والا ہے، نعمتیں دے رہا ہے۔ دیکھو اب جب کسی کی تعریف کی جاتی ہے تو تعریف کرنے کے چند طریقے ہیں۔ کمال دیکھ کے تعریف کر دی۔

یہ ایک طریقہ، کہ کیا صاحب کمال انسان ہے۔ تو تعریف کرنے کا ایک سبب ہے "کمال۔" اس کو دیکھا صاحب کمال ہے تعریف کر دی۔

دوسرا سبب بتلاؤں "نعمت" کسی نے نعمتیں دیں تعریف کر دی۔ دو سبب ہو گئے۔

تیسرا سبب۔ "توقع" اس سے توقع ہے کہ وہ نعمتیں دے گا امید ہے کہ وہ نعمتیں

دے گا اس لیے تعریف کی۔

اور چوتھا سبب "خوف" ہے کہ اگر تعریف نہیں کروں گا۔ تو وہ مجھے سزا دوں گا تو چار طریقے ہیں اگر پانچواں ہو تو تم بتلا دو۔ یا کمال دیکھ کے تعریف کرتے ہو یا نعمت پا کے تعریف کرتے ہو۔ یا نعمت کی توقع رکھ کے تعریف کرتے ہو۔ یا ڈر کے تعریف کرتے ہو۔ چار ہی طریقے ہیں پانچواں کوئی طریقہ نہیں ہے۔

اگر کمال پہ تعریف کر رہے ہو تو وہ اللہ ہے۔ اگر نعمت پر تعریف کر رہے ہو تو وہ رب العالمین ہے اگر قیامت کی توقع پہ تعریف کر رہے ہو وہ رحمان و رحیم ہے۔

اور اگر ڈر کے تعریف کر رہے ہو تو وہ مالک یوم الدین ہے قیامت میں دیکھ لے گا۔

میں نے پرسوں آپ کی خدمت میں ایک جملہ عرض کیا تھا کہ میں مشکل ترین مسائل کو اس منبر سے بیان کرنے کا عادی ہو گیا ہوں اور آپ مشکل ترین مسائل کو سننے کے عادی ہو گئے ہیں۔ تو ہمارا رشتہ اللہ سے خالقیت اور مخلوقیت کا رشتہ ہے۔ وہ خالق ہم مخلوق۔ کیا اس کے علاوہ کوئی رشتہ ہے؟ رشتے تو بہت سے لے کے آئے ہو۔

انسان رشتوں میں جکڑا ہوا ہے۔ ملک کا رشتہ۔ جغرافیہ کا رشتہ۔ زبان کا رشتہ۔ حاکم محکوم کا رشتہ۔ حکمران رعایا کا رشتہ۔ استاد شاگرد کا رشتہ۔ زمیندار، کاشت کار کا رشتہ۔ افسر ماتحت کا رشتہ۔

تو کوئی انسان دنیا کا رشتہ سے خالی نہیں ہے لیکن جس طریقے سے کائنات کا سب سے بڑا رشتہ ہے بندہ اور خالق۔ اسی طریقے سے سب سے بڑا رشتہ اس کے بعد۔ باپ اور بیٹا۔

اسی لیے پروردگار نے اپنے تذکرے کے بعد والدین کا تذکرہ کیا۔ سورہ بنی اسرائیل، سترہواں سورہ قرآن کا۔

وقضیٰ ربک الاتعبدوآ الّآ ایا ہُ وبالوالدین احساناً (آیت ۲۳)

اللہ کا حکم یہ ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین پر احسان کرو۔

اَمّایبلغنّ عِندک الکبر احدھمآ او کلاھما

وہ بوڑھے ہوجائیں، وہ پھونس ہوجائیں، وہ کسی قابل نہ رہیں۔ لیکن ان پر احسان کرتے رہو۔

فلا تقل لھما اُفٍ کبھی ان کے سامنے اف نہ کرنا۔

وّلا تنھرھماوقل لّھُما قولاً کریماً

اور کبھی جھڑک کے بات نہ کرنا اور ان سے اچھی بات کہنا۔

واخفض لھما جناح الذّل مِن الرّحمۃ

اور رحمت کے ساتھ اپنے کندھوں کو اپنے والدین کے آگے جھکا دینا۔

وقل رّب ارحمھما کما ربّیٰنی صغیرا۔

مالک ان پر ویسے رحم کر جیسے انہوں نے میرے بچپنے میں مجھ پر رحم کیا تھا۔

سن لیا تم نے ان آیات کو پہلا رشتہ خالق اور مخلوق کا رشتہ۔ دوسرا رشتہ باپ اور بیٹے کا۔ ماں اور اولاد کا یہی دو رشتے ہیں جو سب سے اہم اور سب سے بنیادی رشتے ہیں۔

تو اب میرے جملہ کو ہمیشہ کے لیے اپنے ذہنوں میں رکھ لینا اور یہ جملے تمہیں کام آجائیں گے کہ مالک ساری رحمتیں تیری تو کہہ رہا ہے کہ اپنے والدین کے آگے رحمت کے ساتھ اپنے کندھے جھکا دو تو میں والدین کے سامنے کیوں جھکوں تیرے ہی سامنے جھکوں گا اس لیے کہ جو والدین کی رحمت ہے اس کا اصل تو ہے یہ تو وسیلہ ہیں تیری رحمت کا۔ بھئی بہت نازک مرحلۂ فکر ہے اور اس نازک مرحلۂ فکر پر ایک جملہ اپنے سننے والوں کو ہدیہ کردوں اور پھر اس مقام سے آگے بڑھ جاؤں۔

واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ

دیکھو اپنے کندھوں کو رحمت کے ساتھ اپنے والدین کے آگے جھکا دو۔

وقل رب ارحمهما كما ربّيٰني صغيرا۔ اور کہو پروردگار سے کہ مالک ان پر ویسے ہی رحمتیں نازل کر جیسی رحمتیں انہوں نے بچپنے میں میرے ساتھ کی تھیں۔

اچھا تو ماں باپ نے رحمت کی۔ ماں کی ممتا، باپ کی شفقت یہ دونوں ہیں نا! اور ان دونوں میں رحمت ہے بچے کے لیے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ رحمت کس نے کی؟ کہا: اللہ نے، یہ تو وسیلہ ہیں خالقیت، کا یہ تو وسیلہ ہیں تربیت کا، اصل اللہ ہے تو مالک میں اپنے کندھے تیرے آگے جھکاؤں گا یہ تو وسیلہ ہیں ان کے آگے کیوں جھکاؤں؟

کہا: نہیں۔ میرے آگے بھی جھکاؤ ان کے آگے بھی جھکاؤ تا کہ تمہیں عادت بن جائے وسیلے کے احترام کرنے کی۔

آیت کو رسول کے جملوں سے ملا لو قل رب ارحمهما كما ربّيٰني صغيرا۔ پروردگار ویسی رحمت نازل کر والدین پر جیسی انہوں نے تربیت کرنے میں رحمت کی تھی۔ عجیب بات یہ کہ جب ابوطالبؑ کا انتقال ہوا تو آگے آگے ابوطالبؑ کا جنازہ۔ پیچھے پیچھے میرا رسول اور یہ کہتا جا رہا ہوں۔

رحمة الله يا عمي چچا آپ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔

لقد كفلت يتيما میں یتیم تھا آپ نے کفالت کی۔

وربيت صغيرا میں چھوٹا تھا آپ نے میری تربیت کی۔ بھئی چلتے رہو۔ میرے ساتھ چلتے رہو اس لیے کہ بہت تیزی کے ساتھ ان موضوعات کو آگے لے جانا چاہ رہا ہوں۔ اچھا تھوڑی دیر کے لیے اس مقام پر رک جاؤ آیت یاد ہے۔

قل رب ارحمهما كما ربّيٰني صغيرا۔

"ربّيٰني" ان دونوں نے، ماں باپ نے میری تربیت کی۔

"صغيرا" جب میں چھوٹا تھا۔

رسول نے کیا کہا۔ رحمة الله يا عمي۔ چچا اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے۔

لقد کفلت یتیما۔ میں یتیم تھا۔آپ نے میری کفالت کی۔

وربیت صغیرا میں چھوٹا تھا آپ نے میری تربیت کی۔

''جزاک اللّٰہ'' بھئی توجہ رہے یا عم خیر الجزا آگے آگے ابوطالبؑ کا جنازہ ہے پیچھے پیچھے رسول یہ کہتے ہوئے جا رہے ہیں چچا۔آپ کو اللہ میری طرف سے اچھا بدلہ عطا کرے۔احسان کیا تھا ابوطالبؑ نے، محمدؐ کے بچپنے پر تو محمدؐ جب جوان ہوئے تھے تو اتار دیتے بدلہ۔

احسان کیا تھا نا ابوطالبؑ نے رسول کی تربیت کر کے تو رسول بچّے تھے ابوطالبؑ نے تربیت کی اور اب جب رسول بڑے ہوگئے تو اس احسان کا بدلہ اتار دیتے۔مرنے کے بعد کہنے کی ضرورت کیا تھی کہ اللہ آپ کا بہترین بدلہ دے تو احسان کبھی مرا نہیں کرتا۔احسان ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

جب مکّے کے بڑے بڑے سردار ہجرت کر کے مدینے آئے تو مدینے میں ایک دن ان سرداروں نے یہ طے کیا کہ ہم جاہل تھے،رسول نے ہمیں علم دیا۔ہم بے دین تھے رسول نے ہمیں دین دیا۔ہم بے کتاب تھے رسول نے ہمیں کتاب دی ہم حلال اور حرام نہیں جانتے تھے اس رسول نے ہمیں حلال بتلایا،حرام بتلایا۔

تو اب ایسا کریں کہ اس رسول کی تبلیغ کی اجرت دے دیں۔رسول کی تبلیغ کی قیمت چکا دیں۔خوان بھر کے لائے زر و جواہر کے اور کہا: یا رسول اللہ یہ زر و جواہر ہماری طرف سے قبول کریں۔

رسول نے ٹھکرا دیا: لے جاؤ ہم پر احسان کرنے آئے ہو۔

تو جو رسول ان مسلمانوں کا احسان برداشت نہ کرے اس نے ابوطالبؑ کا احسان کیسے برداشت کرلیا؟بات کو اس مقام سے آگے چلا جانا ہے اور ظاہر ہے کہ مجھے یہاں رکنا نہیں ہے تو اب رشتوں میں سب سے بڑا رشتہ خالق اور مخلوق کا رشتہ ہے۔

اگر یہ بندگی سمجھ میں آگئی تو مجھے اجازت دو کہ میں دو جملوں میں اس بات کو واضح

کروں۔ ساری تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک جتنے بھی نبی آئے ہیں ان سارے نبیوں کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسانوں کو خدا تک پہنچا دو۔ اس سے زیادہ نہیں ہے۔

موسیٰ علیہ السلام ہوں، عیسیٰ علیہ السلام ہوں، حضرت ابراہیمؑ ہوں، حضرتِ نوحؑ ہوں ان سب کی تعلیمات کا خلاصہ کیا ہے کہ بندوں کو اللہ تک پہنچا دو۔ روشناس کراؤ کہ اللہ ہے کون!

اگر پہچان گئے اللہ کو تو الگ سے خوف دلانے کی ضرورت نہیں ہے، خوف خدا خود پیدا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ علیؑ نے آواز دی نہج البلاغہ میں۔

''اول الدین معرفتہٗ''۔ دین کی اصل یہ ہے کہ اسے پہچانو۔ دین کی بنیاد یہ ہے کہ اسے پہچانو اگر تم نے اسے پہچان لیا تو سارا دین تمہارے قابو میں آ گیا۔ اب پھر واپس چلو۔ والدین کی طرف۔ پہلے والدین کو دیکھو جو تمہاری پیدائش کا وسیلہ ہیں اور تمہارے رزق کا وسیلہ ہیں۔ تو والدین دو صفتوں میں اللہ کے مظہر ہیں۔

آج کا message پہنچ گیا ذرا آسان کر دوں میں اس پیغام کو۔ دیکھو اللہ ہے رازق۔ اللہ ہے خالق۔ اصل خالق وہ ہے اصلی رازق وہ ہے۔ والدین کو اس نے ذریعہ بنایا ہے۔ والدین ہیں ہمارے خالق اور والدین ہیں کچھ دنوں کے لیے ہمارے رازق۔ تو یہ جو ناقص وسیلہ ہے اللہ کا اس کا احترام اتنا ہے، کہ اگر وہ ناراض ہو جائے تو انسان جنت میں نہیں جا سکتا۔ اور آسان کروں گا میں۔

تم نے سنا ہوگا کہ ماں باپ ناراض ہو کر بیٹے کو عاق کر دیتے ہیں۔ سنا ہے نا تم نے! اب ایک جملہ مجھ سے بھی سنتے جاؤ اور یہ جملہ اس قابل ہوگا کہ تم اسے اپنے ذہنوں میں محفوظ رکھو۔ جو رشتے انسان بناتا ہے ان رشتوں کو انسان توڑ بھی سکتا ہے۔ شادی کر کے میاں اور بیوی کا رشتہ بنایا۔ طلاق دے کے توڑ دیا۔ ہے یا نہیں! رشتہ بنایا تھا تم نے شادی کر کے ٹھیک ہے نا جو رشتہ بنایا تھا اسے طلاق دے کے توڑ دیا تو جو رشتے تم

بناتے ہو وہ رشتے ٹوٹ سکتے ہیں۔

لیکن جو رشتہ اللہ بناتا ہے وہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ بیٹے کو اگر عاق بھی کر دیا۔ تو بیٹا۔ ابنیّت، ولدیت سے خارج نہیں ہوگا۔ وراثت میں وارث بن کے آئے گا۔

پہنچ رہی ہے نا بات میرے محترم سننے والوں تک اگر تم نے عاق کر کے بیٹے کو ہٹا بھی دیا۔ اس کے باوجود وراثت تمہاری اسے ملے گی کیوں؟ اس لیے کہ یہ رشتہ تم نے نہیں بنایا۔ یہ رشتہ اللہ نے بنایا ہے۔

اب مجھے جملہ کہنے کی اجازت دو کہ عاق کرنے کا فائدہ کیا ہوا۔ وراثت تو مل رہی ہے باپ کی! تو یہاں دنیا میں وراثت مل جائے۔ آخرت میں کچھ نہیں ملے گا۔ جب تک باپ راضی نہ ہو اسے جنت نہیں ملے گی اور میرے نبی نے کہا۔

انا و علی ابو اهذه الامة

میں اور علیؑ اس امت کے دو باپ ہیں۔ اب یہ اگر عاق کر دیں تو نجات کہاں ملے گی؟

موضوع کے تقاضوں کو پورا ہونا ہے اگر گفتگو خشک ہو جائے تو اسے برداشت کرو اور سمجھنے کی کوشش کرو۔ بات سمجھ میں آ رہی ہے نا کہ باپ اگر عاق کر دے تو جنت میں کبھی داخلہ نہیں ملے گا۔ مالک یہ باپ کی اتنی اہمیت؟ کہا کہ ہاں اس کی وجہ سے تم پیدا ہوئے وہ تمہاری پیدائش کا سبب ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو تم نہ ہوتے۔

پروردگار نے آواز دی: لولاک لماخلقت الافلاک

محمدؐ اگر تو نہ ہوتا تو یہ دنیا نہ ہوتی۔ بھئی اب مجبوری ہے، ایک جملہ تو مجھے کہنا ہی پڑے گا یہ حدیث قدسی میرے نبی کے لیے ہے۔

اگر تُو نہ ہوتا تو یہ کائنات خلق نہ کرتا۔ تُو سبب بنا ہے اس کائنات کی خلقت کا۔ تُو اکیلا رسول ہے جو اس پوری کائنات کی خلقت کا سبب ہے۔ لیکن اب سچی بات کہہ رہا ہوں۔ اکیلا رسول نہیں ہے۔

فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَامَلٰٓئِكَتِىْ وَيَا سُكَّانَ سَمٰوَاتِىْ اِنِّىْ مَاخَلَقْتُ سَمَآءً مَّبْنِيَّةً وَّلَآ اَرْضًا مَّدْحِيَّةً وَّلَا قَمَرًا مُّنِيْرًا وَّلَا شَمْسًا مُّضِيْئَةً وَّلَا فَلَكًا يَّدُوْرُ وَلَا بَحْرًا يَّجْرِىْ وَلَا فُلْكًا يَّسْرِىْ اِلَّا فِىْ مَحَبَّةِ هٰٓؤُلَآءِ الْخَمْسَةِ الَّذِيْنَ هُمْ تَحْتَ الْكِسَآءِ ،

حدیث کسا کے اس ٹکڑے میں اللہ نے کہا کیا ہے؟ میں نے سورج بنایا ان پانچ کے لیے نہیں ان پانچ کی محبت میں سورج بنایا۔

الافی محبة هولاء الخمسة الذین هم تحت الکسآء

یہ پانچ جو اس چادر کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں میں نے سورج بنایا ان کی محبت میں میں نے چاند بنایا ان کی محبت میں، میں نے زمین بنائی ان کی محبت میں، میں نے سورج بنایا ان کی محبت میں، میں نے چاند بنایا ان کی محبت میں، میں نے زمین بنائی ان کی محبت میں، میں نے سیاروں کو حرکت دی ان کی محبت میں ،میں نے سمندر بنایا ان کی محبت میں۔ میں نے سمندر میں کشتیاں چلائیں ان کی محبت میں۔یعنی پوری کائنات بنائی ان کی محبت میں ۔یہ نہ ہوتے تو میں کائنات نہ بناتا۔اب ایک سوال کر رہا ہوں کہ محبوب پہلے ہوتا ہے یا محبت پہلے ہوتی ہے؟

بات پہنچ گئی نا بھئی! پہلے محبوب ہوگا جب تو آپ محبت کریں گے نا! اللہ کہہ رہا ہے پوری کائنات بنائی ان کی محبت میں۔تو یہ پہلے ہیں کائنات بعد میں ہے۔بس سامنے کی باتیں عرض کر رہا ہوں۔ دیکھو حدیث کسا میں نے پڑھی ہے اور وہ روایت حدیث قدسی

والی "لولاک لماخلقت الافلاک" بھی تمہارے ذہن میں رہے۔

پروردگار نے انسان کو پابند کیا ہے کہ میری بنائی ہوئی نشانیاں دیکھو۔ مجھے پہچانو اِنّ فی ذالک لایات لقوم یعقلون۔

ہم نے سورج میں چاند میں، زمین میں، آسمان میں، درختوں میں، پہاڑوں میں اپنے وجود کی نشانیاں رکھی ہیں صاحبان عقل کے لیے۔

اچھا، میں اگر کہوں کہ یہ منبر کسی نے نہیں بنایا۔ مانو گے؟ نہیں مانو گے۔ اس لیے کہ جب بنا ہے تو کوئی بنانے والا ہے میں یہ کہوں یہ مائیکروفون کسی نے نہیں بنایا۔ تسلیم کرو گے؟ بھئی تم نے دیکھا ہے بنانے والے کو؟ نہیں دیکھا۔ لیکن عقل کہہ رہی ہے کہ جب یہ چیز بنی ہے تو کوئی بنانے والا ہے۔ ٹھیک ہے نا!

تو ہم نے سورج کو دیکھ کے اللہ کو پہچانا۔

تو سورج جب بنا ہے تو کوئی بنانے والا ہے۔

چاند جب بنا ہے تو کوئی بنانے والا ہے۔

زمین جب بنی ہے تو کوئی بنانے والا ہے۔

آسمان جب بنا ہے تو اس کا کوئی بنانے والا ہے۔

بھئی ہم نے سورج دیکھ کے اللہ کو پہچانا۔ چاند دیکھ کے اللہ کو پہچانا۔ زمین دیکھ کے اللہ کو پہچانا۔ آسمان دیکھ کے اللہ کو پہچانا۔ تو وہ جو سورج چاند سے پہلے آئے ہوں اور جو زمین اور آسمان سے پہلے آئے ہوں۔ انہوں نے کیا دیکھ کے اللہ کو پہچانا؟

دیکھو اب دامن وقت میں بہت زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ لیکن ایک جملہ کہہ کر میں آگے بڑھوں گا۔

بھئی میں! تم! ساری دنیا! چیز دیکھ کے اللہ کو پہچانتی ہے اور جب نور محمدؐ و آل محمدؐ خلق ہوا تو سورج نہیں تھا۔ چاند نہیں تھا۔ زمین نہیں تھی۔ آسمان نہیں تھا۔ سمندر نہیں تھے۔ سمندر میں چلنے والی کشتیاں نہیں تھیں تو سوال ذہن میں آتا ہے نا کہ انہوں نے کیا

دیکھ کے پہچانا؟ تو بس ایک ہی جواب ہے کہ انہوں نے کچھ دیکھ کے نہیں پہچانا براہ راست دیکھا۔

یہی سبب ہے کہ علیؑ نے دعاء ''صباح'' میں آواز دی۔

یَامَنْ دَلَّ علٰی ذَاتِہٖ بِذَاتِہٖ۔

اے وہ اللہ کے اس کے وجود کے لیے کوئی دلیل نہیں چاہیے اس کا وجود ہی اس کے وجود کی دلیل ہے۔ انہوں نے براہِ راست دیکھا جلوہ الٰہی کو اور پہچانا۔ کچھ نہیں تھا نا! کچھ نہیں تھا۔ براہِ راست دیکھا خالق کو تو اب جب مخلوق آئے گی تو خالق اور مخلوق کے درمیان یہی ہوں گے نا کوئی اور تو نہیں ہوگا۔

بھئی! بہت توجہ رہے تو مقام قُربِ الٰہی میں یہ آخری لوگ ہیں اور اب اس سے زیادہ قریب ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ دیکھو انسان دنیا میں کوئی بھی کام کرے فائدے کے بغیر نہیں کرتا۔ مجھے معاف کر دینا۔ دنیا میں کوئی بے غرض نہیں ہے۔ دنیا میں کوئی بے لوث نہیں ہے۔ نہیں ہے خدا کی قسم نہیں ہے۔

میں نمازیں پڑھتا ہوں تم بھی نمازیں پڑھتے ہو۔ کیوں؟ جنت کے لالچ میں۔ یہ نمازیں بے غرض نہیں ہیں۔ غرض ہے۔

میں جھوٹ بولنے سے اور غیبت کرنے سے کیوں پرہیز کرتا ہوں۔ جہنم کے خوف سے تو نقصان کا ڈر ہے فائدے کی خواہش ہے۔ تو دنیا کا کوئی انسان بے غرض نہیں ہے۔

اچھا یہ بتاؤ کہ محمدؐ و آل محمدؐ جب پیدا ہوئے تو کچھ نہیں تھا نا!

ایک اللہ تھا اور ایک نور محمدؐ و آل محمدؐ تھا اور تو کچھ نہیں تھا نا! کچھ بھی نہیں تھا۔

جنت تھی نہیں۔ اچھا جہنم تھا؟

جنت بنے گی آل محمدؐ کے بعد۔ جہنم بنے گا آل محمدؐ کے بعد۔ ٹھیک ہے نا

تو اب جو آل محمدؐ سجدے کر رہے تھے وہ نہ جنت کے شوق میں تھا نہ جہنم کے خوف سے تھا۔ سمجھ رہے ہو۔ اگر انتہائی پڑھے لکھے لوگ میرے سامنے نہ ہوں تو میں ان

مشکل مباحث کو کیوں بیان کروں۔ میری کج مج بیانیوں پہ نہ جاؤ مجھے تمہارے معیار سماعت پر اعتبار ہے اس لیے جملہ کہہ رہا ہوں۔

تو ہر انسان غرض سے کام کرتا ہے۔ اب میں عبادت کروں جنت کا شوق ہے، جہنم کا خوف ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے جنت اور جہنم کو الگ کر دو اب میں عبادت کیوں کروں۔ غرض اب بھی ہے اللہ سے قربت۔ دیکھو غرض تو اب بھی ہے اور وہ غرض کیا ہے اللہ سے قربت۔ ہٹا لو جہنم کو اس کا خوف نہیں ہے، مجھے، تھوڑی دیر کے لیے ہٹا لو جنت کو مجھے اس کا شوق نہیں ہے۔

ارے تو اب عبادت کیوں کروں؟ ایک سبب ہے اللہ سے قربت ہے نا! یعنی روح عبادت کیا ہے؟ میں فلاں کام کرتا ہوں قربتاً الی اللّٰہ۔

تو اللہ سے قربت ِ غرض تو ہے نا! اب میں دوسرا سوال کر رہا ہوں کہ اللہ سے قربت کی ضرورت کیا ہے؟ اللہ سے قریب ہو کے کیا کرو گے؟ سوال ہے یا نہیں؟

تو جنت ہٹا دی جہنم ہٹا دیا اور اب میں جو عبادتیں کر رہا ہوں وہ اللہ سے قربت کے لیے۔ فقط اللہ سے قربت تو میں پوچھتا ہوں۔ قربت کیوں چاہیے تو اس کا جواب میرے نبی کی روایت ہے:

''اللہ کی بندگی اک ایسا جوہر ہے کہ اس کا انجام خدائی ہے۔'' اب جتنا بندہ خدا کی راہ میں آگے بڑھتا جائے گا اتنا خدائی کا مظہر بنتا جائے گا۔

نوجوان دوستوں کو میں ایک مثال دے دوں۔ جتنا قریب ہوگا اللہ سے اتنا ہی خدائی کا مظہر بنے گا۔ لوہے کی ایک سلاخ لو سامنے آگ جل رہی ہے اسے ایک گز کے فاصلے پہ رکھ دو لوہا گرم ہوگا؟ نہیں گرم ہوگا۔ ذرا سا قریب کر دو تھوڑی سی گرمی آجائے گی۔ ذرا اور قریب کر دو لوہا اتنا گرم ہوجائے گا کہ ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ اسے آگ کے اندر ڈال دو ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ آگ جیسا ہوجائے گا۔

تو لوہا آگ کے قریب ہوا تو آگ جیسا ہوگیا۔ بندہ اگر خدا کے قریب ہوجائے تو

خدا جیسا ہوگا یا نہیں؟! یہی سبب ہے کہ پوری تاریخ میں نہیں ملا کوئی، مگر ایک ملا۔

جب آنکھیں دیکھیں کہا ''عین اللہ'' ہے،

جب ہاتھ دیکھے کہا ''ید اللہ ہے۔''

جب زبان دیکھی کہا ''لسان اللہ'' ہے،

جب نفس دیکھا کہا ''نفس اللہ'' ہے۔

تو دیکھو اس کی زبان ''لسان اللہ''، اس کا پہلو ''جنب اللہ''، اس کی آنکھیں ''عین اللہ''، اس کے ہاتھ ''ید اللہ''، اس کا نفس ''نفس اللہ''۔

اب میں اپنی زبان سے کہوں تو کہہ دو کہ نبیؐ نے علیؑ کی جانب داری کی لیکن اگر کوئی بڑی پاکیزہ اور وزنی زبان ہو تو اس کی بات تو مانو گے نا!

بس میں ایک جملہ کہوں گا کبھی برسوں پہلے چہلم کے دن میں نے یہ واقعہ بیان کیا تھا اور اب جملہ سنتے جاؤ ''عین اللہ'' اللہ کی آنکھ۔ ''ید اللہ'' اللہ کا ہاتھ۔

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی رحمتہ اللہ، ان بزرگ کا تعلق میرے مسلک سے نہیں ہے عالم اسلام کے ایک بڑے عالم ہیں انہوں نے شرح نہج البلاغہ تیسری جلد میں ایک چھوٹا سا واقعہ لکھا۔ یہ چھوٹا سا واقعہ تمہیں ہدیہ کروں گا اور اجازت لے لوں گا۔

حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ موسم حج میں مکہ میں خانہ کعبہ کے قریب اپنے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ جلیل القدر شخصیت ہیں عالم اسلام کی۔ وہ بیٹھے ہوئے ہیں مجمع آ رہا ہے جا رہا ہے لوگ سڑکوں سے گزر رہے ہیں۔ حضرت فاروق کی نگاہ پڑ رہی ہے۔

اک مرتبہ ان کی نگاہ ایک زخمی شخص پہ پڑی جس کے چہرے پر طمانچے کا نشان تھا اور اتنا شدید تھا کہ دور سے نظر آ رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے آنکھ نکل آئی ہو انہوں نے حکم دیا خادم کو کہ اس شخص کو بلا کے لاؤ۔

وہ آیا کہا: یہ تیرے چہرہ کو صدمہ جو پہنچا ہے سبب کیا ہے؟

کہا: کہ میں کیا بتلاؤں علیؑ نے مجھے طمانچہ مار دیا۔

کہا: ذرا پُچھواؤ کہ یا ابوالحسن یہ آپ نے کیوں کیا؟

message گیا علیؑ کے پاس، علیؑ آئے۔

کہا: کہ یا ابوالحسن آپ نے اسے طمانچہ مارا ہے؟ دیکھا لہجہ بدل گیا۔

کہا! ہاں میں نے مارا ہے۔

کہا: ابوالحسن اگر مصلحت ہو تو فرمائیں کیوں مارا؟

کہا: کہ میں نے دیکھا کہ یہ شخص حاجیوں کے خیموں میں مسلمان عورتوں کو گھور رہا ہے مجھ سے برداشت نہ ہوا میں نے طمانچہ مار دیا۔

حضرت فاروق مُڑے اس مجرم کی طرف کہنے لگے: میں کیا کروں۔ اللہ کی آنکھ نے تجھے دیکھا، اللہ کے ہاتھ نے تجھے مار دیا۔

کس بلند مرتبت زبان سے یہ جملہ نکلا۔ ''عین اللہ'' نے تجھے دیکھا ''ید اللہ'' نے تجھے مارا۔ اب مجھے یہ جملہ کہنے کی اجازت ہے کہ اس سے زیادہ تو ہم بھی علیؑ کو نہیں مانتے۔ بات کو مکمل کرنے کے لیے ایک جملہ کہوں گا۔ جتنے قریب ہوتے جاؤ گے ربوبیّت سے، خدائی کے اتنے مظہر بنتے جاؤ گے خدائی صفات کے۔

ٹھیک ہے نا! اچھا لیکن اس بات کا خیال رہے کہ صرف تم اس کے قریب نہ ہو وہ بھی تمہارے قریب آئے۔ اب یہ جو جملہ میں نے کہا ہے کبھی اگر زمانے نے مہلت دی تو اس جملے کی تشریح کروں گا۔ اب دو صورتیں ہیں نا کہ تم قریب چلے گئے اللہ کے، اللہ تمہارے قریب نہیں آیا۔ تو اس کا خیال رکھنا کہ ایسے قریب جاؤ کہ وہ بھی قریب ہو۔ ٹھیک ہے نا!

اچھا بھئی سنو! ابراہیمؑ کے جسم پہ لباس تھا نا! جب نمرود نے آگ میں پھینکا ہے تو اسی سے ابراہیمؑ کو بندھوا دیا تھا کہ کہیں منجنیق پکڑ کے نہ رہ جائیں۔ تو پوری کیفیت یہ ہے کہ لباس کے اوپر ابراہیمؑ رسی میں جکڑے ہوئے ہیں تو اب دو چیزیں ابراہیم کے قریب ہیں ایک لباس ایک وہ رسی۔ بہت عجیب وغریب نتیجہ دینے والا ہوں۔ اور میری تقریر ختم ہوگئی۔

جہاں جہاں میرے سننے والے سن رہے ہیں یہ جملہ اپنے ذہنوں میں محفوظ کریں کہ ابراہیمؑ کا پیراہن ابراہیمؑ کے جسم پر تھا۔ نمرود نے رسی بندھوا دی۔ تو قریب تو دونوں ہیں نا! رسی بھی متصّل ہے، پیراہن بھی جسم سے متصّل ہے۔ جب ابراہیمؑ آگ میں پھینکے گئے ہیں تو رسی جل گئی، پیراہن بچ گیا۔ جو نبی کا منتخب شدہ تھا وہ بچ گیا۔ جو عوام کی باندھی ہوئی تھی، وہ جل گئی۔

بس میرے دوستو، میرے عزیزو! آج کی حد تک گفتگو رُک گئی اب جو جتنا خدائی سے قریب ہو جائے اتنی ہی اس میں عالمیت آ جائے۔ یہ جملہ میں نے کیا کہا اس جملے کی بھی تشریح کسی دن کروں گا۔ خدا کی نگاہ میں گورا کالا برابر ہے۔ خدا کی نگاہ میں عرب اور عجم برابر ہیں اب جو خدائی کے قریب ہو جائے اس کی نگاہ میں بھی غلام اور آقا کا فرق نہیں ہوگا برابر ہوں گے۔

عجیب بات ہے! دیکھو ابھی تو میں نے کچھ بھی نہیں کہا، میرا محترم سننے والا رونے لگا۔ حبش کا رہنے والا تھا جون ابوذر کا غلام تھا۔ بوڑھا سا۔ جب ابوذر کا انتقال ہوا تو وہ غلام، حسینؑ کے پاس آ گیا۔ کربلا میں حسینؑ کے پاس موجود تھا اور چونکہ سید سجادؑ بیمار تھے تو حسینؑ نے اس سے خصوصی طور پہ یہ کہا تھا کہ تم سید سجاد کی تیمار داری کرو۔ بوڑھا جون دیکھتا رہا کہ حسینؑ جاتے ہیں لاشے لے کے آتے ہیں۔

اک موقع پر آیا: یا فرزندِ رسولؐ مجھے جنگ کی اجازت ہے۔

حسینؑ نے کہا: جون تم تو ہمارے ساتھ اس لیے آئے تھے کہ تمہاری آخری عمر آسانی اور آرام کے ساتھ گزر جائے۔ میں تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔

اب جون کیا کرے؟ دیکھو دو واقعے ملتے ہیں تاریخ کربلا میں جب حسینؑ نے اجازت نہیں دی تو دو الگ الگ ردِ عمل سامنے آئے۔ شہزادہ قاسم کو تو پہچانتے ہو نا! جب وہ آیا ہے کہ چچا جان مجھے اجازت ہے؟ حسینؑ نے کہا: نہیں۔

اب مقتل کا جملہ سنو گے۔ جب قاسم کو اجازت نہیں ملی تو بولا کچھ نہیں۔ چچا کا ہاتھ

تھام کے چومنے لگا اور چچا کے پاؤں کو پکڑ کے چومنے لگا۔

عجیب جملہ ہے نا یہ دیکھو میرے پاس وقت نہیں ہے ورنہ میں تفصیلات میں جاتا۔ تو خوشامد کر کے اجازت لی ہے قاسم نے لیکن جب جون کو منع کیا تو جون نے خوشامد نہیں کی۔

کہنے لگا: مولا میں سمجھ گیا، آپ کا خون سُرخ ہے اور میں حبشی ہوں اور میرا خون کالا ہے آپ پسند نہیں کرتے کہ آپ کے خون میں میرا خون مخلوط ہو جائے۔

یہ سننا تھا کہ حسینؑ کھڑے ہو گئے کہا: نہیں جون نہیں۔

غلاموں کے مزاج کو بدل دیا آلِ محمدؐ نے۔ یہ جملہ ذہن میں محفوظ رہے۔ غلاموں کے مزاج کو بدل دیا اپنے غلاموں کے نہیں پورے معاشرے کے غلاموں کے مزاجوں کو بدل دیا۔ کربلا کا واقعہ ہو گیا۔

زہیر قین کو پہچانتے ہو جلیل القدر شہید ہے کربلا کے میدان کا۔ جب کربلا کا واقعہ ہو گیا تو گیارہ محرم کی صبح کو زہیر قین کی بیوی کو اطلاع ہوئی کہ زہیر مارا گیا۔ انہوں نے غلام کو بلایا۔ ایک اعلیٰ قیمت کا کفن غلام کو دیا کہا: دیکھ تیرا آقا کربلا کے میدان میں مارا گیا۔ جا زہیر کو کفن پہنا دے اور دفن کر دے۔ اس لیے کہ حسینؑ تو نواسہ رسولؐ ہیں انہیں تو سب کفن دیں گے میرے شوہر کا کفن دینے والا کوئی نہیں ہوگا۔ غلام کفن لے کے چلا گیا دوسرے دن واپس آیا۔

زوجہ نے کہا: شاباش غلام ہو تو ایسا ہو۔

کہا: بی بی میں کربلا تو گیا تھا لیکن کفن واپس لایا ہوں۔ کہا: کیسا بے شرم ہے کہ اپنے مالک کو تو کفن دیئے بغیر آ گیا۔

کہا: بی بی میں کیا کروں میرے پاس کفن ایک تھا میں نے حسینؑ کے لاشے کو بھی دیکھا۔ زہیرؑ کے لاشے کو بھی دیکھا مجھے شرم آئی کہ غلام کو کفن پہنا دوں آقا کو کفن نہیں پہناؤں۔

مجلس پنجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

عزیزان محترم! اساس آدمیت اور قرآن کے عنوان سے ہمارا سلسلہ گفتگو اپنے پانچویں مرحلے میں داخل ہو رہا ہے۔ کل تک کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی ساری نعمتوں کی آخری منزل جنت ہے اور دنیا کے سارے عذابوں کی آخری منزل جہنم ہے۔ گفتگو ہماری اس مرحلے پر رکی تھی کہ جتنی بھی نعمتیں ہیں اگر ان کو لا متناہی سے ضرب دیدو تو جنت بن جائے گی اور دنیا میں جتنی بھی پریشانیاں ہیں، جتنی بھی اذیتیں ہیں، جتنی بھی مصیبتیں ہیں اگر انہیں لا متناہی سے ضرب دیدو تو وہ جہنم بن جائیں گی۔

تو نعمتوں کی آخری منزل جنت، مصیبتوں کی آخری منزل جہنم۔ اور اب جنت کی

آخری منزل رضائے الٰہی اور جہنم کی آخری منزل غضب الٰہی۔

تو اگر جنت کی تمنا ہے تو رضائے الٰہی کا حصول کرو اور رضائے الٰہی نہیں مل سکتی جب تک انسانیت میں تقویٰ نہ آئے، آدمیت میں تقویٰ نہ آئے۔ میرے سامنے مولانا زکی باقری تشریف فرما ہیں۔ مولانا ضیغم رضوی صاحب تشریف فرما ہیں مولانا اشرف عابدی صاحب تشریف فرما ہیں تو میرا جی چاہتا ہے کہ تمہارے سامنے کچھ ایسے مسائل پیش کروں جو اس وقت عالم اسلام کے ہیں۔ ساری بات یہ ہے کہ تمہارا جھگڑا، تمہاری پریشانی، تمہارا تصادم، تمہارا تنازع فقط اس بات پر ہے کہ اب تم میں کوئی متقی نہیں رہا۔ یہ جو جملہ میں نے کہا ہے اس جملہ کی قیمت کو پہچانو کہ یہ جو دست وگریباں ہیں مسلمان، یہ جو آپس میں جھگڑے ہو رہے ہیں، یہ جو پریشانیاں ہیں، یہ جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں ان کا سبب یہی ہے کہ مسلم معاشرے میں تقویٰ باقی نہیں رہا۔ اسی لئے قرآن مجید نے سورۃ حجرات میں آواز دی:

یاایھاالناس اناخلقناکم مِن ذکرٍ وّانثیٰ وجعلناکم شعوباً وقبآئل لتعارفوا ط ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقاکم ط (آیت ۱۳)

اے انسانوں ہم نے تمہیں ایک ماں اور ایک باپ سے پیدا کیا۔ اور ہم نے تمہیں قوموں میں تقسیم کیا۔

قوموں میں تم خود تقسیم نہیں ہوئے ہو۔ یہ الٰہی تقسیم ہے ہم نے تمہیں قوموں میں تقسیم کیا۔ ہم نے تمہیں قبیلوں میں تقسیم کیا۔ قوموں میں اس لیے تقسیم نہیں کیا کہ ایک قوم اپنے کو بلند سمجھے دوسری قوموں کو بدتر اور کمتر نہیں سمجھے۔ ہم نے تمہیں قوموں میں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ قوم میں ہونا۔ نسل میں ہونا۔ گورا ہونا، کالا ہونا یہ بنیاد نہیں ہے افضلیت کی۔

''انّ اکرمکم عنداللّٰہ اتقاکم ''تم میں اللہ کے نزدیک صاحب فضلیت وہ ہے جو صاحب تقویٰ ہو یہی سبب ہے کہ قرآن نے مؤمنوں کو ڈانٹا ہے۔ متقی کو کہیں نہیں

ڈانٹا۔

(مولانا بہاؤالدین جو نمائندہ ولی فقیہ بھی ہیں پاکستان میں اور میرے دوست بھی ہیں۔ وہ بھی تشریف لے آئے۔) بتلاؤں مومنوں کو کیسے ڈانٹا ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیمo یا ایھاالذین آمنوا لا تقدموابین یدی اللّٰہ ورسُولہٖ، واتقوا اللّٰہ ط ان اللّٰہ سمیع علیم o

یا ایھا الذین آمنوالا ترفعوآ اصواتکم فوق صوت النّبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعضٍ ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرونo

سورۃ حجرات ترتیب تلاوت کے اعتبار سے قرآن کا انچاسواں سورہ ہے اور اس کی پہلی اور دوسری آیتیں۔ دیکھو اللہ مؤمنوں کو کیسے ڈانٹتا ہے۔ بہت ناز کرتے ہونا اپنے مومن ہونے پر تو سنو کیسے ڈانٹا ہے۔

یا ایھاالذین آمنوالا تقدموا بین یدی اللّٰہ ورسولہ اے ایمان لانے والوں اللہ سے اور اس کے رسول سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ بڑھا ہوگا نا کوئی!!

قرآن کے پاس فالتو وقت نہیں ہے۔ قرآن مفروضوں میں بات نہیں کرتا supposition سے قرآن بات نہیں کرتا۔ کوئی بڑھا ہوگا۔ خدا سے آگے بڑھنے کا تو کوئی امکان نہیں ہے تو کوئی بڑھا ہوگا رسول سے آگے، چنانچہ قرآن نے ڈانٹ دیا۔

خبر دار! رسول سے آگے نہ بڑھنا ''واتقوااللّٰہ'' خبر دار اے مومنو تقویٰ اختیار کرو۔ ایمان اور ہے تقویٰ اور ہے۔ ''ان اللّٰہ سمیع علیم'' اللہ سننے والا بھی ہے اللہ جاننے والا بھی ہے۔

اے ایمان لانے والو نبی کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔ کی ہوگی کسی نے بلند، کی ہوگی نا!

یاایھاالذین آمنوالاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی

میرے نبی کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرو

ولا تجھروالہ بالقول کجھر بعضکم لبعضٍ اور میرے نبی کو ویسے نہ پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو پکار لیتے ہو۔ (اگر تم جیسا ہوتا تو ہم اجازت دیدیتے) دونوں آیتیں Policy Making آیتیں ہیں۔ انہیں اپنے ذہن میں محفوظ کرو پھر میں آخری ٹکڑا پڑھوں گا۔

پہلا حکم رسول سے آگے نہ بڑھو۔ **یا ایھاالذین آمنوالا تقدموابین یدی اللّٰہ ورسُولہ۔**

دوسرا حکم "**لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔**"

نبی کی آواز پہ اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔

تیسرا حکم۔

ولا تجھرواِلہ بالقول کجھر بعضکم لبعض۔

اس طرح اسے نہ پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ ورنہ اگر آگے بڑھ گئے تو بتلاؤں کیا حشر کروں گا (قرآن کو پڑھ رہا ہوں)

ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔

تمہاری پڑھی ہوئی نمازیں تمہارے منہ پر ماردوں گا۔ یہ ہے مقام محمدؐ عربی۔

اگر تم میرے نبی سے آگے بڑھ گئے، اگر تم نے نبی کی آواز پہ آواز بلند کی، اگر تم نے نبی کو ویسے پکار لیا جیسے دوسروں کو پکارتے ہوتو تمہاری پڑھی ہوئی نمازیں تمہارے منہ پہ ماردوں گا۔ تمہارے رکھے ہوئے روزے تمہارے منہ پہ ماردوں گا۔ تمہاری دی ہوئی زکوٰۃ تمہارے منہ پہ ماردوں گا۔ تمہارے کیے ہوئے حج تمہارے منہ پر ماردوں گا۔

عجیب مرحلہ فکر ہے۔ سجدہ کرنا ہے اللہ کو، راضی کرنا ہے محمدؐ کو۔ دیکھو یہ ہے مقام محمدؐ عربی۔ یہ ہے "آدمیت کی اساس" اسلام میں، کہ سجدہ کرنا ہے اللہ کو، راضی کرنا ہے محمدؐ کو، حج کرنا ہے اللہ کے لیے راضی کرنا ہے محمدؐ کو، زکوٰۃ دینی ہے اللہ کے لیے راضی کرنا ہے محمدؐ کو، اس لیے کہ محمدؐ واسطہ ہے۔

تمہیں شریعت براہ راست نہیں ملی تمہیں شریعت دینے کے لیے محمدؐ آیا۔ تو اللہ تو اپنی شریعت بھیجنے کے لیے محمدؐ کو اپنا وسیلہ بنائے اور تم محمدؐ کو ہٹا کر یا اللہ مدد کہتے رہو یہ کیسا اسلام ہے۔

بھئی بہت توجہ رہے اس لیے کہ اب قرآن کی پالیسی کا اعلان کر رہا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo یا ایھاالذین آمنوالا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ۔

دیکھو اگر مومن ہو تو رسول سے آگے نہ بڑھنا اور اگر بڑھ گئے تو پڑھی ہوئی نماز تمہارے منہ پر ماردوں گا۔ تو نماز میں بھی آگے نہ بڑھنا۔ جہاد میں بھی آگے نہ بڑھنا۔ عجیب مرحلہ فکر ہے، دیکھو کیسا ڈانٹا ہے سورۃ حجرات میں مومنین کو۔ اور اب سورۃ مائدہ پانچواں سورۃ قرآن کا دیکھو کیسے مومنوں کو ڈانٹ رہا ہے۔ مجھے آج معاف کردو میں جانتا ہوں تم مومن ہو تمہیں برا لگ رہا ہے لیکن آیتیں ہیں قرآن کی۔ مومن تو میں بھی ہوں ٹھیک ہے نا اور آیت تمہارے ذہن میں ہوگی۔

ولکن البرمن آمن باللہ والیوم الآخر والملائکۃ والکتاب والنبین۔

بھئی مومن ہم بھی ہیں مومن تم بھی ہو لیکن جب مومنوں کو ڈانٹا ہے قرآن نے وہ بھی تو سنتے جاؤ نا!

یاایھاالذین آمنوامن یرتد منکم عن دینہٖ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ (سورہ مائدہ آیت ۵۴)

اے ایمان لانے والو! اگر اسلام چھوڑ کے جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔ ہمیں فکر نہیں ہے۔ کسی نے چھوڑا ہوگا اسلام، آیت کے بعد۔ میں پہلے قرآن کی پالیسی بیان کر چکا کہ قرآن مفروضوں پہ بات نہیں کرتا۔ قرآن supposition پر بات نہیں کرتا۔

یا ایھاالذین آمنوا اے ایمان لانے والو۔

من یرتد منکم عن دینہ جو دین کو چھوڑ کے مرتد ہونا چاہتا ہے وہ مرتد ہو جائے

ابراہیمؑ مسلمان تھا مشرک نہیں تھا۔

شاکراً لا نعمه اللہ کی نعمتوں کا شکر گزار بندہ تھا۔

اجتباہ وھداہ الیٰ صراطِ مستقیم۔ اللہ نے ابراہیم کو خلق کیا۔ پھر اللہ نے ابراہیمؑ کو چنا اور پھر اللہ نے ابراہیمؑ کی ہدایت کی۔

الیٰ صراطِ مستقیم۔ ابراہیمؑ کی ہدایت کدھر کی صراطِ مستقیم کی طرف۔

الیٰ ۔ الف ۔ لام۔ چھوٹی ی اس پر کھڑا الف ۔ الیٰ کے معنی طرف

پھر سورۃ انعام چھٹا سورۃ قرآن مجید کا اور اس سورۃ کی آیت کا نشان ہے ستاسی (۸۷) اس نے بہت سے نبیوں کے نام لیے اور اس کے بعد کہنے لگا:

واجتبیناھم وھدینٰھم الیٰ صراطٍ مّستقیم۔

ہم نے ان نبیوں کو پیدا کیا۔ ہم نے ان نبیوں کو منتخب کیا۔ ہم نے ان نبیوں کی ہدایت کی ''صراطِ مستقیم '' کی طرف تو آدم سے عیسٰے تک سارے نبیوں کی ہدایت صراطِ مستقیم کی طرف۔ بھئی دیکھو حرف ''جار'' جسے انگریزی میں Preposition کہتے ہیں۔ الیٰ حرف جار الیٰ کے معنی طرف الف۔ لام۔ چھوٹی ی۔ چھوٹی ی پر کھڑا الف الیٰ کے معنی طرف اور ایک حرف ''جار'' ہے۔

''علیٰ عین''، ل، ی، ''علیٰ'' کے معنی پر۔ تو سارے نبی ''الیٰ صراطِ المستقیم۔'' ٹھیک ہے نا ''علیٰ'' نہیں۔ ''اِلیٰ صراطِ مستقیم۔''

آدمؑ! صراطِ مستقیم پر نہیں صراطِ مستقیم کی طرف۔

نوحؑ! صراطِ مستقیم کی طرف ۔ ابراہیمؑ! صراطِ مستقیم کی طرف۔

موسیٰؑ! صراطِ مستقیم پر نہیں، صراطِ مستقیم کی طرف۔

عیسیٰؑ! صراطِ مستقیم کی طرف اور اب میرا محمدؐ، تمہارا محمدؐ۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیمo یٰسٓo والقرآن الحکیمo

انک لمن المرسلینo علیٰ صراطٍ مستقیمo

سارے ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو ننانوے نبی صراطِ مستقیم کی طرف اور اب آیتوں کا ترجمہ سننا۔ میں بھی عربی جانتا ہوں اور بڑی ذمہ داری سے ترجمہ کر رہا ہوں اور سارے ترجموں سے الگ ہو کے ترجمہ کر رہا ہوں۔ کوئی اگر چیلنج کرنا چاہے تو کر دے۔

"یٰسٓ" اے سیّد و سردار "والقرآن الحکیم"o قسم ہے حکمت والے قرآن کی۔

انک لمن المرسلین o علیٰ صراطٍ مستقیمo سارے رسولوں میں فقط "تو" صراطِ مستقیم پر ہے۔

یاد رکھو گے میرے اس ترجمہ کو، یہ "اِلیٰ" اور "علیٰ" کا فرق یاد رکھو گے نا!

"اِلیٰ" کے معنی صراطِ مستقیم کی طرف علی کے معنی صراطِ مستقیم پر۔

تو ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو ننانوے نبی صراطِ مستقیم کی طرف اور میرا محمدؐ آخری نبی صراطِ مستقیم پر۔ طرف نہیں۔ میرا محمدؐ قدم رکھتا جائے صراطِ مستقیم بنتی جائے۔

غلط نہیں کہہ رہا ہوں قرآن نے کہا

وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوهُ ولا تتبعوا السُّبل فتفرق بکم عن سبیلہٖ (سورہ انعام آیت ۱۵۴)۔

اللہ کہہ رہا ہے یہ میری صراط ہے، مستقیم ہے صراط کے معنی راستہ۔ یہ میرا راستہ ہے یہ میری صراط ہے۔ اللہ کہہ رہا ہے یہ میری صراط ہے جو مستقیم ہے سیدھی ہے اور اسی قرآن نے کہا۔

قل ھٰذہٖ سبیلی (سورہ یوسف آیت ۱۰۸) سبیل کے معنی بھی راستہ ہے۔

رسولؐ کہہ دے یہ میرا راستہ ہے۔ بھئی راستہ تو دونوں کا ہے اللہ کا بھی راستہ ہے محمدؐ کا بھی راستہ ہے۔ بھئی اگر اللہ کا راستہ کہو گے تو صراط بنے گا اگر محمدؐ کا راستہ کہو گے تو سبیل بنے گی۔ تو سارے نبی کدھر ہیں صراطِ مستقیم کی طرف میرا محمدؐ۔ صراطِ مستقیم پر اب ایک آیت کی سماعت کی زحمت اور کرو سورہ نحل سولہواں سورۃ آیت ۷۶

وضرب اللّٰہ مثلاً رجلین احد هما ابکم لا یقدر علٰی شیءٍ
وّھو کل علٰی مولٰہُ اینما یوجھہ لایاتِ بخیرٍ ط ھل یستوی
ھوومن یامر بالعدل وھو علٰی صراطٍ مستقیمo
ورق الٹنے کے بعد قرآن کی یہ آیت تمہیں ہدیہ کررہا ہوں۔ یاد رکھو گے۔
یٰسٓo والقرآن الحکیم oانک لمن
المرسلینo علیٰ صراطٍ مستقیمo
محمدؐ صراطِ مستقیم پر۔ آیت طویل ہے پورا ترجمہ نہیں کروں گا۔ لیکن آیت تو سن لو آخری ٹکڑے کا ترجمہ کروں گا۔
وضرب اللّٰہ مثلاً رجلین احدھما ابکم۔
دو مردوں کی مثال بیان کرتا ہے اللہ، ایک گونگا ہے۔
لا یقدر علی شیءٍ کسی بات پر قادر نہیں ہے۔
وھو کل علیٰ مولاہ اپنے مولا پر وہ بوجھ ہے ایک آدمی ہے۔
گونگا ہے۔ کسی کام کا نہیں ہے۔ اپنے مولا پر بوجھ ہے۔
''اینما یوجھہ لایات بخیر'' مولا اسے کہیں بھی بھیجے، کسی بھی کام پہ بھیجے، خیر لے کے واپس نہیں آتا۔ ایک تو ایسا ہے اور دوسرا کون ہے۔
ھل یستوی ھو ومن یامربالعدل وھوعلیٰ صراطٍ مستقیم۔
اور ایک ایسا ہے جو عدل کا حکم دیتا ہے اور خود صراطِ مستقیم پر ہے۔
تو اب رسول کے بعد ایک اور ہے جو صراطِ مستقیم پر ہے۔ اب اسے کہاں تلاش کریں؟ بھئی میرا نبی تو صراطِ مستقیم پر ہے یہ دوسرا کہاں ڈھونڈیں؟ یہ دوسرا کہاں تلاش کریں؟ اب میں آیت کی جگہ ایک چھوٹی سی روایت تمہیں ہدیہ کروں گا۔
حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے واقف ہونا! جلیل القدر صحابی ہیں میرے نبی کے۔ پیغمبرؐ مسجد سے نکلے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود مسجد کے

دروازے پر پیغمبر کے سامنے آئے۔ سلام کیا پیغمبر کو اور کہا:

یارسول اللہ۔ یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ آپ صراطِ مستقیم پر ہیں یہ دوسرا کون ہے آپ کے علاوہ جو صراطِ مستقیم پر ہے؟

سوال ہوگیا نا! اچھا یہ ایک والنٹیر volunteer کھڑے ہوئے ہیں میرے دوست انہوں نے حرکت کی۔ میں نے دیکھا اب پھر میں آپ کی طرف متوجہ ہوگیا۔ تو یہ ایک طریقہ ہے کہ کسی طرف کوئی چلے، کوئی پھرے، کوئی ادھر آجائے، کوئی اُدھر آجائے۔ تو نگاہ تو پڑے گی ٹھیک ہے نا! پھر میں آپ سے باتیں کرنے لگوں گا۔ اس دن یہی ہوا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے پوچھا: کہ یارسول اللہ آپ کے علاوہ دوسرا کون ہے جو صراطِ مستقیم پر ہے۔ سوال ختم ہوا کہ علیؑ کے گھر کا دروازہ کھلا۔ علیؑ نکلے۔

ابن مسعود نے مڑ کے دیکھا پھر کہنے لگے: یارسول اللہ۔ وہ دوسرا کون ہے؟

تو نبی نے مسکرا کے کہا: دیکھ بھی رہے ہو اور پوچھ بھی رہے ہو۔

تو دو ہیں صراطِ مستقیم پر یا میرا نبی صراطِ مستقیم پر یا نبی کا ولی صراطِ مستقیم پر۔ بھئی بہت توجہ رہے۔ اس لیے کہ بڑے نازک مرحلے پر لے آیا ہوں اور پھر واپس جاؤں گا تقویٰ کی طرف لیکن یہ بات تو واضح ہوجائے۔ نبیؐ صراطِ مستقیم پر، علیؑ صراطِ مستقیم پر۔ اُس نے جو سجدے سے انکار کیا تھا تو یہ کہہ کے چلا تھا۔

لاقعدن لَھُم صراطک المستقیم (اعراف آیت ۱۶)

پروردگار میں تیری صراطِ مستقیم پہ بیٹھ کے بہکاؤں گا۔ مالک تو نے مجھے جنت سے نکال دیا۔

اب میرا ابھی جملہ سن لیں میں صراطِ مستقیم پر بیٹھ کے بہکاؤں گا۔ صراطِ مستقیم بہت لمبی ہے۔ یہ سڑک بہت لمبی ہے کہاں پہ بیٹھ کے بہکائے گا۔ کیسے پتہ چلے۔ تو محمدؐ ہیں صراطِ مستقیم پر۔ علیؑ ہیں صراطِ مستقیم پر۔ شیطان بہکائے گا صراطِ مستقیم پر۔ یا محمدؐ کی نبوت

میں شک ڈلوائے گا یا علیؑ کی ولایت سے انکار کروا دے گا۔

امت ہے ابراہیمؑ۔ اکیلا سہی مگر امت ہے۔علیؑ اکیلا سہی مگر قوم ہے۔

یاایھاالذین آمنوامن یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی اللّٰه بقومٍ یحبھم ویحبونه۔(سورہ مائدہ آیت ۵۴)

کوئی پرواہ نہیں ہے اللہ کو اگر تم اسلام کو چھوڑ کے جانا چاہتے ہو چلے جاؤ۔

ہمارے پاس اک قوم ہے جو خدا اور رسول کو دوست رکھتی ہے۔ خدا اور رسول جسے دوست رکھتے ہیں۔ اکیلا ہے مگر قوم ہے۔ تو قرآن میں قوم کے معنی سمجھ میں آ گئے۔ اکیلا ہو مگر۔ اگر پوری قوم کی طاقت رکھتا ہو تو خدا کی نگاہ میں قوم ہے۔ اکیلا نہیں ہے۔

بھئی دیکھو بہت پڑھا لکھا مجمع میرے سامنے اور میرا جی چاہ رہا ہے کہ میں قرآن کے کچھ اوراق پلٹ کر تمہارے سامنے رکھ دوں۔ یہ جملہ یاد رکھو گے کہ اکیلا ہو لیکن اگر پوری قوم سے ٹکرا جائے تو وہ پوری قوم ہے قرآن کی نگاہ میں۔ یہ تھی مدنی آیت سورۃ مائدہ کی اور اب مکی آیت سنو گے سورۃ فرقان کی۔ ۲۵ واں سورۃ قرآن کا۔

ان ھذا الا افک افتراهُ واعانه علیه قوم آخرون (آیت ۴)

مشرک کہتے ہیں ہم کیا کریں یہ جو قرآن ہے یہ پورا جھوٹ کا پلندہ ہے۔ یہ نبوت کچھ نہیں ہے۔ یہ رسالت کچھ نہیں ۔ لیکن ہم کیا کریں۔

واعانه علیه قوم اخرون۔ ایک قوم ہے جو محمدؐ کی حفاظت کر رہی ہے۔

بھئی قوم کی دو آیتیں ہوگئیں ۔ سورۃ مائدہ اکیلا ہے مگر قوم ہے۔

سورۃ فرقان: مشرک گھبرایا ہوا ہے کہ بھئی ہم تو محمدؐ کو مار لیں، محمدؐ کے پیغام کو ختم کر دیں لیکن ہم کیا کریں ایک قوم ہے جو محمدؐ کی حفاظت کر رہی ہے۔

اکیلا ہے مگر قوم ہے۔ مدینہ میں علیؑ قوم ہے۔ مکہ میں ابو طالبؑ قوم ہے۔

بھئی دیکھو conclude کر رہا ہوں گفتگو کو لیکن جہاں لے آیا ہوں۔ وہاں جملہ پھر دہراؤں گا۔ مدنی آیت ہے کہ کوئی پرواہ نہیں ہے اللہ کو، تم کافر ہونا چاہتے ہو، مشرک

ہونا چاہتے ہو، ہو جاؤ ہم نے محمدؐ کے لیے ایک قوم رکھی ہے جو خدا اور رسول کو دوست رکھتی ہے، خدا اور رسول اسے دوست رکھتے ہیں۔

خیبر میں یہی کہہ کر علم دیا تھا۔ تو مدینے میں حفاظت کرنے والا علیؑ اس کا نام ہے قوم۔ اور اب جو میں نے آیت جو پڑھی وہ مکّی تھی سورۃ فرقان کی۔

ان ھٰذا الا افک افترٰہُ۔ مشرک کہتے ہیں کہ یہ قرآن کچھ نہیں ہے یہ تو سب۔ نعوذ باللہ۔ نعوذ باللہ جھوٹ کا پلندہ ہے لیکن مشرک کہتا ہے ہم کیا کریں؟

اعانه علیه قوم آخرون ایک قوم ہے جو اس کی حفاظت کیے جا رہی ہے۔ تو مکہ میں حفاظت کرنے والا ابو طالبؑ۔ مدینے میں حفاظت کرنے والا علیؑ۔

قرآن نے علیؑ کو بھی قوم کہا، قرآن نے ابو طالبؑ کو بھی قوم کہا۔

اب پھر واپس چلو قرآن کی طرف سورہ انعام چھٹا سورہ قرآن مجید کا۔

اولٰئِک الذین آتینٰھم الکتاب والحکم و النبوۃ فان یکفر بھا ھولاءِ فقد وکلنا بھا قوماً لیسوا بھا بکٰفرین (آیت ۹۰)

ہم نے نبیوں کو کتاب دے کے بھیج دیا۔ اگر ساری دنیا نبیوں کا انکار کر دے تو ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہم نے ان کی حفاظت کے لیے ایسی قوم رکھی ہے جو ماضی میں کبھی کافر نہیں تھی۔ اب جسے قرآن قوم کہہ دے ماضی میں کافر نہیں ہو سکتا۔

طے ہو گئی نا بات پھر واپس چلو جہاں میں نے موضوع چھوڑا تھا۔ اس لیے کہ بات سے بات نکل رہی تھی۔ کیسا ڈانٹا مومنین کو: اے ایمان لانے والو اگر تم میں کوئی مرتد ہونا چاہتا ہے تو ہو جائے ناراض ہے اللہ، مومن میں بھی ہوں مومن تم بھی ہو لیکن اب یہ میری مجبوری ہے میں کیا کروں؟

بھئی ڈانٹ رہا ہے مومنین کو ٹھیک ہے نا! مسلمین کو تو ڈانٹا بھی نہیں ہے یہ ڈانٹ حصے میں آئی ہے۔ مومنین کے۔

مومنو! اگر مرتد ہونا چاہتے ہو تو ہو جاؤ ہمیں فکر نہیں ہے۔

مومنو! نبی سے، خدا سے آگے نہ بڑھو۔

مومنو! میرے بھیجے ہوئے نبی کی آواز پہ اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔ اے ایمان لانے والوں میرے نبی کو ایسے نہ پکارو جیسے تم اپنے دوستوں کو پکارتے ہو۔

اور دیکھو کیا غضب کی بات کہی ہے اگر تم نے میرے نبی کے ساتھ یہ سلوک کیا جس سے میں تمہیں منع کر رہا ہوں تو تمہارے اعمال تمہارے منہ پر مار دوں گا۔ تو مومنین اگر یہ سلوک کریں جو آیت میں بیان کیے گئے تو نمازیں، روزے، حج، زکوٰۃ سب ان کے منہ پر مار دیئے جائیں گے۔ یہ ہے حیثیت مومنین کی اللہ کی نگاہ میں۔

لیکن اب میں چیلنج دے رہا ہوں۔ اللہ نے قرآن میں متقی کو کہیں نہیں ڈانٹا۔ پورے قرآن کو دیکھ ڈالو متقی کو کہیں نہیں ڈانٹا۔ بلکہ ایک عجیب بات یہ ہے کہ مومن سے تو قرآن میں جنت کا وعدہ بھی نہیں ہے۔ مسلمان اور مومن سے جنت کا وعدہ قرآن میں نہیں ہے سوائے ایک آیت کے جو سورۃ یونس میں ہے اس کا اشارہ ملتا ہے[1]۔

جنت بنائی نہیں گئی مسلمین یا مومنین کے لیے پھر کس کے لیے بنی؟

تلک الجنة التی نورث من عبادنا من کان تقیا۔ (سورہ مریم آیت ۶۳)

جنت کا وارث ہم انہیں بنائیں گے جو متقی ہونگے۔

ہم جنت کا وارث بنائیں گے مالک نہیں بنائیں گے۔

وارث اسے کہتے ہیں جس کے پاس مالک سے مال آئے۔ وارث سمجھ میں آ گیا۔ وارث اصل مالک نہیں ہے مالک سے مال آجائے تو وارث بن گیا۔ ہم تمہیں مالک نہیں بنائیں گے تمہیں جنت کا وارث بنائیں ۔گے تو ہیں اللہ کے پاس کچھ مالکان جنت۔

بس گفتگو کو اس مرحلے پر روک دیتا ہوں میں لیکن اب تو لایا ہوں تمہیں اس

---

[1] سورہ حدید کی آیت نمبر ۲۱ میں ارشاد ہے۔ اعدت للذین آمنو باللہ ورسولہ۔ ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔

مرحلے پر جس مرحلے پر تمہارے کام کی ایک بات ہدیہ کردوں۔

تلک الجنة التی نورث من عبادنا من کان تقیاً۔ جنت ہم دیں گے، وارث بنائیں گے متقی کو۔

اعدت للمتقین۔ ہم نے جنت بنائی ہی ہے متقین کے لیے۔

ازلفت الجنة للمتقین ہم نے جنت بنائی ہے متقین کے لیے،

جنت سجائی ہے متقین کے لیے۔ جنت سنواری ہے متقین کے لیے۔ ہم جنت دیں گے تو متقین کو دینگے کسی اور کو جنت نہیں دینگے۔ بس طے ہوگئی بات کہ جنت مسلمین کو نہیں ملے گی جنت مومنین کو نہیں ملے گی۔ جنت ملے گی متقین کو۔

یہی سبب ہے کہ پوری ڈیڑھ ہزار سال کی تاریخ اسلام میں امیر المومنین بنتے بگڑتے رہے مگر امام المتقین علیؑ کے علاوہ نہیں ملا۔

تلک الجنة التی نورث من عبادنا من کان تقیا۔ ہم جنت کا وارث بنائیں گے اپنے متقی بندوں کو۔ وراثت مال کا انتقال ہے اصل مالک سے وارث کی طرف۔ تو اگر متقی وارث ہیں تو کوئی تو مالک ہوگا نا! صحیح کتاب کی صحیح روایت: میری نبی نے کہا:

ان فاطمة سیّدة اھل الجنة

میری بیٹی فاطمہؑ اہل جنت کی ملکہ اور سردار ہے۔

اور دوسرے طریقے سے روایت آئی ان فاطمة سیده نساء العالمین

تیسرے طریقے سے روایت آئی ان فاطمة سیده نساء اھل الجنة۔

فاطمہؑ ساری جنتی عورتوں کی سردار ہے، ساری جنتی عورتوں کی ملکہ ہے۔ میرا نبی کہہ رہا ہے جنت کی ساری عورتوں کی ملکہ فاطمہؑ ہے۔ تو قیامت تک کی کوئی عورت ہو۔ فاطمہؑ کی کنیز بن کے تو جاسکتی ہے۔ فاطمہؑ سے جھگڑا کر کے جنت میں نہیں جاسکتی۔

بس میرے دوستو! میرے عزیزو! میرے محترم سننے والو! میری بات پہنچ گئی نا اب یہ جملہ سننا یہ جملہ تمہارے کام آجائے گا۔

فاطمہؑ جنت کی عورتوں کی ملکہ اور جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔

الحسن والحسین سیدہ شباب اھل الجنۃ۔

حسنؑ اور حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ جنت میں جوان ہی ہوں گے۔ دیکھئے نا: میرے نبی نے کہلایا کہ جنت کے جوانوں کے سردار۔ حسنؑ اور حسینؑ۔ ماں جنت کی عورتوں کی سردار۔ بیٹے جنت کے جوانوں کے سردار۔

تو اب تمہیں حق ہے پوچھنے کا۔ تو پھر فاطمہ کے شوہر؟ حق ہے نا پوچھنے کا۔ فاطمہ زہرا سلام علیہا جنت کی عورتوں کی سردار تو خود علیؑ؟

علیؑ کو تو جنت چاہیئے ہی نہیں اس لیے کہ میرا مولا علیؑ وہ تو نہج البلاغہ میں یہ کہے ہوئے بیٹھا ہے کہ

ماعبدتک طعما لجنتک ولا خوفاً من نارک بل وجدتک اھل العبادۃ فسجدتک۔ پروردگار تیری جنت کی تمنا میں سجدے نہیں کر رہا ہوں۔ تیرے جہنم کا کوئی خوف مجھے نہیں ہے۔

دیکھو میں سجدے کرتا ہوں نمازیں پڑھتا ہوں روزے رکھتا ہوں۔ اور تم بھی ایسا کرتے ہو۔ یا جنت کے لالچ سے یا جہنم کا خوف سے۔ اور علیؑ کہہ رہا ہے کہ میں نے جو سجدے کیے تو کوئی جنت کے لالچ میں نہیں کئے کوئی جہنم کے خوف سے نہیں کئے۔ میں نے تجھے عبادت کا اہل پایا۔ تو میں نے تجھے سجدے کیے۔

یہ علیؑ نے کیا جملہ کہہ دیا؟ میں نے تجھے عبادت کا اہل پایا! جو خدا کی اہلیت پہ گفتگو کرے اس کی اہلیت پر آپ گفتگو کریں گے!؟

پروردگارا! میں نے تیری جنت کے شوق میں سجدے نہیں کیے میں نے تیرے جہنم کے خوف سے سجدے نہیں کیے۔ میں نے تجھے عبادت کا اہل پایا تو اپنی پیشانی تیری بارگاہ میں رکھ دی۔

خدا کی قسم علیؑ کے علاوہ یہ جملہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ اس لیے کہ جب علیؑ کا نور خلق

ہوا تھا اور خلق ہوتے ہی سجدے میں گر گیا تھا تو اس وقت تک دنیا میں نہ جنت تھی نہ جہنم تھی۔

بھئی علیؑ کا نور، نور محمدؐ کا جزو ہے اور نور محمدؐ اوّل مخلوق ہے۔ جنت اور جہنم تو بعد میں پیدا ہوں گے۔ تو جو سجدہ ہوا وہ جنت کے شوق میں نہیں ہوا۔ جو سجدہ ہوا وہ جہنم کے خوف سے نہیں ہوا۔ براہِ راست دیکھا؟ الوہیت پہچانی، سجدہ کر دیا۔

فاطمہ زہراؑ! جنت کی عورتوں کی ملکہ، علیؑ کی زوجہ! جنت کی عورتوں کی ملکہ علیؑ کے بیٹے! جنت کے جوانوں کے سردار۔

خود علیؑ اسے تو چاہیئے ہی نہیں۔ تو مالک اب کرے گا کیا؟

کہا: کیا بتلاؤں میں کیا کروں گا؟

اسے چاہیئے یا نہیں چاہیئے یہ اس کا مسئلہ ہے۔ لیکن جنت بٹواؤں گا تو علیؑ کے ہاتھ سے بٹواؤں گا۔

مالک! بنائی تو نے۔ دے گا محمدؐ کی اطاعت میں، بٹوائے گا علیؑ سے! مالک جنت خود بانٹ دے۔

کہا: میں نہیں بانٹوں گا۔ میں ہوں رب العالمین

عالمین کا رب ہوں ساری دنیا میں نہ معلوم کتنے مذہب والے ہیں سب میری جان کو آ جائیں گے پروردگار ہمیں جنت دیدے اور دینی ہے ایک کو۔ تو اگر نہیں بانٹتا تو جنت تو دے گا محمدؐ کی اطاعت میں تو رسول ہی سے بٹوا دے۔

کہا: رسول ہے رحمت اللعالمین سارے فرقے اس کی جان کو آ جائیں گے کہ یارسول اللہ ہمیں بھی دیدیجئے۔

میدان حشر میں تو کہیں گے کہ یارسول اللہ جنت ہمیں دیدیجئے۔ دنیا میں کہتے تھے یارسول اللہ کہنا بدعت ہے۔ آخرت میں سارے فرقے کہیں گے یارسول اللہ ہمیں دیجئے۔ اور دینا ایک کو ہے۔

چہرے لشکر کی طرف اور پیٹھ خیمہ گاہ کی طرف رہے۔ ساری فوج نے دیکھا کہ جب گھوڑے سے گرے تو چہرے لشکر کی طرف تھے۔ بچوں کی پشت خیمہ گاہ کی طرف تھی، لاشے آئے۔

ساری بیبیاں جمع ہوگئیں تب فضہ نے کہا: بی بی تمہارے بیٹوں کے لاشے آگئے۔

تو کہا: جنہیں میں حسینؑ پہ قربان کرچکی ان پر گریہ نہیں کروں گی۔

اب میرا جملہ سنو گے گیارہ محرم کو جب قافلہ جارہا تھا تو اصغرؑ کی ماں اصغرؑ کی لاش پہ تھی، اکبرؑ کی ماں اکبرؑ کی لاش پہ تھی، سکینہ عباسؑ کے لاشے پہ تھی۔ زینبؑ حسینؑ کے لاشے پہ تھی۔

فوج یزید نے کھڑے ہو کے پوچھا: ارے یہ دو بچے کس کے ہیں۔

کسی نے کہا: یہ وہ بچے ہیں جنہیں ماں کا رونا بھی زندگی میں نصیب نہ ہوا۔

وسیعلمو االذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

مجلس ششم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۝

لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡہَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ ۙ وَ السَّآئِلِیۡنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ وَ الۡمُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِہِمۡ اِذَا عٰہَدُوۡا ۚ وَ الصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾

سورۃ بقرہ کی ایک سوستتر ویں آیت کے ذیل میں ہم نے جس سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا ہے اس کا عنوان ہے اساس آدمیت اور قرآن

وقت تیزی سے گزرتا جارہا ہے اور اب تک میں اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کے باوصف اپنے سننے والوں تک اس عنوان کا مرکزی خیال نہ پہنچا سکا۔

کل گفتگو اس مرحلے پر رکی تھی کہ انسان کو جتنی بھی نعمتیں فراہم ہوئی ہیں ان ساری نعمتوں کی انتہا جنت ہے اور انسان پر جتنی بھی مصیبتیں آتی ہیں، جتنی بھی پریشانیاں آتی ہیں ان ساری مصیبتوں اور ساری پریشانیوں کی انتہا جہنم ہے۔ اور یہ دونوں جنت ہو

یا جہنم ان کا تعلق رضائے الٰہی اور غضب الٰہی سے ہے۔ اللہ جس سے راضی ہوجائے اسے نعمتیں دیدے جس سے ناراض ہوجائے اسے جہنم میں ڈال دے۔

تو بنیاد اساس آدمیت ہے اللہ کی رضا اور اللہ کا غضب۔ یہ جو تم سنتے ہو نا۔ شریعت اسلام! بڑی اعلیٰ فقہیں ہیں مسلمانوں میں فقہ حنبلی ہے، فقہ حنفی ہے، فقہ مالکی ہے، فقہ شافعی ہے، فقہ زیدی ہے، فقہ طاہری ہے، فقہ جعفری ہے۔

ان ساری شریعتوں کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں۔ واجب، حرام، مستحب، مکروہ، مباح۔ چھٹی کوئی شے نہیں ہے۔ یعنی دنیا میں تم جو بھی کام انجام دیتے ہو۔ ان پانچ چیزوں کے دائرے میں ہوتا ہے اس سے باہر نہیں ہوتا۔

اب واجب کیا ہے۔؟ کرنا ضروری۔ چھوڑنا حرام وہ واجب ہے۔

حرام کیا ہے؟ چھوڑنا ضروری، کرنا حرام۔ مستحب کرو تو اچھا ہے، چھوڑ دو تو حرج نہیں ہے۔

مکروہ نہ کرو تو اچھا ہے، کرلو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

مباح چاہے کرو، چاہے نہ کرو۔ تو یہ کس نے کہا چھوڑنا ضروری ہے۔ یہ کس نے کہا، کہ کرنا ضروری ہے۔ یہ کس نے کہا کہ کرو تو اچھا ہے، چھوڑ دو تو حرج نہیں ہے، یہ کس نے کہا، چھوڑ دو تو اچھا ہے کرو تو حرج نہیں ہے۔

تو یہ ساری بنیادیں رضائے الٰہی پر ہیں۔ اگر وہ راضی ہے تو واجب ہے اگر وہ ناراض ہے تو حرام ہے۔ کل میں نے سورۃ حجرات کی آیت۔ اپنے سننے والوں کی خدمت میں پیش کی کہ

یاایھاالناس انا خلقنا کم من ذکر وانثیٰ وجعلنا کم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم۔(آیت ۱۳)

ایک مرد اور ایک عورت سے تم سب پیدا ہوئے ہو اور ہمارے نزدیک بڑائی کا معیار دولت نہیں ہے، بڑائی کا معیار اقتدار نہیں ہے، بڑائی کا معیار رنگ نہیں ہے، بڑائی

کا معیار نسل نہیں ہے۔ ہماری نگاہ میں بڑائی کا معیار فقط تقویٰ ہے۔ وہ آیت جو میں روزانہ تلاوت کر رہا ہوں۔ اس کا آغاز ہے نیکی سے۔

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

آیت شروع ہوئی نیکی سے اور آیت ختم ہوئی اولئک هم المتقون جو نیکی کرے وہ متقی ہے۔ تو بنیاد ہے تقویٰ اسی لیے حجۃ الوداع کے خطبے میں میرے نبی نے جو پوری انسانیت کو منشور دیا ہے۔ وہ منشور یہ ہے کہ

لافضل بعربی علیٰ عجمیٍ الا تقویٰ ولا فضل لاحمر علی الاسود الا بتقویٰ۔

کوئی فضیلت نہیں ہے کہ کسی عرب کو کسی غیر عرب پر مگر تقویٰ سے۔ اور کوئی فضیلت نہیں ہے کسی گورے کو کالے پر۔ اب تم نہ مانو دوسری بات ہے۔ کالوں پر گوروں کو ترجیح دو یہ تمہارا مسئلہ ہے یعنی اب تمہاری نگاہ میں گورے کی اہمیت بڑھ جائے وہ الگ مسئلہ ہے۔ میرے نبی نے کہا کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔

الا بتقویٰ۔ اگر فضیلت ہے تو تقویٰ سے کتنا بے لوث ہے میرا نبی اور کتنا بے غرض ہے میرا نبی۔ نبی غیر عرب نہیں تھا عرب تھا اور پھر آواز دے رہا ہے، عرب کو کوئی فضیلت نہیں ہے۔ نبی کالا نہیں تھا گورا تھا اور پھر کہہ رہا ہے کہ گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے ایسا ہو تو خاتم النبین بن جائے۔

اچھا بنیاد ہے بڑائی کی تقویٰ۔ تم نعرے لگا رہے ہو، تمہاری متمدن دُنیا نعرے لگا رہی ہے کہ انسانوں میں مساوات ہونی ضروری ہے۔ یہ یورپ کا نعرہ ہے، مغرب کا نعرہ ہے۔ کہ انسانوں میں مساوات ہونی ضروری ہے، برابری ہونی ضروری ہے۔ لیکن یہ نعرہ غیر فطری ہے، فطرت کے خلاف ہے۔ غریب چاہے گا کہ میں امیر کے برابر ہو جاؤں

امیر نہیں چاہے گا کہ میں غریب کے برابر ہو جاؤں۔

تو غیر فطری باتوں پر آدمیت کی بنیادیں رکھ رہے ہو، غیر فطری باتوں پر انسانیت کی اساس قائم کر رہے ہو۔ جاہل چاہے گا کہ میں عالم کے برابر ہو جاؤں۔ عالم نہیں چاہے گا کہ جاہل کے برابر ہو جاؤں۔ یہ غیر فطری ہے۔ لیکن فطرت یہ ہے کہ ہر انسان چاہے گا کہ میں اللہ کے قریب ہو جاؤں اسی قرب کا نام تقویٰ ہے۔

مسائل اگر چہ نا معلوم ہوں، مسائل اگر چہ سطح عمومی سے بلند ہوں، ہر انسان کے سمجھنے کی بات نہیں ہو لیکن میں تم سے نہ بیان کروں تو کس سے بیان کروں اس لیے کہ یہ درس گاہ حسینؑ کے طالبعلم بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب تم سے اگر یہ مسائل نہ بیان کئے جائیں تو پھر کس سے بیان کیے جائیں؟ اچھا تو پروردگار نے کیا بنیاد رکھی اگر بڑھنا ہے قریب ہونا ہے اللہ سے تو تقویٰ اختیار کرو اور اگر قریب ہونا ہے اللہ سے تو ایمان پہ آ جاؤ۔ دو ہی تو بنیادیں ہیں نا آیت نے آخر میں کہا:

اولئک هم المتقون۔ تقویٰ والے وہی ہیں اور شروع میں کیا کہا۔

ولکن البر من آمن باللّٰہ والیوم الآخر والملئکة والکتٰب والنبیّن۔

رنگ پر فضیلت کی بنیاد رسول نے نہیں رکھی۔ یہ گورا ہے یہ کالا ہے۔ نسل پر نہیں رکھی۔ رنگ پر بنیاد نہیں ہے۔ نسل پر بنیاد نہیں ہے۔ حسن و جمال پر بڑائی کی بنیاد اللہ نے اور رسول نے نہیں رکھی، قد و قامت پہ بڑائی کی بنیاد نہ اللہ نے رکھی نہ رسول نے رکھی۔ اس لیے کہ رنگ اس کا دیا ہوا ہے اکتسابی نہیں ہے میں اپنی مرضی سے اپنے کو گورا نہیں کر سکتا۔ میں اپنی مرضی سے اپنے کو حسین نہیں کر سکتا۔

تم اپنی مرضی سے نہ اپنے قد کو بڑا کر سکتے ہو نہ چھوٹا کر سکتے ہو تو وہ بات جو جبری ہو تو اس میں فضیلت نہیں ہوتی جو کمائی جائے فضیلت اس میں ہے۔ موضوع کھل رہا ہے نا! آدمیت کی اساس تقویٰ پہ ہے ایمان پہ ہے۔ تقویٰ کا تعلق عمل سے ہے اب جتنا عمل کرتے جاؤ گے تمہاری حرکت عمل تیز ہوتی جائے گی۔ یہی ہے نا اور جتنا ایمان میں

بڑھتے جاؤ گے تمہارے عقائد مستحکم ہوتے جائیں گے۔

تقویٰ کا تعلق ہے عمل سے، ایمان کا تعلق ہے عقیدے سے۔ ایمان کے درجات لامحدود۔ میرا ایک ایمان ہے۔ ایک سطح ہے میرے ایمان کی۔ ایک Level ہے۔ تمہارا ایمان اس سے بڑا ہے۔ اس کا ایمان تم سے بڑا ہے اور اس سے بڑا کوئی اور ایمان ہے۔ چلتے جائیں۔ لامحدود ہیں ایمان کے درجے، ایمان کی سیڑھیاں لامحدود ہیں۔ آگے بڑھتے جاؤ۔

اسی طریقے سے تقویٰ کی سیڑھیاں لامحدود ہیں۔ میں چھوٹا متقی، تم مجھ سے بڑے متقی، وہ تم سے بڑا متقی، اس سے بڑا متقی کوئی اور، اس سے بڑا متقی کوئی اور۔ تو ایمان میں سیڑھیاں لامحدود، تقویٰ میں سیڑھیاں لامحدود۔

لیکن ایک جملہ سنتے جاؤ اور اس ایک جملہ کو قیامت تک کے لیے یاد رکھنا۔ کہ لامحدود دنیا میں کچھ نہیں ہے لامحدود فقط اللہ ہے تو ہماری نسبت سے ایمان لامحدود۔ تقویٰ لامحدود اس کی نسبت سے ایمان کو بھی کہیں رکنا ہے، تقویٰ کو بھی کہیں رکنا ہے، تو مالک! تقویٰ کہاں رکے گا؟

کہا: وہاں رکے گا جہاں امام المتقین بن جائے۔

تو مالک تقویٰ تو رک گیا۔ امام المتقین پہ جاکے اب ایمان پر ثابت قدم رہے، اگر تقویٰ پر ثابت قدم رہے تو صرف نیک مقصد کے لیے نیک ہی ذریعے تلاش ہونگے غلط ذریعے تلاش نہیں ہونگے۔ پرسوں میں کہہ رہا تھا تم سے کہ دنیا کا اصول یہ ہے کہ اگر مقصد نیک ہے تو اس تک پہنچنے کے لیے جائز ناجائز کوئی بھی ذریعہ استعمال کرو۔ اسلام نے آواز دی اگر مقصد نیک ہے تو ذریعہ کا نیک ہونا ضروری ہے۔

بھئی کیا عجیب مرحلۂ فکر ہے! تمہارا محاورہ ہے کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔ اللہ نے کہا: نہیں محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز نہیں ہے جسے ہم جائز قرار دیں وہ جائز ہے جسے ہم حرام قرار دیں وہ حرام ہے۔

دنیا کا طریقہ ہے کہ اگر جنگ میں فریق مخالف پر غالب آنا ہے تو جو بھی ذریعہ استعمال کرو۔ جنگ جیتنی ہے دشمن کو ہرا دینا ہے اب جو بھی طریقہ استعمال کرو، اسلام نے کہا: نہیں۔ جنگ جیتنی ہے لیکن جنگ جیتنے کے لیے نیک ذریعہ ضروری ہے۔

اک جنگ میں تلوار کھینچی ایک مجاہد کی اور سامنے والے دشمن نے جو کافر تھا تلوار دیکھ کے کہا کہ میرے سر پر آنے والی ہے کہنے لگا:

لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اس کے باوجود مجاہد نے گردن کاٹ دی۔

جب پیغمبر اکرمؐ کو اطلاع ہوئی کہا: بلاؤ اس مجاہد کو۔

مجاہد آیا کہا: یہ تم نے کیا کیا۔

کہا: یا رسول اللہ میں جان رہا تھا کہ وہ کلمہ جھوٹا پڑھ رہا ہے۔

کہا: جھوٹ اور سچ کا تعلق تو دل سے ہے کیا دل کو چیر کے دیکھا تھا؟

کہا: یا رسول اللہ دل چیر کے تو نہیں دیکھا تھا۔ جلال میں ہیں رحمت اللعالمین۔ علیؑ سے مڑ کے کہا جتنے خون ناحق ہو گئے ہیں ان سب کی دیت اسلام کی طرف سے ادا کرو۔ یعنی پیغمبر نے بتلا دیا کہ خون بہانا اسلام میں آخری حل ہے پہلا حل نہیں ہے۔

اسلام خون بہانے کے لیے جنگ نہیں کرتا۔ اسلام جنگ کرتا ہے ایمان کی استواری کے لیے، تقویٰ کی استواری کے لیے۔ اب بتاؤں کہ اسلام میں فوجی کی دعا کیا ہے؟

ربنا افرغ علینا صبراً و ثبت اقدامنا وانصرنا علی
القوم الکافرین (سورہ بقرہ آیت ۲۵۰)

حضرت طالوت علیہ السلام جب فوجوں کو لے کے گئے ہیں تو فوجیوں کی زبان پہ یہ جملہ تھا اور قرآن نے اسے قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا۔

ربنا افرغ علینا صبراً — پروردگار ہم پر صبر کو نازل کر دے۔

وثبت اقدامنا ہمارے قدموں کو ثابت کر دے۔

وانصرنا علی القوم الکافرین۔اور ہمیں کافرین پہ غلبہ دے دے۔

پہلا مطالبہ مسلمان سپاہی کا مالک صبر دیدے۔ دوسرا مطالبہ سپاہی کا مالک ہمارے قدموں کو استحکام دیدے۔ تیسرا مطالبہ مالک ہمیں کافروں پر غالب کردے۔ تو کافروں پر غالب آنے کے لیے میدان میں رکنا ضروری ہے بھاگنے سے کافروں پہ غلبہ نہیں ہوگا۔ یاد رکھو گے نا مسلمان سپاہی کی اس دعا کو جو قرآن مجید نے بیان کی؟

ربنا افرغ علینا صبراً وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔

جہاں صبر ہوگا وہاں ثبات قدم ہوگا جہاں ثبات قدم ہوگا وہاں کافر پہ غلبہ ہوگا۔ ساری جنگوں میں دیکھا۔ نہ صبر کہیں اور نظر آیا نہ ثبات قدم کہیں اور نظر آیا مگر سوائے اس ایک کے جس کے لیے نبی نے آواز دی تھی

برزالایمان کله الیٰ کفر کله

بھئی حق ہے کہ مجھ سے سوال کرو کہ یہ کیسے کہہ دیا کہ ثبات قدم ایک کے پاس ہے تو چلو پھر قرآن کی طرف۔

ان تنصروا اللّٰه ینصرکم ویثبّت اقدامکم (سورہ محمدؐ آیت ۷)

ساری انسانیت سے اللہ نے کہا اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ ویثبّت اقدامکم اور تمہارے قدموں کو ثبات عطا کرے گا۔ اس آیۂ مبارکہ کو ایک مرتبہ اور سننا۔

ان تنصروا اللّٰه ینصرکم و یثبّت اقدامکم۔اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہیں ثبات قدم عطا کرے گا۔

تو کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کی مدد کرو جب اللہ کی مدد ہوگی تو ثبات قدم ہوگا۔ رکوگے میدان مین جب تو ثبات ہوگا۔

شرط ہے کہ تم اللہ کی مدد کرو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو

اللہ تمہیں میدان میں ثابت قدم رکھے گا۔ یہ آیت میرے نوجوان دوستوں کے ذہنوں تک پہنچ جائے اور محفوظ ہو جائے۔

"ان تنصروا اللّٰہ" اگر تم مدد کرو گے اللہ کی "ینصر کم اللّٰہ" تمہاری مدد کرے گا۔

تو تم کو مدد اللہ کی کب ملے گی؟ جب تم اللہ کی مدد کرو گے اور ثبوت کیا ہوگا ثبوت یہ ہوگا۔ کہ تم میدان سے ہٹو گے نہیں۔ میدان میں جم کے رہو گے۔ اگر اب نظر آ جائے کوئی تاریخ میں جو میدان میں جم کے رہا ہو تو وہی اللہ کی مدد ہے اور وہی اللہ کی مدد کرنے والا ہے۔

پوری تاریخ اسلام میں کوئی نہ ملا۔ ایک جنگ میں فوج کے سرداروں نے کہا کہ یا علیؑ گھسان کی جنگ ہونے والی ہے، گھسان کا رن پڑنے والا ہے۔ ظاہر ہے کہ سرداروں کے قدم اکھڑ جائیں گے تو یا علیؑ ایک جگہ معین کر دیجئے کہ آپ وہاں ہوں ہم وہاں آ کر آپ سے مشورہ کریں۔

تو مسکرا کے کہا کہ تم جگہ خود معین کرو میرے لیے جگہ معین کرنیکی ضرورت نہیں ہے مجھے جہاں چھوڑ کے جاؤ گے وہیں ملوں گا کہیں اور نہیں ملوں گا۔

میرا جملہ یاد رکھنا۔ بہادری کی پوری تاریخ انسانیت میں آدمؑ سے قیامت تک علیؑ کے علاوہ کس کا جملہ نہیں ملا کہ جہاں مجھے چھوڑ کے جاؤ گے وہیں ملوں گا۔ تو علیؑ علامت ہیں ثبات قدم کی اور آیت نے کہا:

جو اللہ کی مدد کرے اسے اللہ ثبات قدم دیتا ہے۔ تو علیؑ کو ثبات قدم اس لیے ملا کہ وہ اللہ کی مدد کر رہا تھا تو جو اللہ کی مدد کرے اگر ہم اس سے مدد مانگ لیں تو بدعت کیسے ہے؟ اب واپس چلو تاریخ قرآن کی طرف میں نے کہا حضرت طالوت کی فوج کا وہ نعرہ تھا۔

ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔

طالوت کو جانتے ہو؟ یہ بہت بڑا مجمع ہے تو اب میں اس مجمع کے وہ بزرگ اور وہ پڑھے لکھے لوگ جو طالوت کے واقعے سے واقف ہیں انہیں کچھ نہیں بتلاؤں گا لیکن نوجوان دوستوں تک قرآن کے اس Message کو پہنچانا چاہ رہا ہوں۔

سورۃ بقرہ میں طالوت کے واقعہ پہ آ گیا ہوں۔ اور یہ طالوت کون ہیں ذرا سا تمہیں بتلانا چاہ رہا تھا سورۃ بقرہ دوسرا سورۃ قرآن کا آیت کا نشان دو سو چھیالیس (۲۴۶) اور آگے تک آیتیں لے لیجئے۔ دو سو چھپن (۲۵۶) تک دس آیتیں (۱۰) ہیں تقریباً۔

الم ترالی الملاء من بنی اسرائیل من بعد موسیٰ اذ
قالوا النبیٍ لھم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللّٰہ ؕ

حبیب یاد کرو اس واقعہ کو جو یہودیوں میں ہوا، بنی اسرائیل میں ہوا۔ لیکن موسیٰ کے بعد ہوا۔ تین ہزار سال پرانا واقعہ، قرآن مجید پر اتر رہا ہے۔ یہ میں نے کیسے کہہ دیا تین ہزار سال بھئی ہم سے نبیؐ تک ڈیڑھ ہزار سال، نبیؐ سے عیسیٰ علیہ السلام تک پانچ سو سال! دو ہزار سال ہوگئے اور عیسیٰ علیہ السلام سے موسیٰ تک چودہ سو پچاس سال ساڑھے تین ہزار سال ہوگئے تو موسیٰ کے بعد کا واقعہ ہے تقریباً تین ہزار سال پہلے۔ قرآن کو ایسے سمجھو۔ تو تین ہزار سال پرانا واقعہ قرآن نے بیان کیا۔

حبیب تو نے دیکھا، نہیں ترجمہ میں نے غلط کیا۔ جان بوجھ کے غلط کیا۔

''الم ترالی'' حبیب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہا:

ہمارے لیے ایک سردار معین کردو، ہمارے لیے ایک بادشاہ معین کردو، ہمارے لیے ایک حکمران معین کردو۔ تین ہزار سال پہلے یہودی اتنا عقلمند تھا کہ اس نے اپنا حکمران خود منتخب نہیں کیا نبی سے کہا۔

خدا کی قسم تمہارے سننے کی بات ہے۔

الم ترالی الملاء من بنی اسرائیل من بعد موسیٰ اذ
قالو النبیٍ لھم ابعث لنا ملکاً نقاتل فی سبیل اللّٰہ ط

اس بادشاہ کی اطاعت میں اس کی سرپرستی میں ہم اللہ کی راہ میں قتال کریں گے، ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔ نبی نے کہا: کہیں ایسا تو نہیں کہ اللہ بادشاہ معین کردے اورتم جہاد سے بھاگ جاؤ۔

کہا: نہیں ہم ایسا کیوں کریں گے؟ آگے قرآن نے کہا کہ یہی مطالبہ کرنے والے جب میدان جنگ میں گئے تو بھاگ گئے۔ کیا مطالبہ ہے بنی اسرائیل کا؟ اے نبی اللہ ہمارے لیے ایک بادشاہ بنادیں۔

وقال لھم نبیّھم ان اللّٰہ قد بعث لکم طالوت ملکاً ط

نبی کہنے لگا: تمہارے لیے اللہ نے طالوت کو بادشاہ بنادیا۔ مطالبہ تھا نبی سے کہ: اے نبی اللہ بادشاہ تو بنادے لیکن نبی اپنی حد کو پہچانتا ہے، نبی نے خود بادشاہ نہیں بنایا۔

نبی کہنے لگا: اللہ نے طالوت کو تمہارے اوپر حکمران بنادیا۔

"**ان اللّٰہ قد بعث لکم طالوت ملکا** "اللہ نے طالوت کو تمہارا حکمران بنا دیا۔ نبی نے نہیں بنایا۔ اللہ نے بنایا۔ تو جو کام نبی نہ کرسکے اس کام کی اجازت آپ کو کس نے دے دی؟

اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ بنادیا۔ توجہ رہے طالوت کو نبی کہہ رہا ہے میں نے نہیں، اللہ نے بنایا۔ اب سنو گے یہودیوں نے جواب کیا دیا؟

قالو انی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک
منہ ولم یوت سعۃ من المال ط

یہ ہمارا بادشاہ کیسے ہوجائے گا۔ ہم تو خود بادشاہت کے لائق ہیں۔ اس کے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ تو یہودیت کی نگاہ میں، غریب بادشاہی کے لائق نہیں ہے۔ غنی بادشاہی کے لائق ہے۔ میں تو تاریخ قرآن کو تمہارے سامنے پیش کررہا ہوں۔

"انی یکون له الملک علینا" یہ کیسے ہمارا حکمران بن جائے گا۔
بھئی آپ نے ہاتھ جوڑ کے نبی سے کہا تھا کہ ایک بادشاہ بنا دیجئے۔ نبی کہتا ہے کہ اللہ نے طالوت کو بادشاہ بنا دیا۔
آپ کہنے لگے: یہ تو غریب آدمی ہے پیسے نہیں ہیں اس کے پاس یہ کہاں سے ہم پر حکومت کرے گا۔ ہم تو خود اس قابل ہیں کہ اس کے اوپر حکومت کریں۔
و لم یوت سعة من المال ۔اس کے پاس تو مال نہیں ہے۔
تو یہودیت کی نگاہ میں حکمرانی کے لیے مال ضروری ہے۔
اور اب نبی نے جواب دیا: اس لیے اللہ نے اسے بادشاہ بنایا کہ
ان اللّٰہ اصطفٰہ علیکم۔ اللہ نے اسے منتخب کیا ہے۔
"وزادہ بسطة فی العلم والحسم ط" اللہ نے اسے علم بھی دیا ہے طاقت بھی دی ہے۔
تو جہاں تین چیزیں پیدا ہو جائیں اللہ کا انتخاب اللہ کا دیا ہوا علم اللہ کی دی ہوئی طاقت وہی سردار لشکر ہوگا۔ تو جب سردار لشکر کے لیے عالم اور بہادر ہونا ضروری ہے تو کیا امت کے سردار کے لیے ضروری نہیں ہوگا؟
دیکھو لشکر کی سرداری کے لیے قرآن نے تین شرطیں رکھی ہیں۔
پہلی شرط "انااللّٰہ اصطفٰہ علیکم۔" یہ اللہ کا منتخب کردہ ہے، بندوں نے اسے منتخب نہیں کیا۔
دوسری شرط "وزادہ بسطة فی العلم" اللہ نے اسے علم دیا ہے۔
تیسری شرط "والجسم" اللہ نے اسے طاقت دی ہے۔
تو اب جس میں بھی یہ تینوں صفتیں پائی جائیں۔ اللہ کا انتخاب ہو۔ علم کمال پہ ہو۔ طاقت کمال پہ ہو وہی سردار لشکر ہوگا کوئی اور نہیں ہوگا۔ یہ اصول قرآن میں لکھا ہوا ہے قیامت تک ٹوٹے گا نہیں۔ اللہ منتخب کرے۔ اللہ علم دے۔ اللہ طاقت دے۔

اب جب ہم نے مصطفیٰ بندے کو دیکھا تو غدیر میں میرے نبی نے آواز دی:

اللّٰہ مولانا وانا مولی المومنین ومن کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ۔

بھئی! شرطیں تین ہیں۔ میں نے تو صرف ایک شرط بیان کی ہے سردارِ لشکر کے لیے تین شرطیں ضروری ہیں۔ اللہ کا منتخب شدہ ہو۔ میرا نبی غدیرخم کے میدان میں کہہ رہا ہے۔ **اللّٰہ مولانا** ہم سب کا مولا اللہ ہے۔

وانا مولی المومنین مسلمانوں کا مومنوں کا مولا میں ہوں۔

ومن کنت مولاہُ فھٰذا علی مولاہ۔

جن مومنوں کا مولا میں ہوں ان کا مولا یہ علیؑ ہے۔ تو غدیرخم کے خطبے میں میرے نبی نے کہا میں مومنین کا مولا، علیؑ بھی مومنین کا مولا۔ تو اب غیر مومن کو مولا ماننے سے تکلیف کیوں ہو؟

وہ تین شرطیں کیا تھیں جو سردارِ لشکر کے لیے ضروری ہیں۔ پہلی شرط اللہ منتخب کرے۔ غدیر میں منتخب ہوگیا۔

دوسری شرط "**وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم۔**"

علم میں بھی زیادہ ہو جسم میں بھی زیادہ ہو۔

بھئی علم میں کون زیادہ ہے امت میں؟ جب نبی پکار کے کہے کہ میں ہوں علم کا شہر اور یہ اس کا دروازہ ہے۔ اللہ کا انتخاب سمجھ میں آ گیا۔ اب فقط طاقت ہی سمجھنا چاہتے ہو نا تو رسول تو نہیں بولا۔ لیکن احد کے میدان میں فرشتہ چیختا ہوا آیا۔

لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

یہ واقعہ پرانا ہے لیکن چونکہ قرآن ہر روز تازہ ہے اس لیے واقعہ بھی تازہ ہے۔

بھئی! اب میں اپنے سننے والوں کو ایک جملہ ہدیہ کرنا چاہ رہا ہوں۔

"**ان اللّٰہ اصطفٰہ علیکم**" اللہ نے سردارِ لشکر کو منتخب کیا۔

وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم۔ علم جانتے ہو۔ اللہ نے اسے علم دیا ہے اور

اللہ نے اسے طاقت دی ہے۔

علم کا تذکرہ پہلے ہے طاقت کا تذکرہ بعد میں ہے۔ طاقت بہت اچھی چیز ہے۔ شجاعت اور بہادری بہت اچھی چیز ہے لیکن علم کے بعد۔ علم سے پہلے طاقت نہیں۔ علم کے بعد طاقت اس لیے کہ اگر علم ہوگا تو طاقت کے صحیح اور غلط استعمال کو سامنے رکھے گا۔

دیکھو اب میں اپنے سننے والوں کو ایک Message دینا چاہ رہا ہوں۔ کیا کہا؟

ان اللہ اصطفہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلمِ والجسم

علم پہلے طاقت بعد میں طاقت کی بڑی اہمیت ہے لیکن طاقت کی اہمیت علم کے بعد ہے۔ علیؑ کی پیدائش کے فوراً بعد علیؑ کی زندگی کے دو واقعے ہیں خانہ کعبہ سے نکلے، محمدؐ کی آغوش میں آئے، قرآن کی تلاوت کی اور جب ماں اپنے گھر میں لے گئی اور جھولے میں لٹا دیا علیؑ کو۔

تو علیؑ نے اژدر کو چیر دیا۔ قرآن کی تلاوت علم ہے، اژدر کا چیرنا طاقت ہے۔

اچھا تو طالوت معین ہوگئے۔ اب ذرا سا آگے چلو قرآن مجید کا بیان کیا ہوا یہ واقعہ ذرا سا آگے پڑھ جائیں اللہ نے طالوت کو بادشاہ معین کردیا طالوت اپنی فوج کو لے کے چلے۔ یہ طالوت کون ہیں؟ اللہ کے منتخب شدہ ہیں۔ اللہ کا دیا ہوا علم ان کے پاس ہے، اللہ کی دی ہوئی طاقت ان کے پاس موجود ہے۔ اپنی فوج کو کہنے لگے:

ان اللہ مبتلیکم بنھرٍ۔ دیکھو ہم دشمن تک جارہے ہیں راستے میں اللہ تمہارا ایک امتحان لے گا اور وہ امتحان یہ ہے کہ جب دشمن تک ہم پہنچیں گے تو درمیان میں ایک نہر ملے گی۔

دیکھو نامانوس واقعہ تمہیں سنا رہا ہوں لیکن یہ تمہارے کام کا واقعہ ہے۔ طالوت اپنی فوج سے کہہ رہے ہیں کہ راستے میں اللہ تمہارا امتحان لے گا راستے میں ایک نہر ملے گی

فمن شرب منہ فلیس منی اس میں سے جو بھی پانی پی لے تو مجھ سے نہیں ہے۔

ومن لم یطعمہ فانہ منی۔ اور جو نہ پیئے وہ مجھ سے ہے۔

الا من اغترف غرفة بیده، بس تمہیں ایک چلو پانی پینے کی اجازت ہے۔

تو جو طالوت کا حکم نہ مانے جو امتحان میں کامیاب نہ ہو وہ ''منی'' نہیں ہے اور جو امتحان میں کامیاب ہوجائے وہی ''منی'' ہے۔ تو قرآن نے اصول دے دیا کہ جو امتحان میں کامیاب ہو''منی'' وہی ہوگا۔ یارسول اللہ آپ کہہ رہے ہیں۔

فاطمه بضعة منی، حسن منی، حسین منی۔

تو یارسول اللہ! آپ کو یقین ہے کہ یہ امتحان میں کامیاب ہوں گے؟ ارے بھئی یہ میرے نور کے ٹکڑے ہیں یہ کامیاب نہیں ہوں گے تو کیا وہ احمق کامیاب ہونگے۔

جو''منی'' کے معنی ہی نہیں جانتے تو اب ''فاطمه بضعة منی۔'' فاطمہ کامیاب امتحان میں۔

رسولؐ نے کہا: ''علیؑ منی'' علیؑ کامیاب امتحان میں،

''حسن منی'' حسنؑ امتحان میں کامیاب،

''حسین منی'' حسینؑ امتحان میں کامیاب۔

تو یارسول اللہ آپ تو اس دنیا سے جلدی چلے جائیں گے آپ کو کیا معلوم یہ کیا کریں گے؟

تو رسول نے ''منی'' کہہ کر اپنی پوری رسالت کی سچائی کو داؤں پہ لگا دیا یا نہیں؟

اگر یہ خلاف کر جائیں تو ''منی'' نہیں۔ رسول کہہ گیا ہے ''منی'' کو اب ایک بات طے ہوگئی کہ محمدؐ نے دعویٰ کیا رسالت کا اور آل محمدؐ نے دلیل دی ہے رسالت کو۔ رسولؐ کے یہ معنیٰ تمہارے ذہن میں رہیں گے نا! اور وہ طالوت کا ''منی'' جو امتحان میں کامیاب ہوجائے وہ ''منی'' ہے۔

تو ''منی'' ہونے کے لیے پہلی شرط کیا ہے؟ امتحان میں کامیاب ہوجانا۔ کیا بھول گئے دیکھو میں قرآن کی آیتیں تمہارے سامنے پڑھ رہا ہوں میں نے حدیث سے کچھ نہیں پڑھا ہے۔ ٹھیک ہے نا! یا تاریخ کے ایک دو واقعے پیش کیے اور یا قرآن مجید کی آیتیں۔

ایک "منی" قرآن میں اور ہے یہ تو طالوت کا "منی" تھا لیکن ایک کمال کا "منی" بتلاؤں ابراہیمؑ نے دعا کی۔

واجنبی وبنی ان نعبد الاصنام (سورہ ابراہیمؑ آیت ۳۵)

مالک بت پرستی سے مجھے اور میرے بیٹوں کو دور رکھ۔ ابراہیمؑ تو مشرک نہیں ہوسکتے نا! ممکن نہیں ہے کل بھی میں نے اتنی آیتیں تمہارے سامنے پیش کی تھیں۔

واجنبی وبنی ان نعبد الاصنام۔

مالک مجھے اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے دور رکھ۔

"رب انھن اضللن کثیراً من الناس"

مالک یہ بت جو ہیں انہوں نے انسانوں کی اکثریت کو گمراہ کردیا ہے۔

ابراہیمؑ نے کیا کہا: مالک مجھے شرک سے دور رکھ، بت پرستی سے دور رکھ۔

بھئی ابراہیمؑ کی زندگی کا ایک بھی لمحہ بت پرستی میں بسر نہیں ہوا۔ اور اب ابراہیم کہنے لگے:

"فمن تبعنی فانه منی۔" اب جو میرا مکمل اتباع کرے وہ "منی" ہوگا۔

تو ابراہیم کا "منی" وہ ہوگا جو کبھی بت پرستی نہ کرے۔ جو بتوں کو سجدہ کرسکتا ہے وہ سب کچھ ہوسکتا ہے ابراہیم کا "منی" نہیں ہوسکتا۔

گفتگو کو اس مرحلہ پر روک رہا ہوں تو جو صبر کے امتحان میں کامیاب ہوجائے وہ "منی" جو ابراہیمؑ اور کسی بھی نبی کا مکمل اتباع کرے وہ "منی"۔ ابراہیمؑ خود امتحان صبر میں کامیاب ہوئے بیٹے کو تہہ تیغ لٹا دیا۔ ٹھیک ہے نا! یہ ابراہیمؑ کا امتحان صبر ہے۔ ابراہیم اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو ذبح کردو۔ جب ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے کے لیے لٹادیا تو دیکھو باپ ہو تو ایسا ہو بیٹا ہو تو ایسا ہو۔ جانتے ہو اسمٰعیل کیا کہنے لگے۔

اسمٰعیل نے کہا: بابا آپ اپنی آنکھوں پہ پٹی باندھ لیں۔

کہا: بیٹے کیوں۔

۔ کہا: بابا بات یہ ہے کہ ایک باپ اپنے بیٹے کا تڑپنا نہیں دیکھ سکتا۔ ذبح کرنے کے لیے ابراہیم نے اپنی آنکھوں پہ پٹی باندھی ہے تا کہ بیٹے کا تڑپنا نہ دیکھے۔ سلام ہو حسینؑ پر کہ بیٹا برچھی کھا کے تڑپ رہا ہے، بڑا پیارا بچہ تھا۔ جس کا نام ہے اکبر۔ خاندانِ محمدؐ کا بڑا پیارا بچہ تھا۔ ایسا بچہ کہ جب یہ میدان کی طرف جانے لگا ہے تو میرے حسینؑ نے اپنی ریش مطہر کو اپنے ہاتھوں میں لے کے دعا کی تھی:

اللّٰھم اشھد علی ھولاءِ القوم فقد برز الیھم غلام اشبہ الناس خلقاً و خُلقاً ومنطقاً برسول اللّٰہ۔ مالک تو گواہ رہنا کہ اب لشکر یزید سے لڑنے کے لیے میرا وہ بیٹا جا رہا ہے جو رفتار میں، گفتار میں سیرت میں تیرے نبی کے مشابہ ہے۔

ایک جملہ سنو گے یہ بچہ جو کربلا کے میدان میں جوان تھا کبھی بچہ بھی تو تھا نا! اسے پالا ہے شہزادی زینبؑ نے۔ اچھا یہ تمہیں معلوم ہے کہ سکینہؑ رات کو جب اسے نیند آتی تھی تو وہ کہاں سوتی تھی۔ حسینؑ کے سینے پر۔ مقاتل لکھتے ہیں کہ یہ بچہ عادی تھا شہزادی زینب کے سینے پہ سونے کا۔

عجیب مرحلہ فکر ہے کیسی پھوپھی۔ کیسا بھتیجا۔ اور شہزادی زینب کو اس بچے سے اتنا تعلق تھا کہ اکبر اگر گھر سے باہر جائیں اور آنے میں انہیں دیر ہو جائے تو یہ بی بی دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر اکبر کا انتظار کرتی تھی۔ تم نے اکبر کو پہچان لیا۔ ایک مرحلہ آیا اکبر نے ہاتھ جوڑے اور کہا: بابا مجھے جنگ کی اجازت ہے۔

حسین بیٹھے ہوئے ہیں کرسی پر، اکبر سامنے کھڑے ہیں کہہ رہے ہیں: بابا مجھے جنگ کی اجازت ہے؟ سنو گے حسینؑ نے جواب کیا دیا؟

حسینؑ نے اکبر کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور کہنے لگے کہ اکبر کاش تمہارے پاس تم جیسا کوئی بیٹا ہوتا اور وہ تم سے مرنے کی اجازت مانگتا تو میں دیکھتا کہ تم کس دل سے اجازت دیتے ہو!

بس اکبر سمجھ گئے کہ بابا ایسے اجازت نہیں دیں گے۔ ایک مرتبہ اپنا سر حسینؑ کے

قدموں پہ رکھ دیا حسین گھبرا کے کھڑے ہو گئے: اکبر تیری صورت میرے نانا کی مشابہ ہے جا اکبر۔ میں نے تجھے اجازت دے دی لیکن اکبر ایک جملہ سن لے۔ میں نے تجھے اجازت دیدی لیکن تجھے تیری ماں نے نہیں پالا، تیری پھوپھی نے پالا ہے جا اپنی پھوپھی سے اجازت لے لے۔

اکبر آئے پھوپھی سے اجازت لینے کے لیے۔ قاسم کیسے رخصت ہوئے ہیں تاریخ میں ہے۔ عباسؑ کیسے رخصت ہوئے، تاریخ میں ہے۔ عونؑ و محمدؑ کیسے رخصت ہوئے تاریخ میں ہے۔

لیکن اکبرؑ کو بیبیوں نے کیسے رخصت کیا تاریخ میں نہیں ملتا۔ بس ایک جملہ ملتا ہے کہ جب اکبرؑ اجازت کے لئے آئے بیبیوں نے بال کھول دیئے چاروں طرف سے اکبرؑ کو گھیر لیا۔

اور کہا "اللّٰھم ارحم غربتنا"۔ پروردگار ہماری غربت پر رحم کر

راوی کہتا ہے۔ خیمے کا پردہ اٹھارہ مرتبہ اٹھا، اٹھارہ مرتبہ گرا۔ راوی کہتا ہے کہ پردہ اٹھتا اس لیے تھا کہ اکبرؑ نکلنا چاہتے تھے اور پردہ گرتا اس لیے تھا کہ کوئی دامن پکڑ کے کھینچ لیتا تھا۔

تاریخ میں دامن کھینچنے والے کا نام نہیں ہے۔ اب جو میں کہہ رہا ہوں اپنی ذمہ داری پر کہ اگر کسی بڑے نے اکبرؑ کو روکا ہوتا تو شانہ تھاما ہوتا۔ یہ دامن تھامنا بتلا رہا ہے کہ چھوٹی بہن سکینہؑ جب اکبرؑ نکلتا تھا دامن پکڑے کے کھینچ لیتی تھی کہ بھیا اپنی بہن کو کس پہ چھوڑ کے جا رہے ہو۔

مجلس ہفتم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۝

لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡہَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ ۙ وَ السَّآئِلِیۡنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ وَ الۡمُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِہِمۡ اِذَا عٰہَدُوۡا ۚ وَ الصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾

عزیزانِ محترم!

اساس آدمیت اور قرآن کے عنوان سے ہم نے جو سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا تھا وہ آج اپنے ساتویں مرحلے میں داخل ہوگیا۔ اب ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم اس موضوع کو تفصیل کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کریں۔ لہٰذا انتہائی تیزی کے ساتھ گزرنا پڑ رہا ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں پروردگار عالم نے یہ حکم دیا کہ کچھ چیزوں کو مانو اور کچھ احکام پر عمل کرو۔ کچھ حقیقتوں کو تسلیم کرو، کچھ احکام پر عمل کرو۔ وہ حقیقتیں جو ہمیں تسلیم کرنی ہیں

ان میں پہلی حقیقت ہے ایمان باللہ۔ ولکن البرّمن آمن باللّٰہ۔

نیکی یہ ہے کہ اللہ پہ ایمان لاؤ۔ دنیا میں کل بھی اور آج بھی جتنی قومیں پائی جاتی ہیں ان میں سے بیشتر وہ قومیں ہیں جو خدا پر ایمان رکھتی ہیں۔ اور ہر قوم کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر خدا ہے تو اس کی مرضی کیسے معلوم کریں؟ اس کے غضب کو کیسے معلوم کریں؟! اچھا تو اب نبوت کی ضرورت تو ہے۔

نبوت کی ضرورت کیا ہے؟ اب تو بادشاہ نہیں ہوتے اور کہیں ہیں بھی تو میوزیم کے لائق ہیں۔ یعنی اب بادشاہ نہیں ملا کرتے اب ان کی جگہ صدر یا وزیراعظم ہوتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے بادشاہ ہوتے تھے اور ہر بادشاہ کے دربار کا پروٹوکول دوسرے بادشاہ کے پروٹوکول سے الگ تھا۔

بہت عجیب وغریب بات کہنے جارہا ہوں۔ ہر دربار کا طریقہ، قانونِ احترام دوسرے دربار کے قانونِ احترام سے الگ تھا۔ کسی دربار میں جاؤ تو فقط سلام کرلینا کافی ہے، کسی دربار میں جاؤ تو ہاتھ اٹھا کے اشارہ کرنا کافی تھا، کسی دربار میں جاؤ تو پرنام کرنا ضروری تھا، کسی دربار میں جاؤ تو جھک کے جاؤ، کسی دربار میں جاؤ گھٹنوں کے بل جاؤ، ایک مغل بادشاہ نے اپنے دربار کا قانون بنایا تھا کہ جو آئے دروازے میں داخل ہوتے ہی پہلے سجدہ کرے۔ تو ہر دربار کا قانون دوسرے دربار کے قانون سے الگ تھا۔

تو عقل نے اس طرح کا مشورہ دیا کہ حکمران کا احترام کرو لیکن اب یہ کون بتائے کہ اُس (اللہ) کے دربار کا احترام کیا ہے۔ اب جو بتلانے کے لیے آئے اسی کا نام نبی ہوگا۔ یعنی سارے کے سارے انبیاء ادھر سے آئے یہاں سے بنا کے کسی نے نہیں بھیجا۔

اچھا تو قانون احترام وہ بولا: وہ جو بادشاہ مطلق ہے اس کے دربار کا احترام کیا ہے؟ جب اس ﷻ قانونِ احترام دیا، تو میں ایک مثال دے کے میں آگے بڑھ جاؤں۔ دیکھو صرف میرا احترام نہیں۔ جس کا احترام کرنے کو کہوں تو اس کا بھی احترام کرو۔

بھئی یہ جملہ تم تک پہنچ گیا۔ اللہ کہتا ہے کہ صرف میرا احترام ہی نہیں کرو۔ بلکہ جس

کے احترام کا حکم دوں اس کا بھی احترام کرو۔ ابلیس اللہ کا احترام کر رہا تھا۔ ابلیس اللہ کے احترام کا منکر تو نہیں تھا نا! لیکن اللہ نے جس کے احترام کا حکم دیا اس سے انکار کیا۔ تو جنت سے نکالا گیا یا نہیں؟

تو اصول یہ ہے کہ اللہ کا احترام کرو اور اللہ جس کا احترام کرائے اس کا بھی احترام کرو۔ تو قانونِ احترام اللہ طے کرے گا۔

اللہ نے کہا: میری کتاب ہے۔ احترام کرو۔

سننا بھئی سننا بڑے مزے کی بات کہنے جا رہا ہوں اللہ نے کہا: میری کتاب ہے قرآن۔

لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللّٰہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتب والنبین۔

ایمان لانا ہے کتاب پر، میرے قرآن کا احترام کرو ورنہ تمہیں بخشوں گا نہیں۔ اچھا تو احترام کرنے کا طریقہ میں بتلاؤں بھئی بہت آسان ہے۔ قرآن کو اٹھاؤ کھولو اسے چوم لو۔ بغیر وضو کے اگر تم نے ہونٹ رکھدیا قرآن پر تو یہ بھی حرام ہے۔

بہت عجیب وغریب بات کہہ رہا ہوں میں۔ دیکھو قرآن کی جلد پر اپنے ہونٹوں کو رکھ دو چوم لو مجھے اعتراض نہیں ہے۔ جزدان کو چوم لو لیکن جو الفاظ قرآن ہیں انہیں بغیر وضو کے مس نہیں کرسکتے اور چاہے ہاتھ رکھو حرام، چاہے ہونٹ رکھو حرام۔ طریقۂ احترام بھی اللہ نے بتلایا۔

اچھا تو اب وضو کر کے اسے چوما۔ وضو کر کے اس کے اوپر ہاتھ رکھا۔ مکے میں گئے۔ ٹھیک ہے نا اس کا احترام جانتے ہو؟ اب میں گیا میں نے کہا: بھئی میں حرم کا احترام کروں گا اور جتنی جھاڑیاں واڑیاں تھیں انہیں اٹھا کے پھینک دیا۔ حرم کے حدود میں جھاڑیاں اکھاڑنا حرام ہے۔ یعنی فقط احترام نہیں کرنا طریقہ احترام اس سے لینا ہے۔

دنیا میں دو ہی قانون مقدس ہیں۔ تمہارے ملک کا قانون ہے، آگے کے ملک کا

قانون ہے، یورپ کا قانون ہے، امریکہ کا قانون ہے ایشیاء کا قانون ہے۔ تو سب قانون اس ملک والوں کے لیے قابل احترام ہیں۔

لیکن دنیا میں کوئی قانون کی کتاب اتنی محترم نہیں ہے کہ کتاب کھول کے اسے چوما جائے اور وضو کر کے اس کے حروف پہ ہاتھ رکھا جائے سوائے قرآن کے......

بھئی میں تو آسمانی کتابوں کی بات کر رہا ہوں۔ توریت کے لیے شرط نہیں ہے کہ وضو کرو۔ انجیل کے لیے شرط نہیں ہے کہ وضو کرو۔ زبور کے لیے شرط نہیں ہے کہ اسے مس کرنے کے لیے وضو کرو۔

صرف شرط ہے تو قرآن کے لیے۔ کیوں اس لیے کہ وہاں مفہوم اللہ کا تھا یہاں، الفاظ بھی اللہ کے ہیں۔ اللہ کا قانون صرف مفہوم نہیں ہے اللہ کا قانون الفاظ ہیں۔

ان لفظوں کا بھی احترام کرو۔

تو اب جملہ میرا یاد رکھو گے اللہ نے اپنے قانون کو دو طریقوں سے لکھا ایک لفظوں میں لکھا اس کا نام ہے قرآن اور ایک کردار میں لکھ دیا اس کا نام ہے محمدؐ۔

اللہ نے دو طریقوں سے اپنا قانون لکھا لفظوں میں لکھا نام ہے قرآن، کردار میں لکھا نام ہے محمدؐ۔ جو چیز لفظوں میں لکھی جائے خطرہ ہے کہ وہ فنا ہو جائے لیکن جو کردار میں لکھی جائے جب تک کردار رہے گا اس وقت تک قانون محفوظ رہے گا۔ تو اللہ کے قانون دو طریقوں سے لکھے گئے۔ لفظوں میں، قرآن میں لکھے گئے، کردار میں، محمدؐ میں لکھے گئے۔ تو جتنی طہارت قرآن کی واجب ہے اتنی ہی طہارت محمدؐ کی واجب ہے یا نہیں؟

سنتے رہو سلسلہ فکر ہے۔ پہنچ رہی ہے نا بات۔ یہیں سے تو میں تمہیں آگے لے جاؤں گا اور منزل فکر معین ہے تو اب جتنا قرآن طاہر ہے اللہ کے لفظوں میں، اتنا ہی طاہر محمد الرسول اللہ، اللہ کہہ رہا ہے۔

تو جتنی طہارت قرآن میں ہے اتنی ہی طہارت رسول میں جو قرآن لانے والا

ہے۔ اب ایک سوال کرنا چاہ رہا ہوں۔ قرآن طاہر۔ لانے والا رسول طاہر۔ تو رسول جن کے حوالے کر جائے کیا وہ نجس ہوں گے؟ جیسا کہ قرآن طاہر، ویسا رسول طاہر، ویسے وارثان قرآن طاہر۔ یہی تو سبب ہے کہ اللہ نے حکم دیا کہ چادر میں آجاؤ تو تمہاری طہارت کا اعلان کر دوں۔

آیت میرے سارے سننے والوں کے ذہنوں میں رہے:

انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت۔

ہم نے نجاست کو تم سے دور کر دیا۔ دور رکھا ہے

"ویطہر کم" ہم تمہاری طہارت کا اعلان کرتے ہیں

"تطھیرا" جو حق ہے طہارت کے اعلان کا۔

عجیب مرحلہ فکر ہے کہ اللہ رسول کی طہارت کا اعلان ایک لفظ میں کرے، قرآن کی طہارت کا اعلان ایک لفظ میں کرے اور آل محمدؐ کی طہارت کا اعلان تین لفظوں میں کرے تو یہ تین کی خصوصیت کیا ہے آج تک سمجھ میں نہیں آئی۔

انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔

اے آل محمدؐ ہم نجاست کو تم سے دور رکھیں گے۔ یہ نہیں کہا کہ ہم تم کو نجاست سے دور رکھیں گے یہ فرق کیا ہوگیا؟ کوئی نہ کوئی شک تو ہوگا نا تو اگر یہ کہتا کہ اے آل محمدؐ ہم تم کو نجاست سے دور رکھیں گے تو اس میں اشارہ ہو جاتا کہ آل محمدؐ نجاست کی طرف جاسکتے تھے۔ انہیں دور رکھ دیا۔

کہا: نہیں تم تو کبھی نجاست کی طرف نہیں جاؤ گے۔ نجاست تمہاری طرف آئیگی۔ تم تو جا ہی نہیں سکتے نجاست کی طرف لیکن نجاست تم تک آسکتی ہے۔

اس لیے ہم نے نجاست کو دور روک دیا تو اب آل محمدؐ کی طرف نجاست آ بھی نہیں سکتی۔ نجاست کے معنی نجس نہیں۔ رجس۔

انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت۔

اہلبیت ہم نے تم سے رجس کو دور کیا۔

رجس کیا ہے۔ جھوٹ رجس ہے۔ غیبت رجس ہے۔

شراب خوری رجس ہے۔ دنیا کی ساری بداخلاقیاں رجس ہیں۔

دنیا کے سارے حرام رجس ہیں۔ دنیا کے سارے عیب رجس ہیں۔

اس سے زیادہ میں لفظ رجس کو واضح نہیں کرسکتا۔ ر۔ ج۔ س۔ رجس دنیا کے سارے عیب رجس ہیں اے آل محمدؐ ہم نے سارے عیبوں کو تم سے دور کردیا۔ تو اب جس میں عیب نہیں ہوگا اس میں کمال ہوگا یا نہیں۔ دیکھو کچھ کہنا چاہ رہا ہوں۔ ایک جملہ سننا اور جملہ اس قابل ہے کہ تمہارے ذہنوں میں محفوظ ہوجائے۔

تو آل محمدؐ میں سارے کمال اور سارے عیب آل محمدؐ سے دور۔ طے ہوگئی بات! اچھا یہ بتاؤ کہ محبت کمال سے ہوتی ہے یا عیب سے؟ دنیا کا کوئی انسان عیب سے محبت نہیں کرتا۔ دنیا کا ہر انسان کمال سے محبت کرتا ہے۔ اچھا شاعر جیسے جناب راغب مراد آبادی تشریف فرما ہیں، اچھا مقرر، اچھا عالم، اچھا مصور، اچھا انجینئر، جہاں اچھا لگ جائے محبت وہاں ہوگی۔ بھئی ایسا ہے یا نہیں۔

تو دنیا میں محبت ہوتی ہے کمال سے، عیب سے محبت نہیں ہوتی۔ تو اب کہنے والے نے اعتراض کیا اور اس اعتراض کو تمہاری خدمت میں ہدیہ کروں گا اور پھر جواب ہدیہ کرکے آگے بڑھ جاؤں گا۔ کہنے لگے کہ یہ آل محمدؐ کے چاہنے والے ان کا دعویٰ یہ ہے کہ سارے کمال آل محمدؐ میں ہیں اور سارے عیب آل محمدؐ سے دور۔ یہی تو دعویٰ ہے نا! خدا کی قسم ہمارا دعویٰ یہی ہے۔

آیہ تطہیر کی روشنی میں ہمارا دعویٰ یہی ہے کہ سارے کمال آل محمدؐ ہیں اور میں سارے عیب آل محمدؐ سے دور ہیں۔ تو محبت ہوتی ہے کمال سے، تو ساری دنیا آل محمدؐ سے محبت کیوں نہیں کرتی؟ دیکھو اگر اعتراض میں وزن ہو تو اس اعتراض کو پرکھنا چاہیئے۔

اعتراض بہت بڑا ہے کہ سارے عیب آل محمدؐ سے دور۔ سارے کمال آل محمدؐ میں۔

دنیا میں محبت عیب سے نہیں ہوتی، دنیا میں محبت ہوتی ہے کمال سے۔ تو ساری دنیا آل محمدؐ کو کیوں نہیں مانتی؟ ہے نا سوال! میں نے کہا محمدؐ رسول اللہ پر میں اور تم متفق ہیں۔ کہ سارے عیب رسول سے دور سارے کمال رسول میں تو ہندو انہیں کیوں نہیں مانتے؟ سوال تو ہے نا!۔

سوال تو اپنی جگہ پر قائم ہے کہ سارے عیب میرے رسول سے دور۔

سارے کمال میرے رسول میں موجود تو آل محمدؐ کے لیے۔

مانو یا نہ مانو میرے رسول کے لیے تو مانتے ہونا! کہ سارے کمال محمدؐ میں تو ہندو نے محمدؐ سے محبت کیوں نہیں کی؟ عیسائی نے کیوں نہیں کی؟ یہودی نے محبت کیوں نہیں کی؟ تو جو جواب رسول کے لیے دو گے ہمارا وہی جواب ہے آل رسولؐ کے لیے۔

لیکن وہ بات ہی کیا جو آیت سے ثابت نہ ہو اب جواب دوں آیت کے ساتھ کہ آل محمدؐ ہم نجاست کو تم سے دور رکھیں گے تو جہاں ذہن میں نجاست ہو وہاں محبت کہاں سے آجائے گی۔

دیکھو رسول ہے دین کا لانے والا، رسول ہے شریعت کا لانے والا۔

تمہیں کتاب ملی ہے رسول کے وسیلے سے۔

تمہیں شریعت ملی ہے اللہ کی رسول کے وسیلے سے۔

تمہیں اللہ کا حلال ملا ہے رسول کے وسیلے سے۔

تمہیں اللہ کا حرام ملا ہے رسول کے وسیلے سے۔

تمہیں اللہ کی مرضی ملی ہے رسول کے وسیلے سے۔

تمہیں اللہ کا غضب ملا ہے رسول کے وسیلے سے۔

تو ساری چیزیں اس دنیا میں رسول کے وسیلے سے لے رہے ہو اور چاہتے ہو جنت رسول کو ہٹا کے مل جائے۔

عجیب لوگ ہیں۔ عجیب مرحلۂ فکر ہے بس یہیں سے اپنے سننے والوں کو آگے لے

جاؤں گا۔ پروردگار نے قرآن میں آواز دی:

مایبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید (سورہ ق آیت ۲۹)

میرا قول بدلتا نہیں ہے اور نہ میں بندے پر ظلم کرتا ہوں۔

یہ دونوں جملے دیکھنا۔ بڑا پڑھا لکھا مجمع میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ پہلا ایمان کیا ہے۔ ایمان باللہ۔ ''الم ترا'' کی بات آگے بڑھ رہی ہے۔

''وما انا بظلام للعبید'' میں بندے پر ظلم نہیں کرتا۔

تو مالک جب ظلم نہیں کرتا تو کیا کرتا ہے؟ اللہ نے کہا: میں بندے پر ظلم نہیں کرتا۔ اچھا میں نے کہا: یہ رات نہیں ہے بھئی رات نہیں ہے تو پھر ہے کیا؟ دن ہے۔ توجہ رہے میں نے کہا کہ رات نہیں ہے تو پھر کیا ہے دن ہے میں نے کہا صبح نہیں ہے تو پھر کیا ہے شام ہے۔

بھئی ٹھیک ہے نا! ایک جملہ کہا جاتا ہے اور ایک جملہ سمجھا جاتا ہے۔ سارا دین ان ہی جملوں میں ہے کہ ایک جملہ کہا جاتا ہے اور ایک جملہ سمجھا جاتا ہے تو جب کہہ دیا پروردگار نے کہ میں ظلم نہیں کرتا تو وہ کرتا کیا ہے؟ عدل کرتا ہے اسی لیے اصول دین میں توحید کے بعد عدل ہے۔

بھئی جب ظلم نہیں کرتا تو عدل کرے گا نا! توحید کے بعد عدل اسی لیے رکھا گیا ہے لیکن میرے دوستوں نے توحید سے عدل کو نکال دیا۔ کیوں نکالا؟ جب قرآن خود کہہ رہا ہے کہ اللہ ظلم نہیں کرتا تو مانو اللہ ایک ہے اس کا عدل مانو لیکن عدل کو نکال دیا گیا، تو جانتے ہو کیوں نکالا گیا۔ اگر یہ بات پہنچ گئی تو میرے پچھلے سات دنوں کی محنت سوارت ہوگئی۔

توحید سے عدل کو کیوں نکالا گیا؟ تاکہ نبوت سے عصمت کو نکالا جاسکے۔ جب سیاست کے بازی گروں نے یہ دیکھا کہ ہم اپنے بزرگوں کو عصمت کے مقام تک نہیں لے جاسکتے، ہم اپنے پسندیدہ افراد کو مقام رسالت تک نہیں لے جاسکتے بہت بلند ہے تو یہ

طے کیا کہ رسول کو کھینچ کے نیچے اتار لو۔ اور رسول کو کھینچ کے نیچے اتارنے کے لیے ضروری تھا کہ خدا کو بھی نیچے لے آؤ اس لیے توحید سے عدل کو نکال دیا گیا۔

پہنچ گئی نا بات اب میں اپنے سننے والوں سے ذرا سا قریب ہو جاؤں۔ بھئی رکے رہنا۔ توحید سے عدل کو نکالا گیا، نبوت سے عصمت کو نکالا گیا۔ کیوں اس لیے کہ اتنا بلند ہے مقام محمدؐ عربی، کہ وہاں تک ابراہیمؑ نہیں جاسکتے۔ خدا کی قسم نہیں جاسکتے۔

ابراہیمؑ کی ہمت نہیں ہے کہ میرے محمدؐ تک پہنچ جائیں۔

موسیٰ علیہ السلام کی ہمت نہیں ہے کہ میرے محمدؐ تک پہنچ جائیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کی مجال نہیں ہے کہ میرے محمدؐ تک جاسکیں۔

ابراہیمؑ نے کہا: ولکن لیطمئن قلبی (سورہ بقرہ آیت ۲۶۰)

مالک مجھے ایمان ہے اطمینان نہیں ہے۔ یہ ابراہیمؑ کا مقام ہے۔

اور میرے نبی کے لیے کہا یا ایتھاالنفس المطمئنۃ

اے اطمینان رکھنے والے محمدؐ۔

"ارجعی الیٰ ربک" حبیب اپنے رب کے پاس واپس چلا جا،

کیا کمال کی پالیسی میکنگ (Policy Making) آیت ہے۔ یاد رکھو گے میرے جملے کو، دیکھو آج میں اتفاق سے مقام محمدؐ عربی تک آ گیا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے ایک جملہ تم سے کہہ کے نکل جاؤں۔

اے اطمینان رکھنے والے محمدؐ اپنے اللہ کے پاس واپس آ جا۔

"ارجعی" یہ رجع سے ہے۔ رجع کے معنی واپسی

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ہم اللہ کی بارگاہ میں واپس جانے والے ہیں۔

تو "ارجعی" کے معنی کیا ہیں۔ محمدؐ واپس آ جا۔ یہی ہے نا! اچھا کہا: کس نے؟ اللہ نے "ارجعی الیٰ ربک"۔ اے میرے حبیب اے میرے محمدؐ میرے پاس واپس آ جا۔

تم نشتر پارک میں آئے ہو یا واپس آئے ہو۔ تم میں ایک ایک سننے والے سے سوال کررہا ہوں تم نشتر پارک میں آئے ہو یا واپس آئے ہو۔ آئے ہیں واپس گھر جائیں گے۔ میں اب تم سے فیصلہ کرواؤں گا۔ خدا کی قسم فیصلہ تم کرو گے فیصلہ میں نہیں کروں گا۔

یا ایتھاالنفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة۔

اے اطمینان رکھنے والے محمد اپنے اللہ کے پاس واپس آ جا۔

تم آئے ہو واپس نہیں آئے ہو گھر واپس جاؤ گے۔ میں آیا ہوں نشتر پارک میں آیا ہوں، واپس نہیں آیا، گھر واپس جاؤں گا۔ تو واپس کا لفظ بولا جاتا ہے گھر کے لیے۔ تو اتنی بات طے ہوگئی کہ محمد کا وطن مدینہ نہیں ہے۔

ارجعی الیٰ ربک اللہ کہہ رہا ہے میرے پاس واپس آ جا۔

تو محمد الرسول کا گھر نہ مکہ ہے نہ مدینہ ہے۔ محمد رسول اللہ رہنے والا ہے عرش کا تو ان ملاؤں سے کہہ دو۔

کہ اب بحث نہ کریں کہ محمد خاکی تھا یا نہیں اس لیے کہ وہ رہنے والا ہے عرش کا اگر وہاں خاک ہوگی تو خاکی ہوگا اور وہاں نور ہوگا تو نوری ہوگا۔

مجال نہیں ہے ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی کہ میرے محمدؐ کے سامنے آ کے کھڑے ہو جائیں۔ میں نے آیت پڑھی ہے۔ اور میں نے تین شخصیتوں کی مثال دی۔

اذهب الی فرعون انه طغیٰ o قال رب اشرح لی صدری o
ویسرلی امری o واحلل عقدة من لسانیo. یفقهوا قولی o
واجعل لی وزیراً من اهلی o هٰرون اخیo (آیات ۲۴ تا ۳۰)

سورۃ طٰہٰ کا چھوٹا سا ایک پیراگراف میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔

''اذهب الی فرعون انهٗ طغی'' موسیٰ جاؤ فرعون کے دربار میں فرعون نے بڑی سرکشی اختیار کی ہے۔ موسیٰ نے دعا کیا مانگی۔

قال رب اشرح لی صدری o ویسرلی امری o

واحلل عقدہ من لسانیo یفقھوا قولیo

یہ تین دعائیں ہیں۔ مالک میرے سینے کو کھول دے۔ میرے کام کو آسان بنادے میری زبان کو اتنی قوت دیدے کے لوگ میری بات کو سمجھ سکیں۔

تین دعائیں ہوئیں اوراب فائنل دعا مانگی۔

"وجعل "بنادے۔"لی "میرے لیے۔

"وزیراً من اھلی "میرے خاندان سے وزیر۔

" ھارون اخی" رشتہ میں جو میرا بھائی ہے۔

کافی ہے نا قرآن کافی ہے نا! یہ جملہ بھی یاد رکھنا واقعہ یہ ہے کہ قرآن کافی ہے لیکن ہم اسے سمجھنے کے لیے کافی نہیں ہیں۔ٹھیک ہے نا! قرآن تو کافی ہےاب قرآن کا نقطۂ نظر تو سنوتمہارا نقطہ نظر تو میں نے بہت سنا۔ اب قرآن کا تم سن لو "واجعل" بنا دے۔"لی "میرے لیے ایک "وزیر اھلیٰ "میرے خاندان سے ایک وزیر۔

"وزیرھٰرونَ اخی "جو رشتہ میں میرا بھائی ہے۔

تو میں ہاتھ جوڑ رہا ہوں موسیٰؑ تم صاحب شریعت ہو، صاحب توریت ہو اولوالعزم رسول ہو کہہ رہے ہو کہ ہارونؑ کو جو میرا بھائی ہے میرے خاندان سے ہے۔ جو اہل ہے اسے تو میرا وزیر بنا دے تو جب نام بتا رہے ہو، اہلیت بتا رہے ہو، رشتہ بتا رہے ہو تو خود بنا کیوں نہیں لیتے؟ کافی ہے نا قرآن؟ کافی ہے نا!

میں موسیٰ علیہ السلام سے پوچھ رہا ہوں کہ آپ ہارون کو خود کیوں نہیں بنا لیتے۔ تو جواب دیں گے کہ میں نبی ہوں۔ نبی سفارش تو کرسکتا ہے اپنا وزیر خود نہیں بنا سکتا۔ تو جو کام نبی نہ کرسکے کس نے مشورہ دیا کہ آپ کرنے بیٹھ جاؤ۔ تو یاد رکھو ان باتوں کو موسیٰ نے دعا کی۔ یہ ہے مقام موسیٰ علیہ السلام کا اوراب میرا نبی۔

خدا کی قسم الفاظ نہیں ملتے پیغمبر اکرم کی شان بیان کرنے کے لیے۔

خدا کی قسم کھا کے کہہ رہا ہوں۔ مجھے الفاظ نہیں ملتے کہ جو موسیٰ، اللہ کے نبی کی شان بتلاؤں سورہ بنی اسرائیل ۷۰اواں سورہ قرآن مجید کا وہاں قال ہے یہاں قل ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم o قل ھو اللّٰہ احد o حبیب کہو اللہ ایک ہے۔

قل اعوذ برب الناس o قل اعوذبرب الفلق o قل انما انا بشر مثلکم یوحا اِلَیّ o قل لا اسئلکم اجراً الا المودۃ فی القربیٰ

تو ''قل'' کے معنی کہہ۔ بڑی مشہور آیت سے اور میں تمہیں یہ آیہ مبارکہ ہدیہ کر رہا ہوں۔ ''قل'' حبیب دعا مانگ۔

''قال''۔ موسیٰ نے اپنی مرضی سے دعا مانگی۔ حبیب میں کہتا ہوں تو دعا مانگ، کیا مانگ:

وقل رب ادخلنی مدخل صدقٍ و اخرجنی مخرج صدق

(سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۰)

ہجرت کے وقت کی آیت ہے حبیب دعا مانگ کہ مالک مجھے سچائی کے ساتھ مدینے پہنچادے۔ سچائی کے ساتھ مجھے مکہ سے نکال دے۔

قل رب ادخلنی مدخل صدقٍ

مجھے مدینے پہنچادے۔ سچائی کے ساتھ مجھے مکہ سے نکال دے۔

''قل رب ادخلنی مدخل صدقٍ'' مجھے مدینے میں داخل کردے سچائی کے ساتھ۔

''واخرجنی مخرج صدقٍ'' مجھے مکے سے باہر نکال دے سچائی کے ساتھ۔

''واجعل لی'' بنادے ''من لّدنک'' اپنے پاس سے ''سلطاناً'' طاقتور ''نصیرًا'' مدد کرنے والا۔

ایک عجیب مرحلہ فکر آ گیا۔ حبیب دعا مانگ یہی ہے نا! حکم ہے میرے نبی کو کہ حبیب تو دعا مانگ۔ تو موسیٰ نے اپنی مرضی سے دعا مانگی۔ محمدؐ نے، رسول اللہ نے دعا

مانگی حکم الٰہی سے۔ اب میرا جملہ برداشت کرو گے۔ جو رسول اپنی مرضی سے دعا تک نہ مانگے کیا دین کو تمہاری مرضی پہ چھوڑ کے چلا جائے گا۔ پڑھا لکھا اور بہت بیدار مجمع میرے سامنے ہے، بیٹھے ہوئے ہیں لوگ کھڑے ہوئے ہیں لوگ، پڑھے لکھے شہر کے پڑھے لکھے لوگ ہیں تو یہ جملہ پھر سنتے جاؤ۔

قل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق
واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیراً۔

نصیر کے معنی مددگار، نصرت کے معنی مدد ..... رسول نے کیا مانگا ہے اللہ سے مدد نہیں مانگی۔ مددگار مانگا ہے۔

''مالک مددگار دیدے۔'' یہ نہیں کہا کہ مالک تو مدد کردے۔ اب آج یا اللہ مدد کی حقیقت کھل گئی یا نہیں؟ میرے نبی نے مددگار اسی لیے مانگا۔ کہ میری امت یہ عقیدہ رکھے کہ غیر اللہ سے مدد مانگنے میں شرک ہے نہ بدعت ہے۔ سنت محمدؐ ہے۔ پہنچ گئی بات۔ اب جو بات ہدیہ کرنے جا رہا ہوں وہ سننا، ایک ایک لفظ الگ کروں گا یہ نوجوان بیٹھے ہیں انہیں ہدیہ کر رہا ہوں۔

''واجعل'' بنادے۔ ''لی'' میرے لیے۔ ''من لدنک'' اپنے پاس سے۔
''سلطاناً'' طاقتور ''نصیرا'' مدد کرنے والا۔ یاد ہے موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔ پھر سننا۔

واجعل لی وزیراً من اھلی ..... مجھے وزیر دیدے میرے خاندان سے۔
یہ ''من'' دیکھیں، واجعل لی وزیراً من اھلی۔
موسیٰ نے کہا: مالک میرے خاندان سے مجھے وزیر دیدے۔

اور یہی ''من'' دوبارہ رسول کی آیت میں آیا۔ ''واجعل لی'' بنادے میرے لیے۔

''من لدنک'' اپنے پاس سے۔ موسیٰ کا وزیر۔
''من اھلی'' خاندان سے، محمدؐ کا وزیر ''من لدنک''۔ اللہ کے پاس سے۔

بس طے ہوگیا کہ موسیٰ کو وزیر ملے گا موسیٰ کے خاندان سے اور محمدؐ کو وزیر ملے گا اُدھر سے آج یہ سمجھ میں آیا کہ اسے کعبہ میں کیوں پیدا کروایا تھا۔ عجیب مرحلہ فکر ہے۔ مقام ختم نبوت سمجھ میں آ گیا؟ اس آخری نبی کی شان سمجھ میں آئی؟

اچھا تو آج ۱۴۲۳ھ کے محرم کی ساتویں تاریخ کو ایک سوال کرر ہا ہوں۔ کتنے سال ہوگئے نبی کو گئے ہوئے؟ ڈیڑھ ہزار سال کیا یہی دین تمھیں ملا۔ بیچ میں نہ معلوم کتنے انقلابات آئے۔ کتنے حادثے گزرے۔ مسلمانوں پہ کتنے مظالم کئے گئے۔ ہوسکتا ہے دین بدل گیا ہو۔ بھئی چودہ سو ساڑھے چودہ سو سال پرانی بات ہے ٹھیک ہے نا تو بھئی دیکھو دین تو ہوسکتا ہے بدل جائے شبہ ہوسکتا ہے کہ دین بدل گیا۔ اچھا نبی جو لاتا ہے وہی چھوڑ کے جاتا ہے۔

بڑا بیدار مجمع میرے سامنے بیٹھا ہے مجھے زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

دین خدا کی قسم نہیں بدلا خدا کی قسم نہیں بدلا، بھئی تمہارا مرنے والا میرا مرنے والا جب مرتا ہے تو دو چیزیں چھوڑ کے جاتا ہے ایک بولنے والی اولاد دوسرے خاموش مال تو ہر مرنے والے کا طریقہ ہے کہ ایک خاموشی چھوڑے ایک بولنے والا چھوڑے میرے نبی نے آواز دی۔ **انی تارک فیکم الثقلین**۔

میں نے کہا نا! رسول جو دین لائے ہونگے پتہ نہیں آج تک ہمارے پاس صحیح پہنچا بھی ہے یا نہیں۔ تو نبی جو لاتا ہے وہی تو چھوڑ کے جائے گا۔ میرے نبی کہہ رہا ہے۔

"**انی تارک** "میں چھوڑ کے جارہا ہوں تم میں دو گرانقدر چیزیں ایک اللہ کی کتاب دوسرے اپنی اولاد۔

میرے دوستو میرے عزیزو! اب تو وقت بھی نہیں رہا نا۔ ظاہر ہے دو یا تین دقیقے چاہئیں مصائب کے لیے۔ لیکن یہ جملہ تم تک پہنچ جائے۔

"**انی تارک**" ہزاروں مرتبہ تم نے سنی ہے۔ یہ روایت تم نے۔ "انی" کے معنی "میں"۔

''تارک'' ترک سے نکلا ہے۔ چھوڑ کے جارہا ہوں۔ یادر ہے گا نا۔

"انی تارک" میں اپنی اولاد کو اور قرآن کو تم میں چھوڑ کے جار ہا ہوں۔ اب قیامت تک کے دین کی حفاظت کا بندوبست ہوگیا کہ نہیں۔ لیکن مجبوری ہے کہ ایک جملہ کہوں ۔قرآن میں ہے۔

انی جاعلٌ فی الارض خلیفه۔ "جاعلٌ" کے معنی بنانے والا ہوں۔

تارک کے معنی چھوڑنے والا ہوں۔ "انی جاعلٌ"۔ اللہ نے کہا خلیفہ میں بناتا ہوں۔

اور رسول نے کہا ''انی تارک ''میں چھوڑ کے جارہا ہوں۔ بنا کے نہیں جارہا ہوں، تو جو کام محمد جیسا رسولؑ نہ کر سکے۔ جو کام محمد رسول اللہ نہ کر سکے اسے آپ کریں گے؟ آپ انجام دیں گے!۔

انی تارک فی کم الثقلین۔ میں تم میں دو برابر کی چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔

اگر قرآن اور رسول معصوم ہیں تو آل محمدؐ معصوم ہیں۔ اگر قرآن علم ہے تو آل محمدؐ علم ہیں۔ میں صرف علیؑ کی بات نہیں کررہا کوئی بھی ہوان میں سے بارہ کے بارہ وہ علم ہیں عالم نہیں۔ حسنؑ کے علم میں تھا کہ کربلا میں حسینؑ پر کیا گزرنے والی ہے۔ بیٹے کو وصیت نامہ لکھ کر دے دیا یا نہیں ۔تقریر تمام ہوگئی۔

جب حسنؑ مجتبیٰ دنیا سے جانے لگے تو حضرت ام فروہ کو یہ فرمایا کہ ذرا میرے بیٹے قاسم کو تو لاؤ۔ دیکھو دونوں شہزادے ہیں حسنؑ بھی رسول کا شہزادہ ہے۔ حسینؑ بھی رسول کا شہزادہ ہے۔

کل میں نے حسینؑ کے بیٹے کا تذکرہ کیا تھا نا! آج حسنؑ کے بیٹے کا ذکر ہے۔

کہا: ام فروہ ذرا میرے بیٹے کو تو لاؤ۔

جناب ام فروہ قاسم کو لے کے آئیں اپنے سینے پہ لٹایا۔ پیشانی پر بوسہ دیا۔ تکیے کے نیچے سے حسن مجتبےٰ نے ایک تعویز نکالا۔ تعویز کو قاسم کے شانے پہ باندھ دیا۔

اور کہا: ام فروہ اس بچے کی بھی حفاظت کرنا اس تعویز کی بھی حفاظت کرنا۔

اب دیکھو ابھی تو یہ بچہ نا سمجھ ہے بات نہیں سمجھ سکتا تم سے وصیت کرر ہا ہوں۔ اگر کبھی اس بچے پر کوئی مصیبت کا وقت آجائے تعویز کو کھول کے پڑھ لینا۔ اس میں اس کی مصیبت کا حل لکھا ہوا ہوگا۔ کاش میرے پاس کچھ اور لمحے ہوتے تو میں تمہیں تفصیل سے کچھ بتلاتا۔ اب تو وقت ہی نہیں رہا۔

لیکن ایک جملہ سنو۔ جس معاشرے کے تم ہو اسی معاشرے کا میں ہوں۔ میں جملہ کہہ رہا ہوں۔ اس کی قیمت پہچاننا۔ بھئی ہماری مائیں اپنے بچوں کو تعویز باندھتی ہیں تاکہ بچے محفوظ رہیں۔ یہ کربلا کی اکلوتی ماں ہے۔

عاشور کا دن آیا۔ اصحاب گئے، انصار گئے، بنی ہاشم میں سے اولاد عقیلؑ گئی، عباسؑ کے بھائی گئے۔

ہر مرتبہ قاسمؑ نے کہا: چچا جان مجھے اجازت ہے۔

کہا: نہیں تم میرے بھائی کی نشانی ہو تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔

اچھا جب بچے کو اجازت نہیں ملی دل ٹوٹ گیا نا! چھوٹا سا بچہ ہے اچھا دیکھو میں اگر کسی مصیبت میں ہوں اور میرا کوئی بڑا مل جائے تو میں تمہارے سامنے تو آنسو روک لوں گا اپنے بڑے کے سامنے آنسو نہیں روک سکتا۔

بچے کو اجازت نہ ملی بچے کا دل ٹوٹا ہوا ہے واپس آیا اپنے خیمے میں۔ ماں نے دیکھا کہ چہرہ سرخ ہے کہا: بیٹے کیا ہوگیا۔ قاسم پھوٹ پھوٹ کے رونے لگا۔

کہا: اماں چچا مجھے اجازت نہیں دیتے۔

کہنے لگیں کہ قاسم تیرے باپ نے وصیت کی تھی کہ اگر قاسم پر کوئی مصیبت آجائے۔ تو تعویز کو کھول کے پڑھ لینا۔

بچے کو یاد آگیا۔ خیمے کے پیچھے گیا تعویز کھولا کاغذ نکالا۔ کاغذ میں لکھا تھا۔

یہ وصیت نامہ ہے حسن کا اپنے بیٹے قاسم کے نام۔ بیٹے قاسم ایک زمانہ ایسا آئے گا

جب ساری دنیا تیرے چچا کے خون کی پیاسی ہو جائے گی۔ تو قاسم میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ فاطمہؑ کی جان پر اپنی جان کو نثار کر دے۔

بچے نے وصیت نامہ پڑھا دوڑتا ہوا امام حسینؑ کے پاس آیا۔ گود میں حسینؑ کے کاغذ رکھ دیا۔

کہا: چچا یہ پڑھ لیجئے۔ اب تو آپ اجازت دیں گے۔

بس میرے دوستو میرے عزیزو! صرف ایک جملہ کہوں گا۔ ایک مرتبہ حسینؑ ابن علیؑ نے وہ تحریر پڑھی۔ رو دیئے۔ کہا قاسم تو تو میرے امام کی تحریر لے آیا۔ اب میں تجھے روک نہیں سکتا۔ اپنے ہاتھوں سے عمامہ باندھا۔ تحت الحنک گلے میں ڈال دیا جو یتیموں کی نشانی ہے۔ اتنا چھوٹا بچہ تھا کہ گود میں لے کر گھوڑے پہ سوار کرایا۔ ایک مرتبہ سر سے پاؤں تک دیکھا۔

کہا: قاسم تو نہیں جا رہا ہے میری جان جا رہی ہے تیرے ساتھ۔

آخری جملہ سنو گے۔ میں کتاب سے دیکھ کے پڑھنے کا عادی ہوں۔ کربلا کے واقعے کے بعد حضرت سجاد کے پاس ایک شخص آیا۔

اور کہا: فرزند رسول کربلا میں جتنے بھی لوگ شہید ہوئے، شہید ہونے سے پہلے گھوڑے سے گرنے کے بعد انہوں نے ایک مرتبہ پکارا ہے امام کو یا دو مرتبہ پکارا ہے حسینؑ کو کہ مولا میری مدد کے لیے آیئے، لیکن دو شہید ایسے ہیں جو بار بار پکار رہے تھے۔

اکبر پکار رہا تھا: بابا، بابا۔

قاسم پکار رہا تھا: چچا۔ چچا۔

تو اس کا سبب کیا ہے؟

کہا: اکبر کے جسم پر جب تلواریں پڑتی تھیں تو ہر ضربت پر کہتا تھا بابا۔

اور قاسم پر جب گھوڑوں کی ٹاپیں پڑتی تھیں۔ تو آواز دیتا تھا۔

چچا۔ میری مدد کو آئیں چچا میری مدد کو آئیں۔

مجلس ہشتم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○
لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡہَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ ۙ وَ السَّآئِلِیۡنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ وَ الۡمُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِہِمۡ اِذَا عٰہَدُوۡا ۚ وَ الصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾

عزیزان محترم! اساس آدمیت اور قرآن کے عنوان سے ہم نے جس سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ وہ سلسلہ گفتگو آہستہ آہستہ اپنے اختتامی مرحلوں سے قریب ہوا۔ کل ہم نے گفتگو جس مرحلے پر روکی تھی۔ وہ مرحلہ یہ تھا کہ ایمانوں کی جو فہرست اس آیہ مبارکہ میں پروردگار عالم نے گنائی وہ فہرست یہ ہے کہ۔

ولکن البرمن آمن باللہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتٰب والنبین۔

پہلا ایمان خدا پر، آخری ایمان نبوت پر اس لیے کہ خدا اور بندوں کے درمیان اگر کوئی وسیلہ ہے تو نبوت ہے اور اس شان کے ساتھ قرآن مجید نے آواز دی:

"والنبیین" سارے نبیوں پر ایمان لاؤ۔

فقط محمدؐ رسول اللہ پر نہیں، سارے نبیوں پہ ایمان لاؤ۔

رسول اللہ سے پہلے ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو ننانوے نبی گزر گئے ان سب پہ ایمان لاؤ۔

آدمؑ پہ بھی ایمان لاؤ۔ نوحؑ پہ بھی ایمان لاؤ۔

ابراہیمؑ پہ بھی ایمان لاؤ۔ موسیٰؑ پہ بھی ایمان لاؤ۔

عیسیٰؑ بھی ایمان لاؤ۔

تنہا رسولؐ پر ایمان کافی نہیں ہے جب تک ان سارے انبیاء پہ ایمان نہ ہو۔

خدا کی قسم جتنی وسعتِ قلب اسلام میں ہے دنیا کے کسی دین میں نہیں ہے۔ جتنی وسعت قلب کا مظاہرہ اسلام نے کیا اتنی وسعت قلب کسی دین نے ہماری سامنے پیش نہیں کی۔ تو سارے انبیاء پہ ایمان لاؤ۔ نبی وہ ہے کہ خدا کی پوری خدائی اس کی ذات پہ ٹکی ہوئی ہے۔

یہ جملہ سمجھ رہے ہو۔ خدا کی ساری خدائی اس کی زبان پر اور اس کے عمل پر رکی ہوئی ہے۔ جب خدا کی ربوبیت، نبوت پر رک جائے تو اب تمہیں حق نہیں ہے کہ اس کے کسی عمل میں غلطی نکالو، اس کے کسی قول سے انکار کرو۔ نبی کو تم نے تو منتخب نہیں کیا۔ نبی کے بعد کرتے رہو الگ مسئلہ ہے لیکن نبی کو تم نے منتخب نہیں کیا۔ نبی کو منتخب کیا ہے اللہ نے۔ اگر اب کسی کو منتخب کیا دین پہنچانے کے لئے تو اگر ایک لفظ کی بھی غلطی نبی سے ہوجائے تو پورا دین مشکوک ہوجائے گا، پورا دین خطرے میں آجائے گا۔

تو نبی وہ جس کا لفظ، لفظ، وحی الٰہی ہو۔ طے ہے یہ بات کہ نبی کی زبان سے جو نکل جائے وہ وحی الٰہی ہے، نبی کے لفظ، لفظ، کی ذمہ داری اللہ قبول کرتا ہے۔

اگر نبی کا ہر لفظ اللہ کا بھیجا ہوا لفظ ہے۔ تو فتویٰ کیا ہے۔

"من کنت مولاہ فھذا علی مولا"۔ نبی کے قول پر، اور نبی کے عمل پر وحی الٰہی

کی مہر لگی ہوئی ہے میں کسی ایک نبی کی بات نہیں کر رہا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی بات کر رہا ہوں کہ ان کے قول اور ان کے عمل پر وحی الٰہی کی مہر لگی ہوئی ہے۔ نہ قول میں غلطی کا امکان نہ عمل میں غلطی کا امکان لیکن کچھ متشابہ آیتیں قرآن میں ایسی آ گئیں کہ ہمارے مسلمان علماء نے لکھ دیا کہ فلاں نبی سے خطا ہو گئی تھی۔

تو اب ایک آیت کو تمہیں بھی ہدیہ کرتا جاؤں۔ آدمؑ سے۔

یا آدم اسکن انت وزوجک الجنة (سورہ بقرہ آیت ۳۵)

آدمؑ سے کہا: آدم جاؤ۔

''اسکن'' سکونت اختیار کرو۔ یہ لفظ دیکھنا

یا آدم اسکن انت وزوجک الجنة اے آدمؑ تم جاؤ سکونت اختیار کرو جنت میں،

اے آدمؑ اپنی بیوی کو لے جاؤ اور تم دونوں جنت میں سکونت اختیار کرو۔

بھئی آدمؑ کے پاس حق سکونت ہے جنت میں حق حکومت نہیں ہے۔

یہی سبب ہے کہ جو کھا رہے تھے جنت میں اسے چھوڑ کے دنیا میں آئے تو جو حق سکونت رکھے وہ جنت کا کھانا نہ لا سکے۔ جو حق حکومت رکھے روزانہ اس کے گھر میں جنت کا کھانا آتا رہے۔ اور پھر قرآن نے آواز دی:

ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين (سورہ بقرہ آیت ۳۵)

دیکھو آدم تم اور تمہاری بیوی اس درخت کے قریب نہ جائیں۔ بھئی درخت تھا معین **لاتقربا هذه الشجرة**۔ دیکھو اس درخت کے پاس نہ جانا۔

اب اگر اس درخت کے پاس چلے گئے۔

فتكونا من الظالمين۔ تو تم دونوں ظالم بن جاؤ گے۔

اسی لفظ سے تو مسلمان علماء کو دھوکہ ہوا وہ کہنے لگے کہ آدمؑ سے خطا ہو گئی۔ اب میں پڑھے لکھے مجمع سے پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ آدمؑ کو بنایا کہاں کے لیے تھا۔

انیؔ جاعل فی الارض خلیفه۔

بھئی! میں بنا ہی رہا ہوں زمین کے لیے آدم کو تو Ultimately، انجام کار کے طور پر۔ آدمؑ کو جانا تو زمین پہ ہے لیکن جنت کا آرام چھوڑ کے جانا ہوگا۔

" فتکون من الظالمین" جنت سے نکل کر اپنے نفسوں پہ ظلم نہ کرو۔

لفظ ظلم دیکھو۔ لفظوں کی اہمیت بولنے والے کے حساب سے معین ہوتی ہے تو لفظِ ظلم جو تمہارے معاشرے میں ہے وہ کچھ اور ہے۔ ناحق لوٹ لینا، ناحق ڈاکہ مار دینا، ناحق قتل کر دینا، ناحق کسی کی غیبت کرنا، کسی کے سامنے جھوٹ بولنا یہ سارے ظلم ہیں۔ ٹھیک ہے نا! لیکن اپنے نفس پہ ظلم یہ گناہ نہیں ہے۔

توجہ رہے اپنے نفس پہ ظلم یہ گناہ نہیں ہے بہت توجہ اس لیے کہ بڑے باریک مرحلے پہ تمہیں لے کے آ گیا۔

ولا تقربا هذهِ الشجرة فتکونا من الظالمین۔

دیکھو آدم دیکھو حوا اس درخت کے پاس نہ جانا، ورنہ تم ظالم ہو جاؤ گے یعنی اپنے نفس پہ ظلم کرو گے۔

اب دلیل دے رہا ہوں میں قرآن میں سے کہ جب آدمؑ زمین پر اتارے گئے کہنے لگے: ربنا ظلمنا انفسنا۔ مالک ہم سے ہمارے نفسوں پہ ظلم ہو گیا۔

ملائیں آیتوں کو آیتوں سے "ربنا ظلمنا انفسنا"،

مالک ہم سے ہمارے نفسوں پہ ظلم ہو گیا۔

وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین (سورہ اعراف آیت ۲۳)

اگر تو ہماری توبہ کو قبول نہ کرے، اگر تو ہم پر رحمتیں نازل نہ کرے تو ہم تو خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے۔ مالک ہم سے ظلم ہو گیا۔ نکالے دونوں گئے

کہا: ابلیس تو بھی جا، آدم تم بھی جاؤ۔

ایک رجیم بنا کے نکالا گیا ایک خلیفہ بنا کے نکالا گیا۔ نکالے دونوں گئے اور دونوں

نے زمین پہ آنے کے بعد دو جملے کہے۔

یہ تو آدمؑ کا جملہ ہے: مالک ہم سے اپنے نفسوں پہ ظلم ہوگیا۔

اور ابلیس کیا کہنے لگا: رب بما اغویتنی (حجر آیت ۳۹)

مالک تو نے مجھے بہکا دیا۔ تو نے مجھے گمراہ کر دیا۔

تو جو اپنے عمل کی نسبت اللہ کی طرف دے۔ وہ ابلیس کا پیرو ہے۔ جو اپنی لغزش کا اعتراف کرے وہ آدمؑ کا پیرو ہے۔

ولا تقرباهذه الشجرة فتكونا من الظالمين۔

دیکھو آدمؑ اس درخت کے پاس نہ جانا۔ ورنہ ظالم ہو جاؤ گے۔

آدمؑ نے زمین پہ اترنے کے بعد کہا۔

ربنا ظلمنا انفسنا۔ مالک ہم نے اپنے نفسوں پہ ظلم کیا۔

آدمؑ کو اعتراف ہے کہ مجھ سے ظلم ہوگیا۔ ٹھیک ہے نا اب تک بات ہو رہی تھی نبوت پر اور اب ذرا سا میں آگے جاؤں گا۔ لیکن نبوت کے سلسلہ میں ایک آیت سن لو۔ آدمؑ خود اپنے اعتراف کی بنیاد پر غالب آئے اور قرآن والا ظالم تمہارا ظالم نہیں۔

اچھا سمجھ رہے ہو نا بات کو، بات پہنچ رہی ہے نا کہ تمہارا ظالم نہیں قرآن والا ظالم۔ قرآن والے ظالم کا مطلب جانتے ہو۔

ظلم یعنی "وضع شی علی غیر محله"

چیز کو اپنی Proper جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دینا یہ ظلم ہے۔ تو وہ جو تمہارے معاشرے میں رائج ہے تذکرہ اس کا نہیں ہو رہا ہے۔

قرآن والا ظلم یہ کہ چیز کو اس کی جگہ سے نہ ہٹاؤ۔ اگر چیز کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا تو ظالم بن گئے اب جگہ زیادہ بلند تھی آدمی پست تھا۔ بٹھا دیا جب بھی ظالم اور جگہ پست تھی آدمی بلند تھا اسے بٹھا دیا جب بھی ظالم۔

ٹھیک ہے نا! تو اب ظالم کے معنی سمجھ گئے۔ آدمؑ نے اعتراف کیا کہ مجھ سے ظلم

ہوگیا۔ اور اب آیت سنو گے بڑے جلال میں پروردگار نے قرآن مجید میں حضرت یونس کا تذکرہ کیا۔

فلولا انه کان من المسبحین ○ للبث فی بطنه الی یوم یبعثون○

(سورہ صافات آیت ۱۴۳) اگر یونس مچھلی کے پیٹ میں ہماری تسبیح نہ کرتا۔

آیت بول رہی ہے کہ خدا کا کلام ہے۔

فلولا انه کان من المسبحین اگر یونس مچھلی کے پیٹ میں جا کر ہماری تسبیح نہ کرتا۔
للبث فی بطنه الٰی یوم یبعثون تو ہم قیامت تک یونس کو مچھلی کے پیٹ ہی میں رکھتے۔

یعنی قیامت تک یونسؑ بھی زندہ رہتے قیامت تک وہ مچھلی بھی زندہ رہتی۔ تو جو اللہ قیامت تک یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں زندہ رکھ سکتا ہے کیا وہ ایک امام کو پردہ غیب میں زندہ نہیں رکھ سکتا؟ بھئی سنتے جاؤ بھئی سنتے جاؤ!

اگر یونسؑ تسبیح نہ پڑھتا مچھلی کے پیٹ میں تو ہم قیامت تک یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں رکھتے۔ وہ تسبیح کیا تھی یونس کی؟

لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ مالک میں ظالموں میں ہوں۔ آدمؑ نے کہا: میں ظالم۔

یونسؑ نے کہا: میں ظالم۔

اور اب ایک آیت اور سنتے جاؤ۔ حدیثیں نہیں پڑھ رہا ہوں قرآن مجید کی آیت ہے۔ آدمؑ نے اعتراف کیا، میں ظالم ہوں۔ نوحؑ نے اعتراف کیا کہ میں ظالم ہوں۔

قرآن پڑھ رہا ہوں میں۔

واذابتلیٰ ابراهیم ربه بکلمات فاتمهن ط قال انی جاعلک للناس اماماط
قال ومن ذریتی ط قال لا ینال عهدی الظالمین (سورہ بقرہ آیت ۱۲۴)

جب ابراہیمؑ نے اپنی نسل کے لیے امامت مانگی تو اللہ نے کہا دوں گا مگر ظالم کو نہیں دوں گا۔ اصول سمجھ میں آ گیا۔ کہ اللہ امامت ظالم کو نہیں دیتا۔ اور قرآن میں آدمؑ

ظالم۔ یونسؑ ظالم۔ انہیں امامت مل سکتی ہے؟

کہہ دیا نا اللہ نے کہ ہم ظالمین کو امامت نہیں دیں گے۔ تو جو امامت معصوم انبیا کو نہ ملے وہ امت کے گناہ گاروں کو کہاں سے مل جائے گی؟

عجیب مرحلہ فکر ہے! جہاں میں اپنے سننے والوں کو لے کے آ گیا۔ تو اب نبوت کہو، امامت کہو، آتی ہے اللہ کی طرف سے اور اب تمہارے پاس جو دین آیا۔ اسے دس بیس لوگوں نے نہیں پہنچایا۔ دیکھو مقام محمدؐ عربی کو سمجھو اور اگر مقام محمدؐ عربی کو سمجھ گئے تو ملت اسلامیہ کے سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔

وہ دس بیس نہیں ہیں دین کے لانے والے دین کا لانے والا ایک ہے ایک ہونا دلیل ہے کہ اس کے ہر عمل پر ضمانت ہے اللہ کی۔

اب آیا ہوں میں مقام ختم نبوت پر تو اب سنتے جاؤ کہ قرآن نے ختم نبوت پر کیا گفتگو کی۔ سورہ والنجم میں آواز دی۔

وما ینطق عن الھویٰ○ ان ھو الا وحی یوحیٰ○

میرا محمدؐ خواہش سے نہیں بولتا۔ جو بولتا ہے وہ وحی الٰہی ہے۔

دیکھو کس شان کے ساتھ قرآن اپنے آخری نبی کا تعارف کرا رہا ہے۔

وما ینطق عن الھویٰ ۵۳ واں سورہ قرآن مجید کا سورہ نجم۔ میرا محمدؐ اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ جو بھی بولتا ہے وہ وحی الٰہی ہے۔ اور اب سورۃ یونس دسواں سورۃ قرآن مجید کا

قال الذین لا یرجون لقاء نا ائت بقرآن غیر ھذا اوبدلہ ط قل مایکون لی ان ابدلہ من تلقآی نفسی ان اتبع الاّ ما یوحی اِلَیَّ (سورہ یونس آیت ۱۵)

حبیب کہہ دو کہ میں وہی کرتا ہوں جو وحی الٰہی ہے۔

کیا کہا سورہ یونس میں کہ رسول جو کرے وہ وحی الٰہی ہے۔

اور سورۃ نجم میں کیا کہا؟ رسول جو کہے وہ وحی الٰہی ہے۔

یعنی رسول کا ہر کہنا وحی الٰہی۔ رسول کا ہر کرنا وحی الٰہی۔ تو اگر کسی دن ہاتھوں کو بلند کرے اور زبان سے کچھ کہہ دے! اب تو میں آیا ہوں مقام ختم نبوت پر

تو اب میں کچھ جملے اپنے محترم معراج محمد خاں کو بھی ہدیہ کردوں۔ اصحاب بھی بیٹھے ہوئے ہیں اسٹیج کے اوپر۔ مقام ختم نبوت قرآن سے سمجھو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

والضحیٰo والیل اذا سجیٰo ماودعک ربک وما قلیo

وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ oولسوف یعطیک ربک فترضیٰo

دن کے گرم وقت کی قسم، رات کے اندھیرے کی قسم، حبیب ہم نے تجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑا۔ عجیب کمال کا سورۃ ہے۔ "والضحیٰ" دن کے گرم وقت کی قسم۔

"والیل اذا سجیٰ" جب رات اندھیری ہوجائے اس وقت کی قسم۔

"ماودعک ربک وما قلیٰ" حبیب ہم تجھ سے کبھی ناراض نہیں ہوئے اور حبیب ہم نے تجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑا۔

آیت کہہ رہی ہے کہ اللہ اپنے محمدؐ کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔ تب اتنی بات طے ہوگئی کہ محمدؐ کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کے ساتھ گزر رہا ہے۔ تو جس کی زندگی اللہ کے ساتھ گزر رہی ہو اس کے قول میں نہ ہذیان ہوگا نہ غفلت ہوگی۔ قرآن ہے قرآن۔

بسم اللہ الرحمن الرحیمo والضحیٰ o والیل اذا سجیٰo ماودعک ربک وما قلیٰ o حبیب ہم نے تجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑا۔

وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ o اور حبیب ہم تجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ تیرا انجام تیری ابتدائی زندگی سے بہتر ہوگا اور اب آواز دی۔

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ ۔حبیب مت گھبرانا اتنی نعمتیں دوں گا کہ تو مجھ سے راضی ہوجائے گا۔

آیت سمجھ میں آ گئی؟ تیسویں پارہ کا سورۃ ہے سورہ والضحیٰ! دامن وقت میں گنجائش

ہوتی تو میں تمہیں پورا سورۃ ہدیہ کرتا۔ لیکن اس آیت پہ روک رہا ہوں مجھے آگے جانا ہے۔

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ حبیب ہم تمہیں اتنا کچھ دیدیں گے، اتنا عطا کردیں گے کہ تو ہم سے راضی ہوجائے گا۔

اللہ کہتا ہے کہ میں اپنے محمدؐ کو اتنا دوں گا کہ میرا محمدؐ مجھ سے راضی ہوجائے گا۔ اب جب میں نے قرآن کو کھولا۔ سورۃ طٰہٰ بیسواں سورۃ قرآن کا۔

تو اللہ نے موسیٰؑ سے پوچھا: موسیٰؑ تم نے اس کام میں جلدی کیوں کی؟

موسیٰ کہنے لگے: عجلت الیک رب لترضیٰ (سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۸۴)

مالک میں نے تو جلدی اس لیے کی کہ تو مجھ سے راضی ہوجائے۔

یہ موسیٰؑ کا مقام ہے اور اب آواز دی سلیمانؑ نے قرآن میں: مالک ایک ایسا اچھا عمل بتلادے کہ میں وہ عمل کروں تو تو مجھ سے راضی ہوجائے۔

ان اعمل صالحاً ترضاہُ (سورہ احقاف آیت ۱۵) تو انبیا کی تمنا ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہوجائے اور اللہ کی تمنا ہے محمدؐ مجھ سے راضی ہوجائے۔

اب دو دقیقوں کے لیے میں اپنی تقریر کو روکوں گا اور اس لئے روکوں گا کہ حضرت معراج محمد خان تو تشریف فرما ہی تھے۔ یہ متحدہ کے معزز اراکین بھی تشریف لے آئے اور میرے سامنے جو پرزہ ہے متحدہ قومی موومنٹ کی جانب سے ہر سال کی طرح اس سال بھی پورے شہر میں فرقہ وارانہ دہشت گردی کی روک تھام کے لیے امن کمیٹیوں کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ قابل مبارک باد ہیں یہ کہ امن کمیٹیاں قائم کررہے ہیں۔ ورنہ ہم نے تو مسلمانوں میں سوائے جنگ کے کچھ بھی نہیں دیکھا۔

اچھا ایک جملہ اور سنتے جاؤ۔ کل شب رضویہ امام بارگاہ کی مجلس میں جب جناب فاروق ستار تشریف لائے تو میں نے ان کی خدمت میں ایک Message پہنچایا۔

کہ ہم علیؑ کے چاہنے والے مسلمانوں کو، فقہوں پر تقسیم نہیں کرتے۔ مسلمانوں

میں بڑی فقہیں پائی جاتی ہیں۔ فقہ حنفی ہے۔ فقہ حنبلی ہے۔ فقہ شافعی ہے۔ فقہ مالکی ہے۔ فقہ زیدی ہے۔ فقہ ظاہری ہے اور فقہ جعفری ہے۔

سات فقہوں کے میں نے نام لئے تمہارے سامنے تم نے دو چار ہی کے سنے ہوں گے۔ جو فقہیں مر گئیں نہ ان کے بنانے والے رہے نہ ان کی فقہیں رہیں۔ لیکن جو فقہیں زندہ ہیں وہ سات ہیں۔ اور چونکہ ان ساری فقہوں کا source کتاب خدا۔ اور سنت محمدؐ ہے۔ ہمیں ساری فقہیں تسلیم ہیں۔

تو ہم مسلمانوں کو فقہوں کی بنیاد پر تقسیم نہیں کرتے۔ دیکھئے حنفی ہے۔ یا حنبلی ہے یا مالکی ہے یا جعفری ہے۔ ہمارے نزدیک یہ تقسیم غلط ہے۔ ہمارے نزدیک ایک تقسیم ہے کہ کون حسینؑ کا دوست ہے کون حسینؑ کا دشمن ہے۔ اب واپس چلو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والضحیٰ o والیل اذا سجیٰ o ماودعک ربک وما قلیٰ o

واللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔

حبیب تجھے اتنا دیں گے کہ تو ہم سے راضی ہو جائے گا۔ ہر نبی کی تمنا ہے۔ اللہ ہم سے راضی ہو جائے ٹھیک ہے نا! جبکہ اللہ کی تمنا ہے کہ محمدؐ مجھ سے راضی ہو جائے۔

ہم ایک جملہ کہتے ہیں صحابہ کرام کے لیے دعائیہ جملہ۔ رضی اللہ عنہ۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے کیا خیال ہے تمہارا ہر صحابی کی تمنا ہے یا نہیں۔ جب نبیوں کی تمنا ہے۔ جب نبیوں اور اولوالعزم پیغمبروں کی تمنا ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے تو صحابہ کرام کی بھی تمنا کیوں نہیں ہوگی کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے؟

انبیاء اور صحابہ ان کی تمنا ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے اور اللہ کی تمنا ہے کہ محمدؐ مجھ سے راضی ہو جائے۔ جب انبیاء اور صحابہ مل کے رسول جیسے نہ بن سکے تو یہ عرب کے احمق کیسے بن جائیں گے۔ تو مقام محمدؐ عربی کو پہچانو۔

سورہ احزاب میں آواز دی یا ایھاالنبی انا ارسلناک شاھدا ومبشراً ونذیراً o

وداعیاً الی اللّٰہ باذنہ وسراجاً منیراً (آیت ۴۶-۴۵)

حبیب ہم نے تجھے گواہ بنایا۔ کس کا بنایا! سورۃ احزاب کی اس آیت میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ اور اب سورہ مزمل میں آواز دی۔

انا ارسلنا الیکم رسولاً ۵ شاھداً علیکم (آیت ۱۵)

ہم نے جو رسول بھیجا ہے وہ تمہارا گواہ ہے۔

اچھا بھئی فیصلہ تمہارے ہاتھوں میں ہے محمد رسول اللہ کو سامنے رکھ کر مجھے جواب دینا۔

انا ارسلنا الیکم رسولاً ۵ شاھداً علیکم۔ اللہ کہہ رہا ہے ہم نے تمہارے پاس جو رسول بھیجا ہے وہ تمہارا گواہ ہے کیا اس زمانے کے لوگوں کا؟

قرآن قیامت تک کی کتاب ہے۔ خطاب قیامت تک کے مسلمانوں سے ہے اب آخری مسلمان جو قیامت سے پہلے آنے والا ہے میرا محمدؐ اس کا بھی گواہ ہے تو اگر قیامت تک پوری انسانیت کا گواہ محمدؐ ہے تو مر کیسے گیا؟

خدا کی قسم! عجیب مرحلہ فکر ہے اور اس مرحلہ فکر پر رکوں گا۔ میرے سامنے خالد بن ولید صاحب تشریف فرما ہیں۔ کنور خالد یونس صاحب تشریف فرما ہیں۔ عارف خان صاحب تشریف فرما ہیں۔ میرے خورد اور دوست جاوید تشریف فرما ہیں تو اب انہیں جملہ ہدیہ کر رہا ہوں۔ لیجاؤ مقام محمدؐ کو اس منبر سے۔

سورہ احزاب نے کہا: ہم نے محمدؐ کو گواہ بنایا۔

سورہ مزمل میں کہا: ہم نے تمہارا گواہ بنایا۔

اور اب سورۃ نساء میں آواز دی۔

فکیف اذا جئنا من کل امة بشھیدٍ و جئنا بک علیٰ ھؤلاءِ شھیداً

(آیت ۴۱)

حبیب قیامت کے دن ہر نبی کو اس کی قوم پر گواہ بناؤں گا اور سارے نبیوں پہ تجھے گواہ بناؤں گا۔

دیکھو یہ منبر منسوب ہے میرے رسول کی طرف، منبر رسول کہا جاتا ہے۔ خدا کی قسم منبر کی قسم کھا کے کہہ رہا ہوں کہ مقام محمدؐ اتنا بلند ہے کہ لفظ نہیں ملتے بیان کرنے کے لیے۔

یاد رکھو گے ان آیتوں کو۔ سورۃ احزاب، سورہ مزمل، سورۃ مائدہ اور اب سورۃ نحل قرآن مجید کا سولہواں سورۃ۔ آیت کا نشان ۸۹۔ یہ حوالہ اس لیے دیا کہ ترجمہ جاکے دیکھ لینا۔

ویوم نبعث فی کل امة شهیداً علیهم من انفسهم وجئنا بک شهیداً علیٰ هولاءِ ط ونزلنا علیک الکتاب تبیانًا لکل شیءٍ وَّهدیً ورحمة وبشریٰ للمسلمینo

اس آیت کے دو ٹکڑے ہیں۔ **ویوم نبعث فی کل امة شهیدا علیهیم من انفسهم وجئنابک شهیداً علٰی هولاءِ ط**

حبیب قیامت میں ہر نبی کو اس کی امت پہ گواہ بنائیں گے اور تجھے ان سارے نبیوں پر گواہ بنائیں گے۔

وہی بات جو سورۃ مائدہ میں کہی گئی پھر سورۃ نحل میں دہرائی گئی۔

ونزلنا علیک الکتاب ۔حبیب ہم نے اس کتاب کو تیرے اوپر نازل کیا ہے۔ نازل کرنے کے معنی کیا ہیں؟ چیز کا اوپر سے نیچے بھیجنا۔ نزول کے معنی اوپر سے نیچے آنا کسی چیز کا۔ مالک! یہ تو سن لیا کہ تو نے پیغمبر پر کتاب کو نازل کیا ہے۔ کس مہینے میں نازل کیا؟ کہا قرآن پڑھو۔

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن۔ ہم نے رمضان کے مہینے میں اس قرآن کو نازل کیا۔ مالک رمضان میں دن بھی ہیں، رمضان میں راتیں بھی ہیں۔

تو دن میں نازل کیا یا رات میں؟ کہا: پھر قرآن پڑھو

انا انزلنا فی لیلة مُّبٰرکَةٍ۔ (سورہ دخان آیت ۳)

ہم نے اسے مبارک رات میں نازل کیا تو قرآن جس رات میں اوپر سے نیچے آیا وہ رات مبارک ہے اور اب واپس چلو پھر قرآن کی طرف سورۃ بنی اسرائیل پہلی آیت

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بارکنا حولہ

ہم معراج میں اپنے بندے کو لے گئے ایسی جگہ جہاں برکت ہی برکت تھی۔

قرآن اوپر سے نیچے آئے، رات مبارکہ ہوجائے،

محمدؐ نیچے سے اوپر جائے عرش مبارک ہوجائے۔

تو رمضان میں قرآن نازل ہوا۔ رات میں آیا۔ مالک رات کا نام؟ کہا:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیمo انا انزلناہ فی لیلۃ القدرo

ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا۔ یہ قرآن بول رہا ہے رمضان میں اتارا، رات میں اتارا، جو مبارک تھی اور اس رات کا نام ہے قدر کی رات۔ مالک اتارنے کا ذریعہ کیا تھا؟ پھر قرآن پڑھو۔

نزل بہ الروح الامین (سورہ شوری آیت ۱۹۳)

ہم نے اس قرآن کو جبرئیل کے ذریعہ اتارا۔

اچھا تو مالک! اب ایک سوال کا جواب اور دیدے۔ محمدؐ رسول اللہ کی آنکھوں پہ اتارا، ان کے سر پہ اتارا، ان کے کانوں پہ اتارا، ان کے کندھے پر قرآن اتارا، کہاں اتارا؟

کہا: پھر قرآن پڑھو۔ نزل بہ الروح الامینo علٰی قلبک

ہم نے قرآن کو محمدؐ کے دل پہ اتارا، دماغ پہ نہیں ۔ پھر کہہ رہا ہوں دل پہ اتارا ہے دماغ پر نہیں۔ تو مالک اب ایک سوال کا جواب اور دیدے کہ تیرے قرآن کی قوت

کیا ہے؟

کہا: قرآن کی قوت سورہ حشر میں دیکھو ۵۹ واں سورۃ ہے۔ بھئی عجیب وغریب مرحلہ فکر پہ لے آیا میں۔

لو انزلنا هذاالقرآن علی جبل لرایتهٔ خاشعا متصدعاً من خشیة الله

(آیت ۲۱) یہ قرآن اتنا طاقتور ہے کہ اگر پہاڑ پہ اترتا پہاڑ پھٹ جاتا۔

اب مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں جملہ کہوں۔ کتنا طاقتور ہے قرآن۔ اگر پہاڑوں پہ آجائے تو پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں، پہاڑ چھوٹے موٹے زلزلے کا نوٹس نہیں لیتے۔ آندھیوں کی طرف تو توجہ بھی نہیں دیتے۔

اردو محاورہ ہے کہ فلاں شخص اپنی رائے میں پہاڑ ہے ہٹتا نہیں ہے۔ تو پہاڑ جو علامت ہے ثبات قدم کی، پہاڑ علامت ہے استقلال کی، پہاڑ زلزلوں کا نوٹس نہیں لیتا۔ پہاڑ جہاں ہے وہاں ہے۔ لیکن قرآن میں اتنی قوت ہے کہ اگر پہاڑ پہ آجائے پہاڑ ہٹ جائے۔ جسے اللہ کے بنائے ہوئے پہاڑ نہ اٹھا سکیں اسے میرے محمدؐ کے دل نے اٹھالیا۔ سمجھ رہے ہو بھئی بڑی مجبوریاں ہیں۔ دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے تو اب مجھے جملہ کہنے کی اجازت ہے جس کا دل اتنا مضبوط ہو اس کا دماغ کمزور نہیں ہوسکتا۔

ونزلنا علیک الکتاب۔ ہم نے حبیب تیرے اوپر کتاب اتاری۔

اب اس کتاب کی صفت سنو گے؟

"تبیاناً لکل شئی" ہر شے کا کھلا بیان قرآن میں ہے اور قرآن اترا ہے محمدؐ کے دل پر۔ تو ہر شے کا بیان محمدؐ کے دل میں ہے یا نہیں۔ پھر کہو گے کہ لکھنا نہیں آتا تھا۔ عجیب لوگ ہیں۔

تبیاناً لکل شئی۔ ہر شے کا بیان قرآن میں۔

ونزلنا علیک الکتاب۔ تبیاناً لکل شئی (سورہ نحل آیت ۸۹)

"وھدیً" قرآن ہدایت ہے۔ ورحمة قرآن رحمت ہے۔

وبشریٰ۔ قرآن خوش خبری ہے۔ للمسلمین۔ مسلمانوں کے لیے۔
ہدایت بھی ہے۔ رحمت بھی ہے۔ خوش خبری بھی ہے۔ مسلمانوں کے لیے۔
کیا خوش خبری ہے؟ قرآن رحمت ہے لیکن مسلمان قرآن پڑھ کے قتل کر رہا ہے۔ امت کا طریقہ کچھ اور قرآن کا حکم کچھ اور۔

ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی۔ ہم نے اس کتاب میں ہر شے کو بیان کیا۔

پہلی صفت قرآن کی یہ کہ ہر شے کا بیان قرآن میں ہے۔
''ھدیً'' قرآن ہدایت ہے۔ ''رحمۃً'' قرآن رحمت ہے۔
''بشریٰ'' قرآن بشارت ہے؟
کس کے لیے؟ رحمت کس کے لیے ہے؟ ''للمسلمین'' ٹھیک ہے نا!

اب میں یہ چاروں صفتیں اگر اپنے نبی میں نہ دکھلا سکا تو آج سے منبر پہ آنا چھوڑ دوں گا۔ پڑھا لکھا مجمع میرے سامنے ہے، دانشور بیٹھے ہوئے ہیں۔ اچھا پھر قرآن کی پہلی صفت کیا ہے۔ تبیاناً لکل شئی۔ ہر شے کا بیان قرآن میں ہے۔

جاؤ دیکھو کہ پروردگار نے اپنے حبیب کے لیے کہا:

وعلمک مالم تکن تعلم (سورہ نساء آیت ۱۱۳) حبیب ہم نے ہر شے کا علم تجھے دے دیا۔

ہر شے کا بیان قرآن میں، ہر شے کا علم محمدؐ میں۔ قرآن برابر ہے محمدؐ کے۔ محمدؐ برابر ہیں قرآن کے۔ طے ہوگئی بات۔

ایک صفت میں قرآن اور محمدؐ برابر ہیں۔ تبیاناً لکل شئی۔
دوسری صفت قرآن کی کیا ہے ''ھدیً'' قرآن ہدایت ہے۔
انک لتھدی الی صراط مستقیم (سورہ شوریٰ آیت ۵۲)
تو صراط مستقیم پر ہدایت کرنے والا ہے۔

سارا بیان قرآن میں سارے علم محمدؐ میں۔ ساری صفتیں برابر۔ قرآن ہدایت، محمدؐ ہدایت کرنے والا۔ دوسری صفت میں برابر ''رحمۃ''۔ قرآن رحمت ہے۔
وما ارسلناک الا رحمۃً اللعالمین۔ قرآن بھی رحمت میرا رسول بھی رحمت۔
برابر ہوگئے قرآن اور رسول تین صفتوں میں؟ آخر کی صفت اسی طرح۔
''بشریٰ''۔ قرآن بشارت ہے تو **یا ایھاالنبی ان ارسلناک شاھداً ومبشراً۔**

سارا بیان قرآن میں سارا علم محمدؐ میں۔
قرآن ہدایت میرا احمدؐ ہدایت کرنے والا۔
قرآن رحمت میرا احمدؐ رحمت اللعالمین۔
قرآن بشارت میرا احمدؐ بشارت دینے والا۔
کتنا اتحاد ہے ان دونوں میں ایسا لگتا ہے کہ نام دو ہیں ذات ایک ہے۔
نام قرآن اور محمدؐ۔ یعنی میں کہنا یہ چاہ رہا ہوں کہ
علم الٰہی جب لفظوں میں ڈھلا قرآن بنا جب پیکر میں ڈھلا محمدؐ بنا۔
یاد رکھو گے میرے اس جملے کو۔
قرآنِ معصوم، محمدؐ معصوم، قرآن دائم محمدؐ دائم،
قرآن بے عیب محمدؐ بے عیب۔

میں اگر آج آٹھویں محرم کو اس منبر سے قرآن کی غلطیاں نکالنے لگوں تو یہ ہزاروں کا مجمع مجھے دھکیل کے باہر کردے گا۔ بے عیب کتاب میں غلطی ڈھونڈ رہے ہو؟
میں طالب جوہری اگر قرآن میں غلطی نکالنے لگوں تو یہ پورا مجمع کافر کہہ کے باہر نکال دے گا۔ تو میں اگر قرآن میں غلطی کروں میں کافر ہوجاؤں، ملا اگر محمدؐ میں غلطی کرے شیخ الحدیث بن جائے!
اچھا تو اب تک کی گفتگو کا خلاصہ کیا ہے؟ قرآن برابر ہے محمدؐ کے، محمدؐ برابر ہے

قرآن کے۔ غلط ہے اب تک میں یہی ثابت کر رہا تھا کہ قرآن محمدؐ کے برابر ہے۔ محمدؐ بڑا ہے قرآن چھوٹا ہے۔

میں یہی تو اپیل کرتا ہوں ساری امت اسلامیہ سے کہ اپنے عقیدوں کی اصلاح قرآن سے کرو۔ اب تمہیں حق ہے نا کہ مجھ سے دلیل مانگو کہ محمدؐ بڑا قرآن چھوٹا۔ اگر نہ دے سکا تو نہ ماننا میری بات کو۔ پھر چلو واپس دونوں آیتیں میں نے تمہاری سامنے پڑھ دیں۔ اب انہیں ذہن میں زندہ کر رہا ہوں۔ بیدار کر رہا ہوں۔

ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی وھدیً ورحمةً وبشریٰ للمسلمین۔

قرآن رحمت ہے للمسلمین۔ محمد رحمت ہیں للعالمین۔

وما ارسلناک الارحمةً اللعالمین۔ بھئی مجھے عالمین کے معنی نہیں معلوم۔ خدا کی قسم نہیں معلوم۔ عالمین کے معنی نہیں جانتا۔

لیکن اتنی بات ضرور جانتا ہوں کہ عالمین کراچی کا نام نہیں ہے عالمین صوبہ سندھ کا نام نہیں ہے۔ عالمین پاکستان کا نام نہیں ہے۔ اس پوری زمین کا نام بھی عالمین نہیں ہے۔ عالمین تو بہت بڑی شئے ہے۔ تو مجھے نہیں معلوم کہ عالمین کیا ہے لیکن سورۃ حمد میں پتہ چلا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم○ الحمد للہ رب العالمین○

اب جہاں تک خدائی جائے وہاں تک میرے محمدؐ کی نبوت ساتھ میں جائے۔ مجھے جملہ کہنے کی اجازت دیدو۔ جتنی بڑی نبوت اتنا بڑا حفاظت کرنے والا۔ اب وہ مکے کا ابو طالبؑ ہو یا مدینے کا علیؑ ہو۔

ابو طالبؑ کا شعر یاد ہے؟ جاؤ دیکھو تاریخ کی کتابوں میں وہ ابو طالبؑ جس نے تمہارے زعم ناقص میں کلمہ نہیں پڑھا۔ وہ ابو طالبؑ جس نے کلمہ نہیں پڑھا تمہارے باطل گمان میں اس کا ایک شعر سنتے جاؤ۔

والله لن یصلوا الیک بجمعهم

حتیٰ هو الصدا بترابک فینا

خدا کی قسم بھتیجے پورا عرب بھی اگر مل کر تجھ پر حملہ کرے تو جب تک میں زندہ ہوں عرب تیرے پاس نہیں آ سکتا۔ سن لیا ابو طالبؑ کا شعر۔ خدا کی قسم خون بولا کرتا ہے۔ شجروں کی حفاظت کیا کرو۔ ابو طالبؑ کا شعر تم نے سن لیا

والله لن یصلواالیک بجمعهم۔

اگر مشرک تھا تو بھی اللہ کی قسم کھا رہا تھا۔ اچھا بھئی یہ تو تم نے ابو طالبؑ کا شعر سنا۔ اور اب ابو طالبؑ کے بیٹے کا ایک جملہ سنتے جاؤ۔ خون بولتا ہے۔

دیکھنا نہج البلاغہ میں:

لو حجمة حرب کلها لما ولیت لها۔

یارسول اللہ اگر ساری دنیا کے انسان جمع ہو جائیں اور آپ کے اوپر حملہ کر دیں تو میں آپ کی حفاظت سے منہ نہیں پھیروں گا۔ مُنہ پھیرنے والے اور ہیں۔ علیؑ نہیں۔

اب دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے۔ کہ اب سلسلۂ فکر کو آگے بڑھاؤں۔ بس دو جملے سنو اور مجھے اجازت دو۔ آج آٹھویں محرم کا دن ہے۔ ابو طالبؑ کا بیٹا علیؑ۔ علیؑ کا بیٹا۔ عباسؑ۔ رسولؐ کی حفاظت کرنے والا علیؑ۔ حسینؑ کی حفاظت کرنے والا عباسؑ۔ افواج حسینؑ کا سالار اعلیٰ۔ ام البنین کا بیٹا۔

اچھا یہ تو تمہیں معلوم ہے نا کہ علیؑ نے حضرت ام البنین سے اس لیے شادی کی تھی کہ ایک بہادر بیٹا پیدا ہو جو کربلا میں حسینؑ کے کام آئے۔

عباسؑ حسینؑ کی خدمت میں آئے کہا: مولا جنگ کی اجازت ہے؟

کہا: عباسؑ تم تو میری فوج کے علمبردار ہو۔

ونظر یمیناً و شمالاً۔ عباسؑ نے دائیں دیکھا۔ بائیں دیکھا۔ رو کے کہا مولا اب وہ لشکر کہاں ہے؟

کہا: کچھ بھی ہو تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔ عباسؑ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ مجھے پیدا کیا تھا کربلا کے دن کے لیے تو یہ میرا مولا اجازت کیوں نہیں دے رہا۔ کوئی طریقہ ایسا مل جائے کہ مولا مجھے اجازت دیدے۔ عباسؑ پلٹے۔ ایک خیمے کے دروازے پہ بیٹھ گئے۔ ابھی بیٹھے بھی نہیں تھے پوری طرح کہ اندر سے سکینہؑ کی آواز آئی:

پھوپھی اماں میں بہت پیاسی ہوں۔

بس یہ سننا تھا کہ عباسؑ کھڑے ہو گئے۔ پکار کے کہا: سکینہؑ میرے پاس آنا۔

بچی دوڑتی ہوئی آئی کہا: بیٹی بہت پیاسی ہے۔

کہا: ہاں چچا میں بہت پیاسی ہوں۔

کہا: دوڑ کے جا اپنا چھوٹا مشکیزہ لے آ۔

بچی گئی اپنا چھوٹا مشکیزہ لے کے آئی۔ عباسؑ نے بچی کو گود میں اٹھایا اور اٹھا کے چلے حسینؑ کی طرف۔ حسینؑ کی نگاہ عباسؑ پہ پڑی عباسؑ کی گود میں سکینہؑ ہے حسینؑ کی نگاہ سکینہؑ پہ پڑی۔ دونوں سے ایک ایک جملہ حسینؑ نے کہا۔

عباسؑ سے کہا: عباسؑ میں سمجھ گیا کہ تم سکینہؑ کو کیوں لائے ہو، جاؤ میں نے تمہیں پانی لانے کی اجازت دی۔

یہ جملہ عباسؑ سے کہا اور سکینہؑ سے کہنے لگے: بیٹی اب تو چچا کو اجازت دلوا رہی ہے جب راہ کوفہ و شام میں ظالم تمہیں طمانچے ماریں گے تو چچا کو بہت یاد کرو گی۔

یہی سبب ہے کہ جب شمر تازیانہ اٹھاتا تھا تو سکینہؑ نوک نیزہ پر چچا کے سر کو دیکھتی تھی: چچا میری مدد کو آؤ چچا عباسؑ میری مدد کو آؤ۔

مجلس نہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○
لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡہَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ ۙ وَ السَّآئِلِیۡنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ وَ الۡمُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِہِمۡ اِذَا عٰہَدُوۡا ۚ وَ الصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ۝

عزیزان محترم! اساس آدمیت اور قرآن کے عنوان سے ہماری گفتگو اپنے نویں مرحلے میں داخل ہوئی۔ اس آیہ مبارکہ کی روشنی میں آدمیت کی اساس ایمان لانا ہے اللہ پر ایمان لانا ہے روز قیامت پر ایمان لانا ہے فرشتوں پر، ایمان لانا ہے اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں پر، ایمان لانا ہے اللہ کے بھیجے ہوئے نبیوں پر۔ یہاں تک ایمان کی فہرست تھی۔

اور اب آواز دی کہ وہ اعمال جو آدمیت کی اساس ہیں وہ کیا ہیں؟

نماز کا قائم کرنا آدمیت کی اساس ہے،

زکوٰۃ کا دینا آدمیت کی اساس، آدمیت کی بنیاد ہے۔

وعدے کو پورا کرنا، آدمیت کی بنیاد ہے۔
مشکلوں میں صبر کرنا، آدمیت کی بنیاد ہے۔
صداقت آدمیت کی بنیاد ہے۔ تقویٰ آدمیت کی بنیاد ہے۔
ایفائے عہد آدمیت کی بنیاد ہے۔
آدمیت کی بنیاد منافقت نہیں ہے۔ آدمیت کی بنیاد جھوٹ نہیں ہے۔
آدمیت کی بنیاد غیبت نہیں ہے۔ آدمیت کی بنیاد قتل ناحق نہیں ہے۔
آدمیت کی بنیاد تخریب کاری نہیں ہے۔ آدمیت کی بنیاد دہشت گردی نہیں ہے۔
ہم آدمیت کی بنیاد پر بات کر رہے ہیں۔ آدمیت کی بنیاد خدا پہ ایمان لاؤ بس اس کی پرستش کرتے رہو۔ بس اس کے سامنے اپنے سر تسلیم کو خم کر دو۔
کیا سورۃ یٰسین میں پروردگار نے آدم کی بیٹوں کو یہ نصیحت نہیں فرمائی کہ۔

الم اعهد اليكم يٰبنی ادم ان لا تعبدوا الشيطٰن ۚ انه لكم عدوٌ مّبين ٥ وان اعبدونی ط هذا صراط مستقيم ٥ ولقد اضل منكم جبلاً كثيراً ط افلم تكونوا تعقلون۔ (آیات ۶۰ تا ۶۲)

اے آدمؑ کے بیٹو! کیا میں نے (عالم ارواح میں) تم سے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، فقط اللہ کی عبادت کرنا۔ یہی صراط مستقیم ہے لیکن میں کیا کروں کہ تم شیطان کے پیچھے گئے رحمان کو تم نے چھوڑ دیا۔

الم اعهد اليكم يٰبنی آدم ان لا تعبدوا اليشيطٰن انه لكم عدوٌ مبين۔
سورۃ یٰسین ۳۶ واں سورۃ قرآن کا۔ آدمؑ کے بیٹو۔ کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہیں کرو گے۔

انهٗ لكم عدوٌ مبين ۔ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے تو مالک! اس ''عدوٌ مبین'' سے بچا کیسے جائے؟

پھر سورۃ یٰسین ۔ **كل شئٍ احصينهُ فی امام مبين۔** (آیت ۱۲)

ان اعبدونی ھذا صراط مستقیم

میری عبادت کرو سیدھا اور سچا راستہ یہی ہے۔

ولقد اضل منکم جبلاً کثیرا۔ یادرکھو شیطان نے تمہاری اکثریت کو گمراہ کر دیا۔

قرآن کی نگاہ میں اور اللہ کی نگاہ میں افرادی کثرت کی اہمیت نہیں ہے۔کم ہو مگر انسان ہو درندہ نہ ہو۔ مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں تمہاری خدمت میں سورۃ انفال سے بھی ایک آیت پڑھتا جاؤں۔

یا ایھا الذین آمنو استجیبوا للّٰہ وللرّسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ (آیت ۲۴)

اے ایمان لانے والو! رسول جب تمہیں پکارے گا۔ تمہیں زندہ کرنے کے لیے پکارے گا۔ تو رسول آیا ہے پوری انسانیت کو حق حیات دینے کے لیے۔رسول آیا ہے تمہیں زندہ کرنے کے لیے تو میرا رسول پوری آدمیت کو حق حیات دیتا ہے اب یہ کون سے کلمہ پڑھنے والے ہیں؟ یہ کون ہیں جو انسانیت کو حق حیات سے محروم کروا رہے ہیں؟

مجھے مجبوراً یہ جملہ کہنا پڑتا ہے کہ اگر ملت اسلامیہ اپنے تشخص کو برقرار رکھنا چاہتی ہے اگر ملت اسلامیہ اپنے وجود کو برقرار رکھنا چاہتی ہے، تو ملت اسلامیہ مجبور ہے اتحاد پیدا کرنے پر۔ بڑی طاقتیں جبر واستبداد کی بڑی طاقتیں، بین الاقوامی سازش کے تحت یہ چاہ رہی ہیں کہ اسلام کو فنا کر دیا جائے۔ تو تم اسی صورت میں بچ سکو گے جب اپنے اندر اتحاد پیدا کرو۔

یہ ساری افراتفری، یہ ساری بدامنی، یہ ساری سازشیں، یہ ساری خرابیاں فقط اس لیے ہیں کہ تم اللہ کے بدلے اپنی خواہش کو پوج رہے ہو۔ تم خدا کو نہیں پوج رہے ہو اپنی خواہش کو پوج رہے ہو۔ "ھویٰ" کے معنی خواہش۔

آواز دی قرآن مجید نے "**ومن اضل ممن اتبع ھواہ**" (سورہ قصص آیت ۵۰)

"ھویٰ" جواپنی خواہش کی پیروی کرے وہ دنیا کا گمراہ ترین شخص ہے۔

پھر قرآن نے آواز دی: ارء یت من اتخذالٰھه ھوامه (سورہ فرقان آیت ۴۳) حبیب تم نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ہیں جواپنی خواہش کواپنا خدا سمجھتے ہیں۔

"ارء یت من اتخذ الٰھه ھوامه۔" وہ خدا کی پرستش نہیں کرتے اپنی خواہش کی پرستش کرتے ہیں۔

میرا جملہ یاد رکھو گے لوگ ہبل کو پوجتے تھے، لات کو پوجتے تھے، منات کو پوجتے تھے، عزیٰ کو پوجتے تھے تو یہ جو بت بنائے گئے یہ خواہش کی بنیاد ہی پہ تو بنے تھے۔

تو سب سے بڑا جھوٹا خدا وہ خواہش ہے وہ "ھویٰ" ہے۔ انسان کی "ھویٰ"۔ یہ "ھویٰ" کا لفظ یاد رکھنا جمع ہے "اھویٰ" خواہشیں۔ آواز دی قرآن مجید نے۔

ولو اتبع الحق اھوآء ھم لفسدت السموٰات والارض ومن فیھن (مومنون آیت ۷۱) اگر حق لوگوں کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے تو آسمان اور زمین میں فساد پیدا ہو جائے۔ آواز دی قرآن نے سورۃ جاثیہ میں

ثم جعلناک علی شریعة من الامر فاتبعھا ولا تتبع اھوآء الذین لا یعلمون (آیت ۱۸) حبیب ہم نے شریعت بھیج دی۔ پیروی شریعت کی ہوگی۔ خواہشوں کی پیروی نہیں ہوگی۔ جاہلوں کی خواہشوں کی پیروی نہیں ہوگی جب پیروی ہوگی ہماری بھیجی ہوئی شریعت کی۔ آیت کو تو دیکھو۔ کیا پالیسی دی ہے اس آیت مبارکہ میں۔

"ثم جعلناک علیٰ شریعة من الامر" حبیب ہم نے تیرے پاس شریعت بھیج دی۔

"فاتبعھا" اب پیروی ہوگی شریعت کی۔

ولا تتبع اھوآء الذین لا یعلمون۔ لوگوں کے ھویٰ وہوس کی پیروی نہیں ہوگی۔

جاہلوں کی پیروی نہیں ہوگی۔ دو برابر کے جملے ہیں۔ پیروی ہوگی شریعت کی، پیروی جاہل کی نہیں ہوگی۔ دونوں جملے آیت میں موجود ہیں۔ بتلا دیا کہ جدھر شریعت ہوگی ادھر جاہل نہیں ہوگا۔ جدھر جاہل ہوگا ادھر شریعت نہیں ہوگی۔

تو خبردار! خبردار! ''ھویٰ'' کی طرف نہ جانا ''ھویٰ'' سمجھ میں آ گیا۔ ھ۔ و۔ یٰ کے معنی خواہش۔ توتم سب خواہش کے پیرو ہو۔ اور ایک ہے جو خواہش کا پیرو نہیں ہے۔

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الاوحی یوحا

میرا محمد تو خواہش سے بولتا بھی نہیں ہے وہ جو بولتا ہے وہ وحی الٰہی ہے۔

وہ جو بولتا ہے وہ وحی الٰہی ہے۔ تو قانون ساز اللہ، قانون پہ عمل کرنے والا محمدؐ۔ قانون پہ عمل کروانے والا محمدؐ۔

یورپ نے نعرہ دیا عجیب نعرہ ہے قیصر کا حق قیصر کو دے دو۔ قیصر بادشاہت کا سمبل (symbol) ہے۔ بادشاہت کی علامت ہے۔

بادشاہ کو بادشاہ کا حق دے دو۔ گرجا کو گرجا کا حق دیدو۔

یعنی دین کو دنیا سے الگ رکھو، دنیا کو دین سے الگ رکھو۔

یورپ کا بڑا مشہور نعرہ ہے۔ کہ جو بادشاہ کا حق ہے اسے دیدو جو گرجا کا حق ہے اسے دے دو اس نعرہ کے پس منظر میں بات کیا ہے؟ ہم نظام عبادت میں پیروی کریں گرجا کی اور ہم نظام معیشت میں پیروی کریں بادشاہ کی۔ بادشاہ وہ جو گرجا میں نہیں۔ گرجا وہ جو بادشاہت کے تخت پہ نہیں۔

یہی نظریہ مسلمانوں میں آ گیا تھا کہ رسول جو دین بتلائے اسے لے لو جو دنیا بتلائے اسے مت لو۔

بھئی رکے رہنا! ابھی تو میں منزل تمہید سے گزر رہا ہوں۔ کہا گیا کہ رسول جو دین کی باتیں بتلائے وہ لے لو۔ رسول اگر عبادت بتلائے لے لو۔ رسول اگر دنیا کی بات

کرے مت لینا۔ رسول کی طرف ایک جملہ بھی مشہور کر دیا۔

رسول کہہ رہے ہیں: تم اپنے دنیا کے امور کو مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ رسول کی طرف یہ حدیث منسوب کی گئی۔ تو کوشش کی گئی میرے محمدؐ کو پارٹ ٹائم رسول بنا دیا جائے۔

اب جانتے ہو راز کیا تھا؟ راز یہ تھا کہ دنیا سے رسولؐ کو الگ کر دو۔ رسول کو فقط دین میں رکھو۔ راز یہ تھا کہ رسول اگر اولاد کے فضائل بیان کرے تو اسے دنیا میں ڈال دو۔ دین میں نہ رہے۔ اس فلسفہ کو پورے اطمینان سے سمجھ لو۔ پھر میں آگے بڑھوں گا۔ لیکن یہ وہ منزل فکر ہے جہاں تمہیں غور کرنا ہوگا۔

یعنی رسول کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ وہ نماز بتلائے، وہ روزہ بتلائے، وہ حج بتلائے، وہ زکوٰۃ کا طریقہ بتلائے یہ عبادت ہے، تو عبادت رسول سے لے لو۔ دنیا کے بارے میں رسول سے کچھ نہیں لینا۔ بیٹی کی فضیلت باپ کی گفتگو ہے، تو اسوں کی فضیلتیں نانا کی گفتگو ہے، ان کا تعلق دین سے نہیں یا تعلق عبادت سے نہیں ہے۔

اب اللہ نے طے کیا کہ حبیب یہ تیری اولاد کی فضیلت سے انکار کرتے ہیں اب تو ایسا کر کہ حسینؑ کو کندھے پر لے لے مسجد میں، خطبہ چھوڑ دے مسجد میں، بیٹی کے لیے کھڑا ہو جا مسجد میں، علیؑ کو دوش پہ بلند کر دے کعبہ میں اور علیؑ کو مولا بنا دے منبر سے۔

عجیب مرحلہ فکر پہ میں تمہیں لے آیا ہوں۔ لیکن مجھ سے ایک جملہ سنتے جاؤ بہت عجیب و غریب طریقے سے آج بات کر رہا ہوں اسے سننا، تم ہو سمتوں کے اسیر، جہتوں کے اسیر، میں ہوں جہتوں کا قیدی۔

اب یہ جہت کے معنی کیا ہیں۔ دیکھو مشرق، مغرب، شمال، جنوب۔ یہ جہتیں ہیں تو ہم ہیں قیدی ان جہتوں کے۔ میں اگر بات کروں گا تو اپنا منہ تمہاری طرف کروں گا۔ تم اگر مجھے سننا چاہو گے تو اپنے چہرے میری طرف رکھو گے۔ میں تمہاری طرف پیٹھ نہیں کروں گا۔ تم میری طرف پیٹھ نہیں کرو گے۔ کیوں؟! اس لیے کہ ہم جہت کے قیدی ہیں

جہت کے قید خانے میں گرفتار ہیں۔لیکن وہ جس نے جہتیں بنائی ہیں۔ وہ جہتوں کا قیدی نہیں ہوسکتا۔اسی لیے قرآن نے آواز دی۔

فاینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ (بقرہ آیت ۱۱۵)

جدھر بھی رخ کروگے اللہ کی توجہ ادھر ہی ملے گی۔تو اللہ ہر طرف ہے لیکن ہم طرف کے محتاج ہیں۔توجہ رہے فکر خدا کو تمہارے سامنے پیش کررہا ہوں آیتوں کی روشنی میں۔ اللہ نے طے کیا کہ میں بندوں کے لیے اپنا ایک گھر بناؤں گا تاکہ ان کے سجدے انتشار اور پراگندگی کا شکار نہ ہوجائیں۔ یہ بات پوری طرح محسوس کروتو میں اسی مقام سے آگے بڑھ جاؤں۔

بہت طویل گفتگو نہیں ہے لیکن جہاں لے آیا ہوں وہاں مجبوری ہے کہ سمت کو میں واضح کروں۔تو انسان جہت کا محتاج ہے۔ خدا جب ہر طرف ہے تو ہم اپنے سجدوں میں پراگندگی کا شکار ہوجاتے، انتشار کا شکار ہوجاتے اس لیے پروردگار نے یہ طے کیا کہ میں ایک گھر بناؤں گا۔ اور تمہارے سارے سجدے ادھر کی طرف ہوں گے۔

طے ہوگئی نا بات! گھر بن گیا۔ اب جو گھر سے قریب ہوجائے اللہ سے قریب ہوجائے؟ نہیں بھئی سنو! میں کہنا کیا چاہ رہا ہوں۔ پورا دین ہے قربۃً الی اللّٰہ۔ٹھیک ہے نا! اس سے تو انکار نہیں ہے۔

پورا دین ہے ”قربۃً الی اللّٰہ“ اللہ کا قرب چاہنا! اللہ کی قربت چاہنا، یہ ہے پورا دین اچھا تو پرابلم یہ ہے کہ ہم اللہ سے قریب کیسے ہوں۔ اللہ نے تین چیزیں دیں کہ ان سے قریب ہوجاؤ مجھ سے قریب ہوجاؤ گے۔

محمدؐ رسول اللہ! اس سے قریب ہوجاؤ مجھ سے قریب ہوجاؤ گے۔

میرا قرآن! اس سے قریب ہوجاؤ مجھ سے قریب ہوجاؤ گے۔

میرا گھر! اس سے قریب ہوجاؤ مجھ سے قریب ہوجاؤ گے۔

تو اسلام میں قربت کے تین ہی طریقے ہیں رسول سے قریب ہوجاؤ۔

اللہ سے قریب ہو جاؤ گے۔ قرآن سے قریب ہو جاؤ گے۔

اللہ سے قریب ہو جاؤ گے، خانہ کعبہ کا حج کرنے چلے جاؤ اللہ سے قریب ہو جاؤ گے۔

اب تمہیں بتلاؤں یہ تین قربتیں ہیں نا! پورا دین ان تین قربتوں پر ہے۔ اپنے آخری سامعین جو بالکل آخر میں کھڑے ہیں ان سے بھی اپیل کر رہا ہوں کہ ذرا سی توجہ دینا۔ اگر قرآن سے قریب ہو گئے اللہ سے قریب ہو گئے۔

اگر محمدؐ رسول اللہ سے قریب ہو گئے اللہ سے قریب ہو گئے۔

اگر کعبہ سے قریب ہو گئے اللہ سے قریب ہو گئے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر جو لوگ میرے نبی کے ساتھ تھے۔ وہ نبی سے قریب تھے یا نہیں؟ خانہ کعبہ میں حج کر رہے تھے کعبہ سے قریب تھے یا نہیں؟ اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے براہ راست نبی سے قرآن لیا قرآن کے قریب ہیں یا نہیں؟

بھئی توجہ رہے! نبی کے ساتھ جو لوگ آخری حج میں تھے وہ محمدؐ سے قریب، کعبہ سے قریب، قرآن سے قریب۔ اب قیامت تک اتنے قریب لوگ دنیا میں کہیں نہیں ملیں گے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ گو تینوں قربتیں ان بزرگوں میں موجود تھیں جو رسول کے ساتھ حج کر رہے تھے۔

لیکن رسول نے آواز دی: یہ قربتیں بیکار ہیں جب تک اسے مولا نہ مانو۔

میں اب تمہیں براہ راست موضوع تک لے آیا۔

یہ ساری قربتیں بیکار ہیں جب تک اسے مولا نہ مانو۔ تو پھر علیؑ کتنا قریب ہوگا؟!

بھئی اگر قریب نہ ہوتا تو اپنے گھر میں پیدا ہونے کی اجازت نہ دیتا۔

اب بات آ گئی تو دو جملے سنتے جاؤ وہ درد جو عورتوں کو عارض ہوتا ہے ولادت کے وقت، فاطمہ بنت اسد کو وہ درد عارض ہوا۔ آئیں خانہ کعبہ کے قریب اور خانہ کعبہ کے غلاف کو تھام کے کہا: اللّھم انی مومنۃ بہ وبما انزلت۔

پروردگار میں ایمان رکھتی ہوں تیری ذات پر اور ایمان رکھتی ہوں ہر اس پر جسے تو نے دنیا میں بھیجا۔

"اللّهم انی مومنة به" پروردگار میں تیرے اوپر ایمان رکھتی ہوں

"وبما انزلت" اور جو کچھ تو نے بھیجا ہے۔ اس پر ایمان رکھتی ہوں۔

بحق ابراهیم الخلیل وبحق هذالذی فی بطنی۔

پروردگار تجھے واسطہ ابراہیمؑ کا تجھے واسطہ اس بچہ کا جو میرے پیٹ میں ہے میری مشکل کو آسان کردے۔ ابراہیمؑ کے ساتھ علیؑ کا نام لیا۔ بتلا دیا علیؑ ابراہیمؑ جیسا ہے۔ ابراہیمؑ علیؑ جیسا ہے۔

تو دعا تمام ہوئی دیوار نے پھٹ کر استقبال کیا۔

اگر تمہارے سامنے کوئی دیوار پھٹ جائے تو تم زلزلہ سمجھ کے بھاگ جاؤ گے۔ یہ علیؑ کی ماں ہے۔ جیسے علیؑ مطمئن ویسے بنت اسد مطمئن ہے۔ دیوار شق ہوئی یہ کسی آدمی نے شق کی تھی؟ دیوار کیا آدمی نے پھاڑی تھی؟ کیا ابو طالبؑ نے دیوار توڑ دی تھی؟

دیوار توڑی ہے اللہ نے اور یہ وہ اللہ ہے جس نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ سے کہا۔ جب خانہ کعبہ بنا چکے ہیں ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کہنے لگا:

طهر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود (سورہ حج آیت ۲۶)

دیکھو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ میرے گھر کو پاک رکھنا، یہاں طواف کرنے والے آئیں گے، یہاں اعتکاف کرنے والے آئیں گے، یہاں سجدے کرنے والے آئیں گے، یہاں رکوع کرنے والے آئیں گے۔

تو حکم یہ ہے کہ گھر کو پاک رکھنا۔ اللہ کہہ رہا ہے گھر کو پاک رکھنا۔ اور وہی اللہ دیوار توڑ رہا ہے کہ فاطمہ بنت اسد آجائے۔

عجیب مرحلہ فکر ہے! اسی مرحلے سے تمہیں آگے لے جانا چاہ رہا ہوں۔ بھئی میں پیدا ہوا پیدائش کے وقت میں نجس تھا۔ تمہاری مثال کیوں دوں، میری ماں نجس تھی جس

مقام پہ میں پیدا ہوا وہ مقام نجس تھا۔ ایسا ہے یا نہیں۔

آدم علیہ السلام کے بعد سے جو نسل انسانی چلی ہے اس نسل انسانی کو آج تک دنیا میں بھیجنے کا جو طریقہ اللہ نے رکھا ہے اس میں ماں نجس ہوتی ہے، بچہ نجس ہوتا ہے۔ تو جہ رہے بچہ نجس ہوتا ہے وہ زمین نجس ہوتی ہے۔

بھئی یہی تو ہے اور اللہ کہہ رہا ہے بنت اسد اندر آ جاؤ۔ اب جھوٹی سے جھوٹی روایت دکھلا دو کہ بنت اسد کے باہر آنے کے بعد خانہ کعبہ کی زمین کو دھویا گیا ہو!

ایسا ہو تو غدیر میں مولا بنے۔ ولادت علیؑ سے غدیر تک آیا ہوں میں اور ایک جملہ ہدیہ کروں گا۔ آیت یاد ہے سب کو یاد ہوگی ہزاروں مرتبہ یہ آیت سنی ہے نا! ''یاایھاالرسول بلغ'' آگے کیا ہے ''ما انزل الیک من ربک۔''

حبیب پہنچا دے جو پہلے تجھ پر نازل ہو چکا ہے اس کے لیے لفظ کیا کا استعمال کیا قرآن نے ''ما انزل الیک'' یہ تینوں لفظ ذہن میں رہیں گے کہ حبیب جو ہم تجھے پہلے ہی بتلا چکے ہیں اور جو بات تجھ پہ پہلے ہی نازل ہو چکی ہے آج اس بات کو لوگوں تک پہنچا دے اس کے لیے پروردگار نے استعمال کیا۔

''بما انزل الیک''۔ اب قرآن کے آغاز کی طرف چلو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم o الم o ذالک الکتاب لاریب فیہ

ھدی للمتقین o الذین یومنون بالغیب

بھئی دیکھو قرآن کو یاد رکھو قرآن کا پڑھنا بھی ثواب ہے۔ قرآن کا سننا بھی ثواب ہے۔ ھدی للمتقین o الذین یومنون بالغیب۔ اور آگے کیا ہے۔

ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنا ھم ینفقون اور اب اس کے آگے کیا ہے۔

والذین یومنون بما انزل الیک۔

متقی وہ ہے جو غیب پہ ایمان لائے، نماز قائم کرے، انصاف کرتا رہے اور ''بما انزل الیک'' پر ایمان لائے اور علیؑ کی مولائیت ہے ''بما انزل الیک۔''

اب جو مولائیت کو نہ مانے وہ اسلام کے دائرے سے باہر چلا جائے۔

یا ایھاالرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔

اے رسولؐ پہنچادے وہ بات جو ہم تجھے پہلے بتلا چکے ہیں۔یہی تو ہے نا!۔

"**وان لم تفعل**" اور اگر تم نے اس پر عمل نہیں کیا۔

"**فما بلغت رسالة**"تم نے رسالت نہیں پہنچائی۔

"**وان لم تفعل فما بلغت رسالته**" اگر تم نے اس پر عمل نہیں کیا،

علیؑ کی مولائیت کا اعلان نہیں کیا تو تم نے رسالت نہیں پہنچائی۔

رسول نے نماز پہنچائی، رسالت ہے۔حج پہنچایا رسالت ہے۔

روزہ پہنچایا۔رسالت ہے۔

زکوٰۃ کا حکم پہنچایا رسالت ہے خمس کا حکم پہنچایا رسالت ہے۔

اور اللہ کہہ رہا ہے اگر علیؑ کی مولائیت کا اعلان نہ کیا تو حج پہنچانا بیکار، نماز پہنچانا بیکار، زکوٰۃ دینا بیکار تو جب رسول کے لیے پہنچانا بیکار ہوجائے گا تو مسلمان کے لیے پانا کیسے کارآمد ہوجائے گا؟

یا ایھاالرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته علیؑ کی مولائیت کو تم نے نہیں پہنچایا تو تم نے رسالت نہیں پہنچائی۔ چلو واپس قرآن کی طرف سورہ آل عمران تیسرا سورۃ قرآن کا آیت کا نشان ۸۱ اور ۸۲۔

واذا اخذاللّٰہ میثاق النبین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جآء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہٖ ولتنصرنہ ط قالءَ اقررتم واخذتم علٰی ذالکم اصریٰ ط قالوا اقررنا ط قال فاشھدوا وانا معکم من الشٰھدینo فمن تولی بعد ذالک فاؤلٰئک ھم الفاسقون

ترجمہ خلاصہ کے طور پہ کر رہا ہوں اور یہ اگر پہنچ گیا ترجمہ تو میری آج کی محنت سوارت ہے۔ اللہ نے سارے نبیوں کو جمع کیا اور جمع کرکے ان سے عہد لیا کہ تم سب

کے بعد آخر میں ایک رسول بھیجوں گا۔ نبیو! تم پہ واجب ہے کہ اس پہ ایمان لاؤ تم پر واجب ہے کہ اس کی مدد کرو۔

سارے نبی بولے: پروردگار ہم اقرار کرتے ہیں تیرے محمدؐ پہ ایمان لائیں گے۔

"قال فاشھدوا" اللہ کہنے لگا گواہ رہنا۔

وانا معکم من الشھٰدین۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہی دینے والوں میں شامل ہوں۔ تو آدمؑ نے اقرار کیا۔ کہ میں محمدؐ پہ ایمان رکھتا ہوں۔

نوحؑ نے اقرار کیا میں محمدؐ پہ ایمان رکھتا ہوں۔

ابراہیمؑ نے اقرار کیا کہ میں محمدؐ پہ ایمان رکھتا ہوں۔

موسیٰؑ عیسیٰؑ نے اقرار کیا کہ میں محمدؐ پہ ایمان رکھتا ہوں۔ اب بات کیا ہے سنو گے؟

فمن تولٰی بعد ذالک فاؤلٰئک ھم الفاسقون۔

نبیو! اگر ایمان لانے کے بعد تم نے منہ پھیر لیا۔ تو تمہاری رسالتیں بیکار۔

بڑا پڑھا لکھا مجمع ہے اس لیے اس کے سامنے ایک سوال پیش کروں گا۔

آدمؑ! میرے محمدؐ پر ایمان لاؤ اگر نہیں لائے تو تمہاری رسالت بے کار نبوت بے کار۔

نوحؑ! میرے محمدؐ پر ایمان لاؤ اگر نہیں لائے تو تمہاری نبوت بے کار اللہ کہہ رہا ہے میں نے نہیں کہا۔ فمن تولٰی بعد ذالک فاؤلٰئک ھم الفاسقون۔

ابراہیمؑ! موسیٰؑ! عیسیٰؑ! میرے محمدؐ پر ایمان لاؤ اگر نہیں لائے تو رسالتیں بے کار۔ بھئی رکے رہنا! محمد اتنا بڑا ہے کہ اگر نبی اس پر ایمان نہ لائیں تو ان کی نبوتیں بیکار ہو جائیں۔ اللہ نے اس محمدؐ سے کہا اگر مولائیت کا اعلان نہ کیا تو تیری رسالت بیکار ہو جائے گی۔

فکر کا عجیب مرحلہ ہے کہ جہاں سننے والوں کو لے کے آ گیا ہوں۔ پھر واپس چلو۔

آیت کی طرف

یا ایھاالرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ط وان لّم تفعل فما بلغت رسالته ط واللّٰہ یعصمکَ من الناس۔ (سورۂ مائدہ آیت ۶۷)

مالک کہہ رہا ہے کہ حبیب علیؑ کی مولائیت کا اعلان کردے اور اللہ تجھے لوگون کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

اچھا وہ پاکیزہ مجمع جس کی میں ابھی تعریف کررہا تھا۔ ان میں مشرکین تو نہیں ہیں نا! پاکیزہ مجمع ہے۔ اور اللہ کہتا ہے حبیب علیؑ کی مولایت کا اعلان کردو میں تمہیں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھوں گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ علیؑ کی مولائیت کے اعلان کے بعد شر ہونے والا ہے۔

اشارہ ہے نا بھئی میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ رہا ہوں اشارہ ہے نا آیت میں کہ علیؑ کو مولائیت کے اعلان پر کوئی شر ہوگا۔ اللہ نے وعدہ کیا کہ حبیب مت گھبرا۔ تو علیؑ کی مولائیت کا اعلان کردے اگر شر ہوا تو میں بچاؤں گا۔ اگر علیؑ ولی اللہ پر شر ہوا۔ تو تجھے بچاؤں گا حبیب مت گھبرا۔

دیکھو شر تو لاالہٰ اللّٰہ پہ بھی ہوا۔ لیکن اللہ نے یہ نہیں کہا کہ حبیب کہہ دے۔

لاالہ الا اللّٰہ: میں تجھے بچالوں گا۔ شر تو محمدؐ رسول اللہ پہ بھی ہوا لیکن اللہ نے یہ نہیں کہا حبیب کہہ دے محمدؐ رسول اللہ اگر کسی نے شر کیا تو میں تجھے بچالوں گا۔ لیکن علیؑ ولی اللہ پہ اگر شر ہوا تو میں بچالوں گا۔

تو مالک لاالہ الا اللہ پر کیوں نہیں بچایا۔ محمدؐ رسول اللہ پہ کیوں نہیں بچایا۔ تو اب مالک کا جواب سنو۔ کہ جب شر ہوا توحید پر اور رسالت پر تو بچانے والا علیؑ تھا۔ جب امامت پہ شر ہوگا۔ بچانے والا میں ہوں۔ بڑے نازک مرحلے فکر پہ تمہیں لے آیا ہوں۔

یا ایھالرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ط وان لم تفعل فما بلغت رسالته۔ حبیب وہ پہنچا دو جو نازل ہو چکا ہے۔

"من ربک"۔ تیرے رب کی طرف سے۔ آیت میں خود موجود ہے نا کہ تیرے رب کی طرف سے کوئی چیز نازل ہو چکی ہے۔ اعلان ولایت علیؑ کے بعد حارث ابن نعمان فہری اٹھ کے کھڑا ہو گیا کہ

یا رسول اللہ: یہ جو آپ نے علیؑ کو مولا بنا دیا تو اپنی مرضی سے یا اللہ کی مرضی سے؟

آپ نے کہا: نماز پڑھو ہم نے پڑھی۔

آپ نے کہا: روزہ رکھو ہم نے روزہ رکھا۔

آپ نے کہا: جہاد پہ چلو ہم آپ کے ساتھ جہاد پہ گئے۔

اب جو علیؑ کو مولا بنایا تو اپنی مرضی سے یا اللہ کی مرضی سے؟ رسول نے آواز دی کہ میں نے زندگی میں کوئی کام اپنی خواہش سے نہیں کیا۔

حارث کا سوال کیا ہے؟ آپ نے مولا بنایا ہے اپنی مرضی سے یا اللہ کی مرضی سے یہی تھا نا سوال! آیت کیا ہے؟ **یا ایھاالرسول بلغ ما انزل الیک من ربک** جو تمہارے رب کی طرف سے پیغام آ چکا ہے اسے پہنچا دو۔ تو آیت تو خود کہہ رہی تھی کہ مولائیت اللہ کی طرف سے آئی ہے تو جب زمانہ رسول میں قرآن فہمی کا یہ عالم ہے تو بعد رسول یہ کتاب کیسے کافی بن جائے گی؟

کہا: منبر بناؤ، جب منبر بنا تو منبر کے اوپر تشریف لے گئے۔ ساڑھے پانچ گھنٹے کا خطبہ دیا میرے رسول نے۔

نبی بیان کر رہا ہے صحابہ کرام سن رہے ہیں۔ ساڑھے پانچ گھنٹے کے بعد خطبہ میں ایک گھنٹہ میرے نبی نے فضائل علیؑ بیان کیے۔ تو آج جو فضائل علیؑ کا انکار کرے وہ سنت رسول کا بھی منکر ہے سیرت صحابہ کا بھی منکر ہے۔

حارث ابن نعمان فہری کھڑا ہوا: یا رسول اللہ آپ نے کہا: نماز پڑھو ہم نے پڑھی۔ آپ نے کہا: روزہ رکھو ہم نے روزہ رکھا۔ آپ نے کہا: حج کرو ہم نے آپ کے

ساتھ حج کیا۔ آپ نے کہا: جہاد پہ چلو ہم آپ کے ساتھ جہاد میں گئے۔ یا رسول اللہ جو آپ کہتے گئے وہ ہم مانتے گئے۔

آپ نے کہا: کہو لا الہ الااللہ۔ ہم نے کہا: لاالہ الااللہ۔

آپ نے کہا: محمدؐ رسول اللہ ہم نے کہا: محمدؐ رسول اللہ۔ اب آپ جو کہہ رہے ہیں کہ علیؑ ولی اللہ کہو تو اپنی مرضی سے یا اللہ کی مرضی سے؟

کہا: میں نے اپنی زندگی میں کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کیا۔

حارث نے سن لیا نا کہ یہ علیؑ کی مولائیت اللہ کی مرضی ہے چلا اور یہ کہتا ہوا چلا کہ پروردگار اگر رسول نے تیری مرضی سے علیؑ کو مولا بنایا ہے تو تو مجھ پہ عذاب نازل کردے۔

جانتے بوجھتے ہوئے کہ علیؑ اللہ کا بنایا ہوا مولا ہے پھر عذاب مانگ رہا ہے۔ تو تم ایسے لوگوں کو کب تک سمجھاؤ گے۔ عذاب آیا۔ میں نے کبھی کہا تھا اس منبر سے کہ عذاب میں کیا آیا۔

تلوار چمکتی ہوئی آتی حارث کی گردن کاٹ دیتی۔ ایسا تو نہیں ہوا۔

زمین پھٹتی اس میں دھنس جاتا وہ۔ ایسا بھی نہیں ہوا۔

اچھا تو کیا کوئی جلتی ہوئی آگ آئی اس نے حارث کو جلا دیا۔ ایسا بھی نہیں ہوا۔

ہوا یہ کہ ایک پتھر گرا۔ اور سر کو توڑتا ہوا نکل گیا۔ مالک یہ پتھر کا عذاب کیوں؟

کہا: بھول گئے جو کعبے کے دشمن کا عذاب تھا وہی مولود کعبہ کے دشمن کے لئے بھی آئے گا۔ عذاب آ گیا یا نہیں؟

بس اب روک رہا ہوں اپنی تقریر کو۔ خدا کی قسم اور میرا یہ جملہ رائگاں نہ جانے پائے۔ عذاب الٰہی سمجھ میں آ گیا۔ عذاب آیا کس طرح آیا علیؑ ولی اللہ کے منکر پر؟ تو بھئی ضروری ہے کہ اگر کوئی عذاب مانگے اللہ دنیا ہی والا دیدے؟ بھئی قیامت میں دیکھ لینا۔ تو ضروری ہے کہ دنیا میں عذاب آئے؟

مالک! بہت سے منکر تھے لا الہ الا اللّٰہ کے۔ انھیں تو، تُو نے دنیا میں عذاب نہیں دیا، لا الہ الا اللّٰہ کے منکر آج بھی بہت ہیں۔ محمدؐ الرسول اللہ کے منکر وہ بھی بہت ہیں۔ یعنی یا رسول اللہ کہنے کو بھی پسند نہیں کرتے۔ تو انہیں دنیا میں عذاب کیوں نہیں دیا؟ ''منکرین'' لا الہ الا اللّٰہ کو عذاب دے دیتا۔ ''منکرین'' محمدؐ الرسول اللہ کو عذاب دے دیتا۔

یا علیؑ ولی اللہ کے منکروں کو عذاب کیوں دیا؟ بات یہ ہے کہ توحید و رسالت کے منکروں کو میں قیامت میں دیکھوں گا۔ لیکن علیؑ کے منکروں کو دنیا میں بھی عذاب دوں گا آخرت میں بھی عذاب دوں گا۔

یہی تو ہے۔ بھئی یہی تو علیؑ کا مقام ہے۔ علیؑ کا مقام سمجھ میں آ گیا۔ تو اب مجھے جانے دو مصائب کی طرف کربلا کے میدان میں جب اصغر کے علاوہ کوئی نہ رہا تو حسینؑ خیمے میں گئے، رسول کا عمامہ پہنا، رسول کی عبا دوش پہ ڈالی، رسول کی تلوار اپنی بغل میں حمائل کی، رسول کے ناقے عضبا پہ سوار ہوئے،

میدان جنگ میں آئے، خطبہ دیا۔ حمد کی اللہ کی، ثناء کی اللہ کی۔

رسول پہ درود وسلام بھیجا۔ اور اس کے بعد حسینؑ نے یہ آواز دی۔

بما تقتلونی۔ تم میرے قتل پر آمادہ کیوں ہو۔

ام علی شریعةٍ غیرّ تھا۔ کیا میں نے شریعت میں کوئی تبدیلی کر دی ہے کیا میں نے اللہ کی شریعت بدل دی۔ کہا: نہیں حسینؑ تم نے ایسا نہیں کیا۔

پھر دوسرا سوال کیا۔ ام علی سنةٍ بدلتھا۔ کیا میں نے رسول کی سنت بدلی ہے

ساری فوج پکاری کہا: نہیں حسینؑ تم نے ایسا نہیں کیا۔

پھر تیسرا سوال کیا ام علی دماءٍ سبغتھا۔ کیا میں نے خون ناحق بہایا ہے۔

ساری فوج پکاری کہ حسینؑ تم نے خون ناحق نہیں بہایا۔

حسینؑ نے دشمنوں سے گواہی لے لی کہ اللہ کی شریعت میرے پاس، محمدؐ کی سنت

میرے پاس، امن کا نعرہ میرے پاس ہے کسی اور کے پاس نہیں۔

جب پوری فوج سے آواز آ گئی کہ نہیں حسینؑ تم نے اللہ کی شریعت نہیں بدلی، تم نے رسول کی سنت نہیں بدلی، تم نے کوئی خون ناحق نہیں بہایا۔

تو پوچھا: بما تقتلو نی۔

تم میرے قتل پر آمادہ کیوں ہو۔

پسر سعد گھوڑے کی رکابوں پہ زور دے کے بلند ہوا اور کہنے لگا۔

یا حسینؑ بغضاً لابوک تمہارے باپ کے فضائل کا بدلہ ہم تم سے لے رہے ہیں،

کربلا انتقام فضائل علیؑ ہے جب کوئی نہ رہا اصغر کے علاوہ تو ایک مرتبہ میرا مولا خیمہ سے باہر آیا اور آواز دی۔

ھل من نا صرٍ ینصرنا۔ ہے کوئی ہماری مدد کرنے والا۔

ھل من مغیث یغیثنا۔ ہے کوئی ہمارے استغاثہ پر لبیک کہنے والا۔

ھل من ذابٍ یزب عن حرم رسول اللہ۔ کوئی ہے حرمِ رسول سے دفع کرنے والا۔

حسینؑ نے کربلا کے میدان میں پانچ مرتبہ استغاثہ کی صدا بلند کی ہے۔

ہے کوئی ایسا جو حرم رسول کی حفاظت کرے۔ سن رہے ہو حسینؑ کے جملوں کو ایک مرتبہ ساتھیوں کی لاشوں کی طرف دیکھا۔

کہنے لگے: یاابطال الصفاء ویا فرسان الھیجامالی انادیکم فلا تجیبو نی۔

اے میرے دوستو! کل تو میری آواز پہ دوڑ کے آتے تھے اب کیا ہو گیا کہ حسینؑ مدد کے لیے پکار رہا ہے تم جواب نہیں دے رہے ہو۔ اپنے شہید ساتھیوں سے خطاب کیا پھر میدان میں آئے اور آنے کے بعد آواز دی:

ھل من مغیث یغیثنا۔ ہے کوئی ہمارے استغاثہ پہ لبیک کہنے والا۔

جیسے ہی حسینؑ کی آواز بلند ہوئی دو خیموں سے رونے کا غل اٹھا۔ اب حسینؑ نے

جب مڑ کے دیکھا تو دیکھا کہ سید سجاد بیمار امام ٹوٹا ہوا نیزہ ہاتھ میں لیے ہوئے لڑکھڑاتا ہوا میدان کی طرف جا رہا ہے۔

حسینؑ نے زینبؑ سے کہا: ''خُذِیہِ'' بہن سجاد کو تھامو۔

شہزادی زینبؑ آئیں سجاد کا ہاتھ تھاما کہا: بیٹے تم میدان میں نہ جاؤ۔ رو کے کہنے لگے پھوپھی اماں۔ بابا کا مظلومانہ نعرہ برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ میرا بابا اس مظلومیت سے نعرہ لگا رہا تھا کہ مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔ حسینؑ دوڑتے ہوئے آئے سید سجاد کو گود میں اٹھایا۔ کہا: تو میرے بعد امامت کا وارث ہے۔ یہ کہہ کر سجاد کو خیمہ میں پہنچایا اور اب حسینؑ چلے اس دوسرے خیمہ کی طرف جس سے رونے کی آواز بلند تھی۔

دروازے پہ آئے کہا: رباب کیا بات ہے۔

کہا: مولا جیسے ہی آپ نے آواز دی ھل من ناصرٍ ینصرنا بچے نے اپنے آپ کو جھولے سے گرادیا۔

تم نے گریہ کیا، مجلس تمام ہوگئی بچہ جھولے سے گر گیا۔ نہیں۔ بچے نے اپنے آپ کو جھولے سے گرادیا۔

کہا: لاؤ میرے اصغر کو دیدو شاید میں تھوڑا سا پانی پلا کے لے آؤں۔

کہا: والی اتنی اجازت ہے کہ میں اصغر کو نئے کپڑے پہنا دوں۔ یہ جملہ کیا ہے؟

یہ رباب نے کہا کیوں؟ رباب صبح سے دو پہر تک دیکھتی آئی کہ

جب عون محمدؑ گئے زینبؑ نے کپڑے پہنائے۔

جب اکبر گیا زینبؑ نے کپڑے پہنائے۔

جب عباسؑ کے بھائی گئے۔ اہل حرم نے کپڑے پہنائے۔

تو جان رہی تھی ماں کہ اب بچہ زندہ واپس نہیں آئے گا۔ کپڑے تبدیل کیے۔

رباب نے حسینؑ کی گود میں بچے کو دیا۔ حسینؑ نے بچہ کو لیا، عبا کا سایہ کیا۔

رو چکے! رو چکے میں بات کو یہاں روک دیتا۔ لیکن میری مجبوری جانتے ہو آج

محرم کی نویں تاریخ ہے یہ علم گواہ ہیں، یہ جھولے گواہ ہیں۔

یہ تعزیے گواہ ہیں ، ذوالجناح گواہ ہیں کہ آج ہم اس مظلوم کا ماتم کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں جو کربلا کے میدان میں کہہ رہا تھا کہ ہے کوئی میری مدد کرنے والا۔ عبا کا سایہ کیا اصغر پر فوج یزید یہ سمجھی کہ حسینؑ مصالحت کے لیے قرآن لا رہے ہیں۔

حسینؑ میدان میں آئے آنے کے بعد عبا کا دامن الٹا۔ اور کہا اس بچہ کی ماں تین دن سے بھوکی پیاسی ہے اس بچے کو تین دن سے دودھ نہیں ملا۔ اگر تم میں کوئی حریت پسند ہو (جملہ یہی ہے حسینؑ کا) تو آئے میرے بچے کو پانی پلادے کوئی نہ آیا۔ کوئی نہ آیا۔

ایک مرتبہ بچے کو دیکھا کہا: اصغر ان لوگوں کو میری بات پر اعتبار نہیں ہے تو اپنی پیاس کا اعلان کردے۔ ایک مرتبہ بچہ مڑا فوج یزید کی طرف اپنی چھوٹی سی زبان نکالی۔ یہ وہ وقت تھا جب فوج یزید کے سپاہی پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ پسر سعد گھبرا گیا۔ حرملہ سے کہا: اقطع کلام الحسینؑ حسینؑ کی بات کو کاٹ دے۔

اب جو تیر چلا تو بچہ باپ کے ہاتھوں میں منقلب ہوگیا۔

حسینؑ نے پھر عبا کا سایہ کیا۔ چلے خیمے کی طرف اب تمہارے ذہن میں یہ بات محفوظ ہے نا کہ حسینؑ باپ بھی ہے، حسینؑ رباب کا شوہر بھی ہے، حسینؑ کائنات کا امام بھی ہے۔ امامت کہہ رہی ہے کہ لاشہ لے جاؤ۔ باپ کی محبت کہہ رہی ہے کہ ماں برداشت نہ کرسکے گی۔ ماں کے پاس نہ لے جاؤ۔

یہی وہ مرحلہ تھا جب حسینؑ اصغر کا لاشہ لے کر سات مرتبہ آگے بڑھے سات مرتبہ پیچھے ہٹے۔

رضا بقضائه وتسليماً لامره انالله وانا اليه راجعون۔

حسینؑ کہتے جاتے ہیں آگے آتے ہیں پیچھے ہٹتے ہیں۔

ایک مرتبہ حسینؑ نے دل کو مضبوط کیا آئے رباب کے دروازے پر، آواز دی: رباب کہاں ہو۔ ماں خیمے کے دروازے پہ آ گئی۔

کہا: رباب میں کون ہوں؟

کہا: آپ زمانے کے امام ہیں۔ میرے شوہر ہیں۔

کہا: اگر کچھ کہوں گا تو مانوں گی۔

کہا: والی مانوں گی۔ ایک مرتبہ عبا کا سایہ ہٹا دیا۔ کہا رباب تیرے بچے کو پانی تو نہ پلا سکا۔ البتہ تیر کا نشان بنا کے لایا ہوں۔

عزادارو! دو جملے سن لو۔ میں تمہارے جوش کو بھی جانتا ہوں۔ تمہارے جذبے کو بھی جانتا ہوں۔ تم بے چین ہو رہے ہو ماتم کرنے کے لیے۔

پھر ایک مرتبہ عبا کا دامن ڈال دیا۔

بہت پیاسی ہے سکینہؑ۔ جب اس نے سنا چھوٹا بھائی آیا دوڑتی ہوئی حسینؑ کے پاس آئی: بابا میں سمجھ گئی اصغر آپ کو پیارا ہے میں پیاری نہیں ہوں۔

کہا: بیٹی کیا ہوا۔

کہا: بابا اصغر کو پانی پلا لائے میرے لیے پانی کا بندوبست نہیں کیا۔

ایک مرتبہ حسینؑ جھکے عبا کا دامن ہٹایا۔

اور کہا: سکینہؑ تیرا بھائی پانی پی کے نہیں آیا۔ تیر کھا کے آیا ہے۔

مجلس چہلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝
لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡہَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ ۙ وَ السَّآئِلِیۡنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ وَ الۡمُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِہِمۡ اِذَا عٰہَدُوۡا ۚ وَ الصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾

سورہ بقرہ کی ۱۷۷ ویں آیت کے ذیل میں ہم نے محرم کے عشرہ اولیٰ میں نو تقریریں آپ کی سماعت کے لیے ہدیہ کیں۔ اور آج اسی آیہ مبارکہ کے ذیل میں دسویں تقریر کا آغاز ہو رہا ہے۔ اس آیت میں خداوندِ عالم نے پوری انسانیت کو نیکی کے فلسفے کی طرف متوجہ کیا۔

لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب۔

نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کو مشرق یا مغرب کی جانب جھکا دو۔

ولکن البر من آمن باللّٰہ والیوم الاخر

بلکہ نیکی یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور روز قیامت پر

والملئکة والکتب والنبین

اور ایمان لاؤ اس کے ملائکہ پر اس کی کتابوں پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبیوں پر۔
اور صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں ہے اور مال دو اللہ کی محبت میں قریبی رشتہ داروں کو، یتیموں کو، مسافروں کو، مانگنے والوں کو اور غلاموں کو آزاد کرنے میں۔

واقام الصلوٰة واٰتی الزکوٰة

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور یہ بھی کافی نہیں ہے۔
والموفون بعهدهم اذا عٰهدوا اس عہد کو پورا کرو جو تم نے اپنے رب سے کیا تھا۔
والصٰبرین فی الباساء والضراء وحین الباس اور صبر کرو بیماریوں میں مصیبتوں میں اور جنگوں میں اور جو اس پورے چارٹ پر عمل کرے۔

اولئک الذین صدقوا سچا وہی ہے

واولئک هم المتقون اور صاحب تقویٰ بھی وہی ہے۔

دیکھو قرآن نے نیکی کے فلسفے پر گفتگو کی۔ اتفاق یہ ہے کہ تم جس زمانے میں زندگی گزار رہے ہو نیکی کا زمانہ نہیں ہے بدی کا زمانہ ہے۔ بہت عجیب وغریب بات ہے جو اپنے سننے والوں کو ہدیہ کرنا چاہ رہا ہوں۔ تم بدی کے زمانے میں سانس لے رہے ہو۔
یہ زمانہ قانون ارتقا کا زمانہ ہے۔ جو لوگ سائنس سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ قانون ارتقاء میں کمیت کو دیکھا جاتا ہے، کیفیت کو نہیں دیکھا جاتا۔ یعنی دیکھا جاتا ہے کہ دولت کتنی ہے، یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کیسی ہے، یہ بگڑی ہوئی دنیا، یہ بگڑا ہوا معاشرہ یہ قانونِ ارتقاء کو تسلیم کرنے والا معاشرہ کمیت کو دیکھتا ہے کیفیت کو نہیں دیکھتا۔
دیکھتا ہے کہ اقتدار کتنا ہے۔ یہ نہیں دیکھتا کہ کیا ہے۔ یہ تنازع للبقا کا دور ہے۔ کہ ہر جاندار اپنے وجود کو باقی رکھنے کے لیے دوسرے سے لڑ جاتا ہے تو جہاں وجود کی بقاء

کے لیے جنگ کو جائز قرار دو گے وہاں قتل نہیں ہوگا تو کیا ہوگا؟

تم سفاک معاشرہ میں سانس لے رہے ہو۔ تم قاتل معاشرہ میں سانس لے رہے ہو۔ تم خون پینے والے معاشرہ میں سانس لے رہے ہو۔

ایک جملہ کہنے دو۔ کہ اب جمہوریت کی راہیں کھلتی جارہی ہیں تو مستقبل کے صاحبان اقتدار کو یہ نصیحت کرتا جاؤں کہ عدل سے کام کرنا ورنہ انسانیت کی تاریخ کسی مجرم کو کبھی معاف نہیں کرتی۔ جہاں نیکیوں میں اور بدیوں میں کوئی تمیز نہیں رہ گئی وہاں قرآن تمہیں نیکی کا فلسفہ بتلا رہا ہے۔

نبیؐ کا قول یاد ہے کہ میری امت پر ایک ایسا وقت آئے گا جب کوئی نیکی کی تلقین نہیں کرے گا اور کوئی برائی سے روکے گا نہیں۔

گھبرا کے صحابہ کرام نے کہا: یارسولؐ اللہ کیا ایسا زمانہ آئے گا؟

رسول اللہؐ نے فرمایا: ہاں اور ایک دور ایسا بھی آئے گا جب اچھائی برائی بن جائے گی اور برائی نیکی بن جائے گی۔ کیا فتویٰ ہے اس دور سے متعلق جب رشوت کو ہدیہ سمجھا جاتا ہے اور رشوت لینے کو سیاسی ضرورت سمجھا جاتا ہے اقتصادی ضرورت سمجھا جاتا ہے۔ جب جھوٹ کو سیاسی مصلحت سمجھا جاتا ہے اور جب ریفرنڈم کو اتحاد کہا جانے لگا۔

یہ طنز نہیں ہے نصیحت ہے۔

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات

اور اب ایک جملہ۔ دیکھو میں اپنے ۳۵ سالہ مطالعہ کی بنیاد پر کہہ رہا ہوں کہ اب جو حالات ہیں گلوبل یہ ایسے ہی رہیں گے۔ کمی بیشی ہوگی لیکن بنیادی حالات بدلیں گے نہیں۔ جب تک امامؑ کا ظہور نہ ہوجائے۔

بہت دنوں تک اس جملے پر غور کرتے رہنا کہ میں نے کیا کہا۔

تو اس طویل آیت میں بتایا گیا کہ نیکی کیا ہے۔ جن کا ماننا نیکی ہے وہ ایمان ہے۔ جن کا کرنا نیکی ہے وہ شریعت ہے پوری ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ اس آیت میں نیکی

بیان کی گئی ہے لیکن پورے حلال و حرام اس آیت میں نہیں ہیں۔ اب میں دین اسلام کی فقہ کا ایک ورق کھولنا چاہ رہا ہوں۔

قرآن میں ۵۱۴ احکام ہیں اور تمہاری فقہ کی کتابوں میں تیرہ لاکھ سے زیادہ احکام ہیں تو یہ آئے کہاں سے؟ تو زبان معصوم نے کہا:

کل شئي لک حلال حتي تعلموا ان الحرام

تمہارے لیے ہر شے حلال ہے جب تک اس کے حرام ہونے کا علم نہ ہو جائے۔

دیکھو شریعت نے کیا سہولت تمہیں مہیا کی ہے۔ ہر شے تمہارے لیے حلال ہے جب تک اس کے حرام ہونے کا تمہیں علم نہ ہو جائے، تمہیں یقین نہ ہو جائے۔

کل شئي طاهره حتي تعلموا انه نجسً۔ ہر شے تمہارے لیے پاک ہے جب تک اس کے نجس ہونے کا علم نہ ہو جائے۔ اس لیے کہ ہمیں باطن نہیں معلوم، ہم ظاہری شریعت کے پابند ہیں۔

ان دونوں جملوں کو جو میں فقہ اسلامی سے مستعار لے کر تمہیں ہدیہ کر رہا ہوں انہیں یاد رکھنا۔ ہر شے حلال ہے جب تک اس کے حرام ہونے کا یقین نہ ہو جائے اور ہر چیز پاک ہے جب تک اس کے نجس ہونے کا علم نہ ہو جائے۔ اس اصول کا نام ہے قانون راحت اور ایک دوسرا قانون سنو جس کا نام ہے قانون التساب۔

مولانا فیروز الدین رحمانی تشریف لے آئے ہیں اور چونکہ میں آپ کے کام کی بات کہنے جا رہا ہوں اور آپ کے اصول فقہ میں بھی یہی ہے۔ ہم تو اتحادِ بین المسلمین کے حامی ہیں اور ہم تو ہر مسلک کی کتاب پڑھتے ہیں۔ منع نہیں کرتے کہ فلاں کی پڑھو فلاں کی نہ پڑھو تو قانونِ التساب لفظ بہت مشکل ہے لیکن مطلب آسان ہے۔

لا تنقضو یقیناً بالشک الا بیقین آخر۔

مثال سے سمجھو اور اگر مثال سے سمجھ لیا تو میری محنت سوارت ہو جائے گی۔ یقین شک سے نہیں ٹوٹے گا۔ یقین یقین ہی سے ٹوٹے گا۔

تمہیں کسی بات کا یقین ہے تو وہ یقین کسی شک سے نہیں ٹوٹے گا اب مثال سن لو۔کل ایک شخص مسلمان تھا تمہیں یقین تھا۔ آج شک کرر ہے ہو کہ وہ مسلمان رہا یا نہیں رہا۔ تو اس کا اسلام نہیں ٹوٹے گا وہ مسلمان ہی رہے گا۔ اور تم نے دس سال پہلے ایک کافر کو دیکھا تمہیں یقین ہے کہ وہ کافر ہے۔ آج شک کرر ہے ہو کہ کہیں مسلمان تو نہیں ہوگیا، تو وہ کافر ہی رہے گا۔ تو اگر کافر ہونے کا یقین تھا تو جب تک دلیل نہ آجائے وہ کافر ہی رہے گا اور اگر پہلے وہ مسلمان تھا اور اس کا یقین تھا تو وہ اب بھی مسلمان ہی رہے گا جب تک کہ دلیل نہ آجائے۔

زمانہ رسول میں ہم نے کچھ چہرے ایسے دیکھے جو بتوں کے آگے جھک رہے تھے تو ہمیں یقین تھا کہ وہ بت پرست ہیں، اب ان کے ایمان کی دلیل تم لاؤ ہم نہیں لائیں گے۔

اب چیلنج کرر ہا ہوں ساری تاریخ اسلام دیکھ لو ساری تاریخ مکہ دیکھ لو۔ ابو طالبؑ کو کبھی بتوں کے آگے جھکتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

دیکھو پہلے بتلایا کہ کن چیزوں پر ایمان لانا ہے۔ پھر ''واتی المال علیٰ حبہ۔'' اسلام کا مالیاتی نظام، خمس وزکوٰۃ کا نظام۔ مال دو اس کی محبت میں۔

''علی حبہ'' قرآن مجید میں صرف دو مقام پر آیا ہے یا سورۂ بقرہ کی ۱۷۷دیں آیت میں آیا ہے یا سورۂ ھل اتیٰ میں آیا ہے۔

''ویطعمون الطعام علی حبہ۔'' وہ اللہ کی محبت میں مسکینوں کو یتیموں کو اور اسیروں کو کھانا کھلاتے ہیں۔یا یہاں کہا: غریبوں کو مال دو ''علیٰ حبہ'' ۔ اس کی محبت میں یہ ٹیکس نہیں زکوٰۃ ہے۔

ٹیکس اور زکوٰۃ میں فرق کیا ہے؟ ٹیکس کی چوری بھی ہوتی ہے، احتساب بھی ہوتا ہے، پکڑے بھی جاتے ہیں۔ یہ سیاست کا طریقہ ہے کہ اپنے والے پکڑے نہ جائیں مخالفین پکڑے جائیں۔

اتی المال علیٰ حبہ۔ ٹیکس میں چوری ہوتی ہے خمس وزکوٰۃ میں چوری

نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ خمس وزکوۃ دے رہے ہو اس کی محبت میں تو کیسی چوری؟

علیٰ حبہ۔ پورا دین ان دولفظوں میں ہے۔ جو کام کرو اس کی محبت میں کرو۔ میں نے آج سے برسوں پہلے ایک جملہ کہا تھا۔ اس کی محبت میں کام کرو۔ اب اسے ذرا بدل دو۔ اس کی قربت کے لیے کام کرو۔ قربتاً الیٰ اللّٰہ۔ اللہ سے قریب ہونا چاہ رہے ہو تم۔

یہ میرے دوست جتنے مجھ سے قریب ہیں اتنا ہی میں ان سے قریب ہوں۔ اب یہ تو نہیں ہے کہ یہ مجھ سے ایک گز کے فاصلے پر ہیں اور میں ان سے ڈیڑھ گز کے فاصلے پر ہوں۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ کاغذوں سے اپنے بدنوں کو ہوا پہنچا رہے ہیں۔ گرمی ہے نا! تو گرمیاں آتی رہیں گی، سردیاں آتی رہیں گی لیکن ع

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللّٰہ

مجھے بھی گرمی کا احساس ہے تو میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ لیکن یہ جملہ سنتے جاؤ۔ جتنا میں تم سے دور ہوں اتنے ہی تم مجھ سے دور ہو۔ لفظ بدل دوں۔ جتنا میں تم سے قریب ہوں اتنے ہی تم مجھ سے قریب ہو۔ قربت کا فاصلہ ایک رہے گا۔

لیکن عجیب بات ہے اللہ کو، اپنے کو مثال میں رکھ لو۔ اللہ تم سے رگ گردن سے زیادہ قریب اور تمہاری زندگی گزر رہی ہے قربتاً الی اللّٰہ کہتے ہوئے۔ دونوں طرف سے فاصلے برابر نہیں ہیں۔ تم دور ہو وہ قریب ہے۔ یہ جملہ خود دلیل ہے کہ یہ قربت مادی نہیں ہے معنوی ہے۔

اب ذرا سورۂ حمد کی تعلیم دیکھو۔ آدھا سورہ وہ۔ وہ۔ وہ۔ اور آدھا سورہ ”تو“۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو رحمان بھی ہے رحیم بھی ہے۔ الحمد للّٰہ رب العالمین۔ اس اللہ کے لیے ساری تعریفیں مخصوص ہیں اس کے لیے جو عالمین کا رب ہے۔ وہ رحمان بھی ہے رحیم بھی ہے وہ

مالک یوم الدین ہے۔

آدھا سورہ وہ اور اب ایاک نعبدو وایاک نستعین۔ مالک تیری عبادت کرتے ہیں، مالک مدد تجھ سے طلب کرتے ہیں۔ مالک ہدایت والوں کا راستہ دکھلا دے۔تو آدھا سورہ تو۔ اس کی ضرورت کیا تھی؟ ..... یہ بتلانے کے لیے کہ تم خود کو خدا کے قریب محسوس کرسکو۔

دیکھو پہلے وہ۔ وہ۔ وہ اور پھر مالک عبادت تیری، مالک مدد تجھ سے،

مالک "صراطِ مستقیم" دکھلا دے نعمت والوں کا راستہ دکھلا دے۔تو اس لیے کہ خطاب میں قربت کا تاثر بڑھ جاتا ہے۔ جب میں بات کروں گا آپ سے تو قربت کا تاثر ہوگا۔ تو پورے خطاب میں قربت کا تاثر کیوں نہیں؟ پہلے وہ، وہ۔ وہ۔تو بتلایا کہ پہلے اپنے دل و دماغ کو اس کے جاہ وجلال پر آمادہ کرو۔

مالک قربت کا احساس تو ہوگیا لیکن یہ تو آدھی ملاقات ہے۔کہا کہ ہمارے گھر کی طرف رخ کر کے سجدہ کرو تا کہ ہم سے اور قریب آجاؤ،تو مالک تجھے سجدہ بھی کرتے ہیں اور ہمیں قربت کا احساس بھی ہوتا ہے لیکن کراچی سے مکہ کا فاصلہ ساڑھے چار ہزار کلومیٹر ہے، کہا: اچھا اور قربت چاہیے تو حج کے لیے ہمارے گھر میں آجاؤ۔

اس سے زیادہ قربت کا امکان نہیں، اس لیے کہ وہ جسم نہیں ہے۔تو زیادہ سے زیادہ اس کے گھر سے قریب ہوجاؤ۔ ساری مسلمان دنیا کے لیے قرب کا ایک راستہ کھلا ہوا ہے کہ اگر اس سے قریب ہونا ہے تو اس کے گھر سے قریب ہوجاؤ۔

ایک وہ راستہ تھا جو صحابہ کرام پر بند ہوگیا۔ اگر اللہ سے قریب ہونا ہے تو میرے محمدؐ سے قریب ہوجاؤ۔قربت کے بنیادی طریقے۔ یا اللہ کے گھر سے قریب ہوجاؤ یا رسول اللہ سے قریب ہوجاؤ۔تو ہم مکہ سے ساڑھے چار ہزار کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ یہ مکانی فاصلہ ہے اور ہم رسول اللہ سے ڈیڑھ ہزار سال کے فاصلے پر ہیں۔ یہ زمانی فاصلہ ہے۔

اب کتنے بلند تھے جو رسولؐ کے ساتھ تھے اور رسولؐ کے ساتھ کعبہ کا طواف

کرر ہے تھے۔ ان سے بڑا کوئی نہیں ملے گا۔ وہ رسولؐ کے پہلو میں بیٹھنے والے، وہ رسول کے ساتھ عبادت میں شریک ہونے والے۔ کتنے قریب ہیں وہ رسولؐ سے اور وہ رسولؐ کے ساتھ خانۂ کعبہ کا طواف کرر ہے ہیں۔ کتنے قریب ہیں خانۂ کعبہ سے۔

تو پوری دنیا سے زیادہ اللہ سے قریب ان سے زیادہ کوئی نہیں ملے گا۔ اب عجیب حیرانی کا عالم ہے کہ ایسے قریب لوگوں کو رسول کہہ رہا ہے کہ جب تک علیؑ کو مولا نہیں مانو گے تو تمہاری قربت قبول نہیں ہوگی۔

اب کائنات میں قیامت تک آنے والا کوئی ولی ہو، کوئی محدث ہو، کوئی فقیہ ہو، بڑے سے بڑا انسان ہو، جب تک علیؑ کی جوتیاں نہ اٹھائے اسے قربت نصیب نہیں ہوگی۔

یہ نہیں کہا کہ اسے مولا مانو۔ جب مولائیت کا اعلان کردیا تو ایک مرتبہ پورے مجمع سے کہنے لگے۔ جاؤ علیؑ اس خیمے میں بیٹھا ہوا ہے سب اس کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ بیعت کرنے کے بعد امارت مومنین کا سلام کرو۔

السلام علیک یا امیر المومنین۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار کا مجمع ہے، کتنی دیر لگے گی بیعت کرنے میں اور سلام کرنے میں۔ تین دن لگے ہیں۔

ایک دن کی تاخیر تو برداشت ہوجاتی ہے۔ قافلوں کے راستے متعین تھے۔ کہ اونٹ کتنا چلتا ہے معلوم ہے۔ ایک دن میں گھوڑا کتنا چلتا ہے (پچھلی تاریخوں کی باتیں کررہا ہوں) یمن والے کو معلوم تھا کہ یمن کا قافلہ کتنے دنوں میں پہنچے گا۔ مدینہ والے کو معلوم تھا کہ قافلہ فلاں تاریخ کو پہنچے گا۔

حضر موت کے لوگوں کو معلوم تھا کہ حضر موت کا قافلہ فلاں تاریخ کو پہنچے گا۔ تین دن لیٹ آیا تو تین دن تک شہروں والے انتظار کرتے رہے کہ قافلہ آئے تو پوچھیں! تمہیں تاخیر کیسے ہوگئی۔ جب قافلے آئے تو پوچھا: دیر کیوں ہوگئی؟ کہنے لگے: علیؑ کو سلام کرر ہے تھے السلام علیک یا امیر المومنین۔

پھر واپس چلو۔ علیٰ حبہ۔ یہ key word ہے جو کام بھی کرو اس کی محبت میں کرو۔ جو کام بھی کرنا ہے اگر اسے عبادت بنانا ہے تو اس کی محبت میں کرو۔ قرآن ہے حیٌ لا یموت۔ قرآن مرتا نہیں ہے۔ ابولہب مر گیا لیکن آیت نہیں مری۔ کتنے ابولہب قیامت تک پیدا ہوں گے!

عاد و ثمود مر گئے۔ آیتیں نہیں مریں۔ فرعون مر گیا۔ آیتیں نہیں مریں۔ اس لیے کہ فرعون قیامت تک آتے رہیں گے۔ ہامان مر گیا آیتیں نہیں مریں، آیتوں کو ایک فریم ورک میں نہ دیکھو۔ آیتوں کو دیکھو کائنات کے تناظر میں، اور اب قرآن نے آواز دی۔ ان اللّٰہ لا یحب الخائنین (سورۂ انفال آیت ۵۸) اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

ان اللّٰہ لا یحب المفسدین (سورۂ قصص آیت ۷۷)۔

اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔

انّہ لا یحب المسرفین (سورۂ اعراف آیت ۳۱)۔

اللہ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔

واللّٰہ لا یحب الظالمین (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۴۰)۔

اللہ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔

ان اللّٰہ لا یحب کل مختال فخور (لقمان ۱۸)

اللہ فخر کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔

تو فہرست دی ہے کہ میں ان سے محبت نہیں کرتا۔ تو اب یہ بھی تو بتلا دے کہ کن سے محبت کرتا ہے۔

گفتگو تمام ہو گئی۔ اللہ خائنین سے محبت نہیں کرتا۔ اللہ مفسدین سے محبت نہیں کرتا۔ اللہ ظالمین سے محبت نہیں کرتا۔ اللہ اکڑنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

لا یحب کل کفار اثیم (بقرہ آیت ۲۷۶) ناشکرے سے محبت نہیں کرتا۔

اللہ گنہگار سے محبت نہیں کرتا۔ فہرست دی ہے کہ میں ان سے محبت نہیں کرتا۔ تو مالک یہ بھی تو بتلا دے کہ کن سے محبت کرتا ہے تو کہا: سورۂ الصّف پڑھو۔

ان اللّٰہ یحب الذین یقٰتلون فی سبیلہ صفاً کانھم بنیان مرصوص۔ (آیت ۴)

اللہ محبت ان سے کرتا ہے جو اللہ کی راہ میں تلوار کھینچ کر جہاد کرتے ہیں۔

وہ جو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح قتال کرتے ہیں، جنگ وجدل کرتے ہیں یعنی اللہ کی محبت کے لیے شرط ہے کہ میدان میں جاؤ تو تلوار سے لڑو۔ صرف میدان میں شرکت کر لینا کافی نہیں ہے۔

میں تو قرآنی آیتوں کو بطور شاہد تمہارے سامنے پیش کر رہا تھا۔ اللہ فلاں سے محبت نہیں کرتا، اللہ فلاں سے محبت نہیں کرتا۔ اللہ کس سے محبت کرتا ہے؟ مجاہد سے، شریک ہونے والے مجاہد سے محبت نہیں کرتا جنگ کرنے والے مجاہد سے محبت کرتا ہے۔ تو اصول مل گیا کہ اللہ مجاہد سے محبت کرتا ہے تو آج تک سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کون ہے جس سے اللہ محبت کرتا۔

اب جو بھی ہو وہ نہ فسادی ہوگا نہ گنہگار ہوگا نہ جھوٹا ہوگا۔ تو مالک بتلا دے کہ وہ کون ہے۔ کہا: میں نہیں بتلاؤں گا۔ میرا محمدؐ بتلائے گا۔ تو محمدؐ نے بتلایا علم اس کو دوں گا جس سے اللہ محبت کرتا ہوگا۔

لا عطینا رائت غداً رجل کرارا غیر فرارا یحب اللّٰہ ورسولہ اس کو علم دوں گا جس سے اللہ محبت کرتا ہے اور اس کا رسول محبت کرتا ہے۔ علیؑ سے محبت کرنا اللہ کی بھی سنت ہے اور رسول کی بھی سنت ہے۔ تو اگر آپ سنت کے پیرو ہیں تو علیؑ سے منہ نہ پھیریئے گا۔

خدا نے پہلے محبت کی اور پھر تم سے کہا کہ علیؑ سے محبت کرو۔ یہ بالکل ویسا ہے جیسے کہا ان اللّٰہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھاالذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا

تسلیماً۔

خدانے پہلے نبی پر درود بھیجی بعد میں تم سے کہا کہ نبیؐ پر درود بھیجو۔ علیؑ سے محبت کرنا سنت خدا۔

اور عجیب بات ہے قرآن سے اشارہ دے رہا ہوں سورہ بقرہ آیت کا نشان ۱۵۹۔

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت یلعنھم اللّٰہ ویلعنھم اللّٰعنون۔

جو لوگ ہماری نشانیوں کو چھپا دیتے ہیں۔ درمیان سے ٹکڑا چھوڑ رہا ہوں۔

جو لوگ ہماری نشانیوں کو چھپاتے ہیں۔ اللہ ان پر لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔ تو پہلے اللہ کی سنت ہے لعنت کرنا بعد میں انسانوں کی سنت ہے لعنت کرنا۔

پہلے اللہ نے خود لعنت بھیجی پھر اپنے حبیب سے کہا کہ آؤ مباہلہ کے میدان میں لعنت بھیجنے کے لیے۔ جھوٹوں پر لعنت بھیجنے کے لیے۔ حبیب اپنے ابناء کو لے جا۔ اپنی عورتوں کو لے جا، اپنے نفسوں کو لے جا۔ کس کام کے لیے؟ جھوٹوں پر لعنت بھیجنے کے لیے۔ نام نہیں اترے تھے کہ حسنینؑ کو لے جا، فاطمہؑ کو لے جا، علیؑ کو لے جا۔ نام نہیں بھیجے تو رسول اللہؐ جب اللہ نے نام نہیں بھیجے تو آپ نے کیسے ان کو منتخب کرلیا؟ فرمائیں گے: بات یہ ہے کہ پورے بھرے ہوئے مدینہ میں جھوٹوں پر لعنت کرنے کے لیے جارہی، سچے ملے تو میں کیا کروں؟

جب رسالت پر وقت آیا تو رسول فاطمہؑ کو لے کر نکلا، حسنینؑ کو لے کر نکلا، علیؑ ابن ابی طالبؑ کو لے کر نکلا ۶۱ھ میں جب پھر رسول پر وقت آ گیا تو حسینؑ نکلے عباسؑ کو لے کر، اکبرؑ کو لے کر، شہزادی زینبؑ کو لے کر۔ آج چہلم کا دن ہے نا، میری نظر کے سامنے تبرکات ہیں، علم ہیں، زرتحسیں ہیں، تعزیے ہیں، ذوالجناح ہیں۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم ایک بھوکے پیاسے کا غم منا رہے ہیں۔ تو یہ تنہا حسینؑ کا چہلم نہیں ہے، یہ عباسؑ کا بھی چہلم ہے، علی اکبرؑ کا بھی چہلم ہے، قاسمؑ کا بھی

چہلم ہے، عونؑ و محمد کا بھی چہلم ہے، اس چھ مہینے کے بچے کا بھی چہلم ہے جسے حسینؑ نے تلوار سے قبر کھود کر دفن کیا تھا۔

جب رہائی کا حکم آیا تو سید سجادؑ آئے شہزادی زینبؑ کے پاس اور کہا: پھوپھی اماں یزید کہتا ہے کہ آج سے ہم نے تمھیں رہا کیا۔ پھوپھی اماں اجازت ہے کہ میں رہائی کو قبول کرلوں۔

کہا: بیٹے میں نے تجھے اجازت دی۔ (اب یہ بات یاد رکھو کہ امامت سجادؑ کے پاس ہے، اجازت زینبؑ کے پاس ہے) لیکن بیٹے یزید کے پاس یہ پیغام پہنچا دے۔

پہلا پیغام تو یہ ہے کہ ہم اپنی وارثوں کو رو نہیں سکے۔ چھوٹی بچی جب اپنے بابا پر گریہ کرتی تھی تو ظالم تازیانے کی سزا دیتے تھے۔ اور ہم نے کبھی نوک نیزہ پر بھائی کے سر کو دیکھ کر گریہ کیا تو ہمیں نوک نیزہ سے سزا دی گئی۔ تو بیٹے سجادؑ جا کر کہہ دے کہ ہم اپنے وارثوں کو جی بھر کے رو نہ سکے تو ہمارے لیے ایک گھر مہیا کیا جائے جس میں ہم قیام کریں اور اپنے وارثوں پر گریہ کریں۔

بیٹے دوسری خواہش یہ ہے کہ ہمارے وارثوں کے سر ہمیں بھیج دیئے جائیں۔ اور بیٹے تیسری خواہش یہ ہے کہ عاشور کے دن جو ہمارا سامان، جو ہمارے تبرکات لوٹے گئے وہ ہمیں واپس کیے جائیں کہ اس میں وہ چرخہ بھی ہے کہ جسے فاطمہ زہراؑ چلایا کرتی تھیں۔

ایک مکان خالی ہوا۔ تبرکات آئے، شہیدوں کے سر آئے بیبیاں گئیں تبرکات بھیج دیئے گئے۔ بی بی زینبؑ کے سامنے۔ نوچے ہوئے گوشوارے دیکھے۔ علیحدہ کر کے رکھ دیئے، سروں سے چھنی ہوئی چادریں دیکھیں الگ کر کے رکھ دیں۔ ساری چیزیں الگ کر دیں۔ پھٹا ہوا کرتہ اٹھالیا۔

جب کسی بی بی نے پوچھا: شہزادی یہ کیا ہے؟

کہا: تجھے نہیں معلوم۔ اماں یہ کرتہ سیتی جاتی تھیں اور یہ کہتی جاتی تھیں کہ زینب میں نہ رہوں گی، جب بھائی رخصت آخر کے لیے آئے تو اسے اپنے ہاتھوں سے پہنا دینا

اور مدینہ واپس آنا تو یہ کرتہ میری قبر پر رکھ دینا۔

کرتہ لے لیا اور اب سر آئے۔ ہر ایک بی بی نے اپنے قریبی رشتہ دار کا سر لیا، ماتم شروع کیا۔ شام کی بوڑھی عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ دیکھا کہ دو چھوٹے سر دور رکھے ہوئے ہیں اور ان پر کوئی رونے والا نہیں ہے۔

تو ایک بوڑھی عورت نے آواز دی: کہ بیبیو! کیا ان کی ماں زندہ نہیں ہے۔

تو ایک مرتبہ زینبؑ نے آواز دی: کہ ارے ان بچوں کی ماں میں ہوں، بھائی کا ماتم کروں یا ان بچوں کا ماتم کروں؟

ماتم کا مزہ جب ہی ہے جب آنکھیں نم ہوجائیں۔ جب صدائیں بلند ہو جائیں　　یزید کے محل میں تین دن تک حسینؑ کا ماتم ہوتا رہا۔

امامت سجادؑ کے پاس ہے۔ بی بی کا جلال دیکھو۔

بی بی نے کہا: اب سواریاں لائی جائیں۔ سواریاں آئیں۔ بیبیاں سوار ہوئیں۔ اب یہ سواریاں کجاوں کے بغیر نہیں ہیں۔ اب یہ محملوں کے بغیر نہیں ہیں۔ اب یہ پردوں کے بغیر نہیں ہیں۔

جب ساری بیبیاں بیٹھ گئیں تو ایک مرتبہ شہزادی نے آواز دی۔ قافلے کو زندان کی طرف سے گزارو۔ جب قافلہ زندان کے دروازے پر پہنچا تو ایک مرتبہ آواز دی: شام کی عورتوں کو بلاؤ۔

جب شام کی عورتیں آئیں تو کہا:

بیبیو! اللہ تمہاری گودیوں کو آباد رکھے۔ اللہ تمہارے بچوں کو محفوظ رکھے۔

ہمارے پاس یہ بچی تھی جو ہماری آنکھوں کا تارہ تھی اسے زندانِ شام میں دفن کرکے جارہے ہیں اگر کاروبارِ دنیا سے فرصت پاؤ تو کبھی آجانا اور ایک شمع جلا دینا۔

علامہ طالب جوہری مدظلہ کی تقاریر کے مجموعے

انسان، معاصر اور قرآن

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۹۹۷ء

تہذیبِ نفس اور تہذیبِ حاضر

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۹۹۸ء

عائلی معاشرہ اور قرآنِ حکیم

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۹۹۹ء

حیات و کائنات کا الوہی تصوّر

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۰۰۰ء

انسانیت کا الوہی منشور

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۰۰۱ء

میراثِ عقل اور وحیِ الٰہی

حجۃ الاسلام علامہ طالب جوہری مدظلہ

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۰۰۳ء

ناشر

پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

۲۷۹- بریٹو روڈ۔ کراچی فون: ۷۲۳۲۳۵۴

ملنے کا پتہ

محفوظ بک ایجنسی ❀ مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882

E-mail: anisco@cyber.net.pk